

جلد نمبر ۱۳

13

جلد نمبر 13

الوزار النجف

سُورَةُ الْجَاثِيَةِ

یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کا دوسرا نام الشریعہ بھی ہے۔ یہ سورہ دُخان کے بعد اُترتی اور اس کی آیت نمبر ۱۵ مدنی ہے اور آیات کی کل تعداد بسم اللہ سمیت ۳۸ ہے۔

جو شخص سورہ جاثیہ کو پڑھے گا بروز قیامت حساب کے وقت کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوگا اور اس کی شرم گان مستور ہوگی۔ (مجمع البیان)

بروایت ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو سورہ جاثیہ کی تلاوت کرے گا وہ جہنم کی آگ نہ دیکھے گا اور اس کے شعلوں کا بھڑکارنے کا۔

خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ جلیلہ سرکش حکمران کے ظلم سے محفوظ رہے گا اور اس کا رعب قائم ہوگا اور ہر دیکھنے والے کی نظر میں محبوب ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر چنپنور کے شر سے محفوظ ہوگا اور اس کی غیبت نہ ہوگی اور نئے پیدا ہونے والے بچے کو اگر اس کا تعویذ باندھا جائے تو وہ باذن پروردگار ہر آفت و مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

۴ البریل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حَمْدٌ ② تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ③ اِنَّ

حُم اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب و دانا ہے تحقیق

فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ④ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا

آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں مومنوں کے لئے نشانیاں ہیں اور تمہارے پیدا کرنے میں اور جو کچھ

يَبْتُ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتُ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ⑤ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اُس نے بھیلانے میں زمین پر چلنے والے جانوران میں نشانیاں ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اور شب و روز کے اختلاف میں

وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

اور جو اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان سے رزق پس اس کے ذریعے زندہ کیا زمین کو بعد موت کے

وَتَصَرُّفِ الرِّيحِ آيَاتُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ⑥ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ

اور ہواؤں کے چلانے میں نشانیاں عقل رکھنے والوں کے لئے یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو ہم تلاوت کرتے ہیں تجھ پر

رکوع نمبر ۱۔ توحید کا بیان اِنَّ فِي السَّمَوَاتِ یعنی جس طرح کوئی معمولی سے معمولی مصنوع بغیر صانع کے نہیں ہو سکتا تو یہ آسمان و زمین اور ان میں بسنے والی ہزاروں اقسام کی مخلوقات اور شب و روز کا دو و بدل ہواؤں کا تغیر اور بارشوں کا نزل وغیرہ یہ سب بغیر کسی حکیم مدبر اور خالق و صانع کے کیسے ہو سکتا ہے؟ چنانچہ معصوم سے مختصر لفظوں میں اس کا استدلال یوں منقول ہے کہ جب اُونٹ کی ٹیگنی اونٹ کے گزرنے پر نشان قائم کسی جانے والے پر دلالت کرتے ہیں تو اتنا بڑا نظام عالم اپنے خالق حکیم پر کیونکر دلالت نہیں کرتے؟ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ توحید پروردگار کی دلیل اُس کی مخلوقات کی تعداد کے برابر ہیں کیونکہ اُس کا مصنوع اپنے صانع حکیم کی عظمت و حکمت و جلالت کا پتہ دیتا ہے۔ اور

مسئلہ توحید ہم مسائل میں سے واضح مسئلہ ہے جس کا انکار سوائے سرکش و عنید کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ۔ ان کے اختلاف سے مراد یا تو ان کا گھٹنا بڑھنے سے یا ایک دوسرے کے بعد آنا جانا ہے۔ اور یا

لر و ظلمت کا فرق مراد ہے اور ہر صورت اپنے خالق حکیم اور صانع مدبر کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

مِنْ رِزْقٍ۔ آسمان سے اُترنے والی بارش یا دیگر رزق سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کی بدولت زمین کی آبادی اور اس کی سرسبزی

میں رزق کا فرق مراد ہے اور ہر صورت اپنے خالق حکیم اور صانع مدبر کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

مِنْ رِزْقٍ۔ آسمان سے اُترنے والی بارش یا دیگر رزق سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کی بدولت زمین کی آبادی اور اس کی سرسبزی

مِنْ رِزْقٍ۔ آسمان سے اُترنے والی بارش یا دیگر رزق سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کی بدولت زمین کی آبادی اور اس کی سرسبزی

مِنْ رِزْقٍ۔ آسمان سے اُترنے والی بارش یا دیگر رزق سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کی بدولت زمین کی آبادی اور اس کی سرسبزی

مِنْ رِزْقٍ۔ آسمان سے اُترنے والی بارش یا دیگر رزق سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کی بدولت زمین کی آبادی اور اس کی سرسبزی

مِنْ رِزْقٍ۔ آسمان سے اُترنے والی بارش یا دیگر رزق سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کی بدولت زمین کی آبادی اور اس کی سرسبزی

مِنْ رِزْقٍ۔ آسمان سے اُترنے والی بارش یا دیگر رزق سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس کی بدولت زمین کی آبادی اور اس کی سرسبزی

بِالْحَقِّ نَبَآئِ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَتِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٤﴾ وَيُلْ لِكُلِّ

حق کے ساتھ پس وہ کس بات پر اور اس کی آیات کے بعد ایمان لائیں گے ؟ دلیل ہے ہر بہتان تراش

أَفَأَنْتُمْ أَتَيْتُمُ ۖ لِيَسْمَعَ آيَتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا

گنہگار کے لئے جو اللہ کی آیات کو سنتا ہے جو اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر ٹوٹ جاتا ہے تبجہ کرتے ہوئے

كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٥﴾ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَتِنَا

کہ کفر پر آگیا کہ اس نے کچھ نہیں سنا پس اس کو خوشخبری دو دردناک عذاب کی اور جب جانتا ہے ہماری آیات میں سے کچھ

شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٠﴾ مِنْ دَرَأْنَهُمْ

تراس کو سخری بنا لیتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہوگا ان کے پیچھے

جَهَنَّمَ وَلَا يَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ

جہنم ہے اور ان کو نہ فائدہ دے گا جو انہوں نے کمایا کچھ بھی اور نہ وہ جو انہوں نے بنا لئے

و شادابی دینا ہوتی ہے جس سے اللہ کی اکثر و بیشتر مخلوق کے رزق کا سامان فراہم ہوتا ہے۔

تَصْرِيفِ الرَّيحِ۔ ہواؤں کی تصریف سے مراد یا تو شمال جنوب اور صبا و دبور کی ہواؤں کا مناسب مواقع پر چلنا ہے یا یہ مراد ہے کہ بعض ہوائیں رحمت کا پیغام لاتی ہیں اور بعض باعث عذاب بن کر چلتی ہیں اور یہ سب قدرت پروردگار کا کرشمہ ہیں۔

نَبَآئِ حَدِيثٍ۔ یعنی اللہ کی فرمائشات اور اس کی آیات کے بعد اور کونسی شے ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے اور تلاوت کا اصل معنی ہے ایک کے بعد دوسری کو فوراً اس کے پیچھے لانا چنانچہ تالی پچھے آئے کو کہا جاتا ہے یہاں تلاوت آیات سے مراد ہے مسلسل آیات کا لانا اور اسی مناسبت سے قرآن کے پڑھنے کو بھی تلاوت کہا جاتا ہے۔

وَيُلْ۔ یہ بد دعا کا کلمہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جہنم میں ایک دومی ہے جس میں گرم پانی اور پیپ بہتا ہے۔

أَفَأَنْتُمْ أَتَيْتُمُ۔ پر وہ شخص جو جھوٹا اور بہتان تراش ہو وہ افاک کہلاتا ہے یہ افاک سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ چنانچہ میلہ کذاب جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے بعد ہر وہ شخص جو نبوت کا یا امامت کا ناحق دعویٰ کرے وہ اس کا مصداق ہے وَإِذَا عَلِمَ۔ ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو دیدہ دانستہ طور پر حق کی مخالفت کرتے ہوئے لوگوں کو شبہات میں مبتلا کرتے ہیں چنانچہ ابوجہل کا مکہ میں بی دستور تھا۔ جب یہ آیت اُتری کہ گنہگاروں کے لئے دوزخ میں زقوم خوراک ہوگی تو اس نے بھور پر مکھن ڈال کر لوگوں کو کہا کہ یہ وہ زقوم ہے جس سے ہمیں محمدؐ ڈراتا ہے اور یہ تو ہماری روزمرہ کی خوراک ہے۔ اسی طرح نضر بن حارث بھی لوگوں کو قرآن کے مقابلہ میں ایرانی لوگوں کے قصے سن کر حضورؐ سے منحرف کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

دُونِ اللَّهِ أُولِيَاءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۱ هَذَا هُدًى وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ کے علاوہ کارساز اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا یہ ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی آیات کا کفر

بَايَتْ رَبَّهُمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝۱۲ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ

کرتے ہیں ان کے لئے دردناک تکلیف کا عذاب ہے اللہ وہ ہے جس نے مطیع بنایا تمہارے لئے

الْبَحْرَ لَتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ

سمندر کو تاکہ اس میں کشتیاں چل سکیں اس کے حکم سے اور تاکہ تم تلاش کرو اس کا فضل اور تاکہ تم شکر گزار

تَشْكُرُونَ ۝۱۳ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

بنو اور مطیع بنایا تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اپنی جانب سے

مِّنْهُ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ۝۱۴ قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا

تحقیق اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو فکر کریں کہہ دیجئے ان کو جو ایمان لائیں کہ چشم پرشی کریں

لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۱۵ مَنْ

ایسے لوگوں کے لئے جو نہیں امید کرتے اللہ کے دنوں کی تاکہ جزا دے اس قوم کو اس کی جودہ کرتے ہیں جو

عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝۱۶

اچھا عمل کرے گا تو اس کی ذات کے لئے ہے اور جو برا کرے گا تو اس کا ہی ہوگا پھر اپنے رب کی طرف پٹائے جاوے گا

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَدَرَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ

اور تحقیق ہم نے دی بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت اور ان کو رزق دیا پاکیزہ چیزوں سے

عَذَابٌ مُّهِينٌ - یعنی دنیا میں ایسے لوگوں کے لئے عذاب ہے اور اس سے بڑا عذاب اس کے بعد جہنم ہے جس سے

ان کو کوئی شے نہ بچا سکے گی۔ اور روزِ اکرام کا لفظ لغاتِ اضدادہ میں سے شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا معنی سامنے بھی ہے اور

پچھے بھی جس طرح مولا کا معنی آقا بھی آتا ہے اور غلام بھی اسی طرح مولا کا معنی دوست بھی ہوتا ہے اور دشمن بھی اور قرآن کا

معنی طہر بھی ہوتا ہے اور حیض بھی۔

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعُلَمَاءِ ۝۱۷ وَآتَيْنَهُم مِّنَ الْأَمْرِ مِمَّا

اور ان کو جہانوں پر فضیلت بخشی اور دیں ہم نے ان کو واضح دلیلیں امر سے پس انہوں نے

اِخْتَلَفُوا الْأَمْرَ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ

نہیں اختلاف کیا مگر علم آچکنے کے بعد باہمی بغاوت کی بنا پر تحقیق تیرا رب

يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝۱۸ ثُمَّ

ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اس کا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور پھر ہم

جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ

نے آپ کو اپنے امر سے ایک شریعت پر ٹھہرایا پس کی اتباع کرو اور نہ اتباع کرو نہ جاننے والے لوگوں

رُكُوعِ ۱۸ اللّٰهُ الَّذِي - بیان توحید کا تمہارے لئے بحری سفر کو آسان اور کامیاب بنانے کے لئے اُس

نے پانی کو اس قابل بنایا کہ اس میں کشتیاں اور جہاز چل سکیں۔ اس جگہ تسخیر سے مراد یہ ہے کہ اس کو اس قابل بنایا کہ تم اپنی مرضی کے

مطابق اس میں کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے سفر کر سکو۔ اور بحر سے مراد پانی ہے اور بحری راستہ سے جی انسان پوری دنیا کی سیر

کر سکتا ہے اور تمام دنیا کے ملکوں کے ساتھ روابط قائم رکھنے کا یہی واحد ذریعہ ہے اور اسی پر ہی عالمی تجارت کا دار و مدار ہے

اور فضل سے مراد تجارت کے ذریعے سے رزق کما نا ہے اور آخر میں فرمایا کہ یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ تم احسانات پروردگار

کو سمجھو۔ اور اُن کا شکر ادا کرو۔

جَمِيعًا ۱۹ - یعنی آسمانوں اور زمین کی طاقتوں کا تمہارے فوائد کے لئے مصلح فرمان ہونا سب اُس اللہ ہی کی جانب سے ہے

اور اس میں فکر و نظر کرنیوالوں کے لئے توحید خالق کی دلیلیں ہیں اور بعض لوگوں نے اس کو منہ پڑھا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ یہ سب اسی

کا احسان ہے بَعْضُهُمْ ۲۰ - یعنی وہ لوگ جو اللہ کے مذاہب کا ڈر نہیں رکھتے اور نہ وہ اللہ کے انعام کا بروز محشر طمع رکھتے ہیں۔ پس

اگر مومنوں کو تکلیف پہنچائیں تو آپ مومنوں سے کہہ دیں کہ وہ صبر سے کام لیں اور جوابی کارروائی سے باز رہیں کیونکہ اللہ خود ہی اُن

کو اعمال کی جزا دینا کا تغیر برہان میں موعی ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو ماریکا

ارادہ فرمایا اور فوراً یہ آیت پڑھ لی قُلْ لِلّٰہِ ۱۰ - چنانچہ تازیانہ رکھ دیا اور ماریکا ارادہ ملتوی کر دیا غلام یہ دیکھ کر رونے لگا۔

آپ نے فرمایا کیوں روتا ہے؟ اُس نے عرض کی حضور میں اُن لوگوں سے نہیں ہوں جو اللہ کے ایام کی امید نہیں رکھتے آپ نے فرمایا کہ تو

اللہ کے ایام یعنی اسکی سزا و جزا پر تو ایمان رکھتا ہے؟ تو اُس نے عرض کی جی ہاں آپ نے فرمایا جاؤ قبر خیمہ پر میرے لئے آمرزش کی دعا

کرو اور میری طرف سے آزاد ہو۔

لَا يَعْلَمُونَ ۱۹ إِنَّهُمْ لَنْ يَغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ

کی خواہشات کی تحقیق وہ تجھے اللہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتے اور تحقیق نالگ لوگ بعض

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۲۰ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ

بعض کے دوست ہیں اور اللہ متقیوں کا دوست ہے یہ باعث بصیرت امور ہیں لوگوں کے

وَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۲۱ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا

لئے اور ہدایت اور رحمت ہی یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے کیا خیال کرتے ہیں وہ جو کسب کرتے ہیں

السَّيِّئَاتِ أَنْ تَجْعَلَهُمُ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءٌ

برائیوں کا کہ ان کو ہم ایسے لوگوں کی طرح جانیں جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے کہ ان کی

مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۲۲ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ

زندگی اور موت برابر ہر وہ برا فیصلہ کرتے ہیں اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں

وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۲۳

اور زمین کو حق کے ساتھ اور تاکہ بدل دیا جائے ہر نفس کو اس کا جو اس نے کمایا اور نہ وہ ظلم کئے جائیں گے

بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ ۚ اِسْرَءِیْلَ اَحْکَامِ تَوْرَاتِہِیْنِ یعنی تورات کے مفصل احکام بنی اسرائیل کو دئے گئے جن میں

حضرت رسالت رآب کی نبوت کی تصدیق تھی اور اُن لوگوں کو آپ کی نبوت کا ازراہ تورات پورا علم تھا کہیں جب آپ

تشریف لائے تو آپس کی سرکشی اور بغاوت کی بنا پر انہوں نے حضور کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کی دعوت کا بائیکاٹ

کر دیا یا یہ کہ اپنی ریاست و شان کی خواہش کے ماتحت آپ کی مخالفت شروع کر دی۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ ۖ یعنی حضرت موسیٰ کے بعد ہم نے آپ کو امر و نہی کی ایک شریعت پر چڑھایا اور شریعت کا معنی ہے ایسا

طریقہ یا سنت جس پر چلنے والا منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

لَا يَعْلَمُونَ ۖ اِن سے مراد یہودی بھی ہو سکتے ہیں جنہوں نے تورات کی تحریف کر کے اس کے احکام بدل ڈالے اور

اپنی خواہشات کے پیچھے ہو لئے اور مشرکین بھی مراد ہو سکتے ہیں جو صرف اپنی خواہشات کے ماتحت آبائی طریقہ کو سینے سے

لگائے ہوئے تھے

اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ ۖ تفسیر برہان میں اس کے مصداق عتید اور شبہہ دجور بیعہ کے بیٹھے تھے اور ولید بن عتبہ ہیں

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو جانتے ہوئے گمراہی میں پھیر ڈیا

سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصِيرَتِهِ غِشًّا وَفَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ

ہے اور اس کے کان و دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا تو اس کو اللہ کے سوا کون ہدایت کر سکتا ہے

بَعْدَ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲۶﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

کیا تم سوچتے نہیں ؟ اور کہتے لگے کہ ہمیں مگر دنیاوی زندگی جس میں ہم مرتے اور

نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ

جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے حالانکہ اس کا ان کو کچھ بھی علم نہیں ہے

اور اٰمنوا کے مصداق حضرت حمزہ بن عبد المطلب، حضرت عبیدہ بن حارث اور حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔
سواء ہے۔ اس کو بعض نے مرفوع پڑھا ہے اور بعض نے منصوب پڑھا ہے۔ منصوب پڑھنے کی صورت میں تَجْعَلُ کا
دوسرا مفعول ہوگا۔ اور مَحْيَا هُمْ تَجْعَلُ کے مفعول سے بدل ہوگا۔

رُكُوع نمبر ۱۹۔ اَفَرَأَيْتَ۔ اس کے معنی میں تین اقوال ہیں۔ (۱) اللہ سے مراد دین یعنی ایسے بندے
موجود ہیں جن کا دین خواہش نفس ہے۔ پس خدا و رسول کی ہدایت پر عمل کرنا ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں
رکھتا بلکہ جو چاہتے ہیں کہ گزرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا دین صرف یہی ہے کہ ہر قید و بند سے مکمل آزاد ہو کر چاہیں کہ گزریں
۲۔ اللہ سے مراد معبود یعنی بعض بندے ایسے ہیں جو معبود ماننے میں دلیل و برہان کے بجائے خواہش نفس کے پیچھے چلتے

ہیں۔ پس جو چیز پسند آگئی۔ اور جس کو نفس نے چاہا اُسے اپنا معبود تصور کر لیا۔ چنانچہ جب ایک پتھر پسند آیا تو اُس سے خدا تراش لیا
اور جب اُس سے کوئی بہتر چیز نظر آئی تو پہلے خدا کو نظر انداز کر کے دوسرے کو معبود قرار دیدیا علی بن ابی القیاس

(۳) الزمان سے مراد الطاعت کرنا یعنی بعض آدمی ایسے ہیں کہ اپنی خواہش نفس کے پیچھے چلتے ہیں۔ اور وہ اپنی خواہش
نفس کے استغناء سے ہیں جس طرح خدا کی اطاعت کرنی چاہیے تھی اور اُس کے خلاف یہ سارے معانی مراد لئے جاسکتے ہیں چنانچہ آج کل مسلمانوں میں

اسلامی عقائد و اعمال کی یہی حالت ہے اور اکثریت کا رجحان اسی قسم کا ہے کہ جو عقیدہ و عمل طبیعت کو پسند آگیا اور خواہش نفس نے اپنا لیا اس کو دین
سمجھ لیا اور جس چیز کو خواہش نفس نے نہ اپنا یا اس کو خلاف اسلام قرار دیدیا اور بہت سوں کو ہم نے دیکھا ہے جو اسلام سے ذرہ بھر رابطہ نہیں

رکھتے سوائے اس کے کہ مسلمانوں کے گھر میں وہ پیدا ہوئے تھے اور نام بھی مسلمانوں جیسا ماں باپ نے رکھ دیا تھا اس کے علاوہ اصولاً و فروعاً
اسلام سے صرف بیگانہ نہیں بلکہ ہر وقت اسلام دشمنی کا دھواں اُن کے دل و دماغ اور عمل و کردار سے بلند ہوتا رہتا ہے تاہم وہ اپنے تئیں اسلام

کا ٹھیکہ دار سمجھتے ہیں اور اپنی کج دماغی کی بدولت جو کچھ انہوں نے مغرب والوں سے یا مغرب نواز لوگوں سے اسلام کی بابت سنا ہے اُسی پر

ہی وہ مطمئن ہیں اور اسلام اُسی کو ہی سمجھتے ہیں جس کا تصور ان کے ذہن میں ہے۔

عام تو عام خاص طبقہ میں بھی یہ بیماری ہے۔ اور بعض شیعہ معزز گھرانوں میں بھی اسلامی مسلمہ قوانین و ضوابط کے مقدس جسم کو مغربیت کے پالش شدہ تخیلاتی ناخنوں سے گریزا اور نوچا جانے لگا ہے۔ اہل مغرب کے تاثرات کو اپنانے والی نئی پودا حکام اسلامیہ کی صورت تارک نہیں بلکہ دشمن منتہی چلی جا رہی ہے۔ اور خواہش نفس کی پوجا عام سے عام تر ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ سب کچھ گھروں میں اسلامی تعلیمات کے فتنان کا نتیجہ ہے۔ اگر گھروں میں بچوں کو اسلامیات سے آگاہ کیا جاتا اور اسلام کے ضد وری مسائل سے ان کو روشناس کر دیا جاتا تو یقیناً نئی پودا کا مستقبل اس طرح تباہ نہ ہوتا۔

اول تو شخص ہر مسئلہ کو اپنی خواہش پر ڈھالنے کے لئے غور و فکر کرتا ہے اور ہر شخص کا ذہن ہر مسئلہ کا حل اپنی خواہش کی روشنی میں تلاش کرتا ہے لہذا اس کو ذہنی سکون اُس وقت نصیب ہوتا ہے جب مسئلہ مطلوبہ کا حل اس کی خواہش کے عین مطابق ہو اور اس کے جذبات کا ترجمان ہو پس خواہش کے مطابق نہ ہونے والا حل اس کے لئے نہ باعث سکون بن سکتا ہے اور نہ وہ مسئلہ اس کے لئے قابل قبول قرار پا سکتا ہے لیکن جب انسان اپنی خواہش پر اپنے خالق و مالک کی حکومت مطلقہ کو تسلیم کرے تو اس کو چار و پانچ اپنی خواہش کے فیصلہ پر خدائی فیصلہ کو ترجیح دینا پڑتی ہے اور اس صورت میں اس کا سکون قلب اور اطمینان نفس خواہش کی مطابقت سے نہیں بلکہ خالق کی اطاعت میں ہی حاصل ہو گا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اگرچہ پیری محبت کی بنا پر خواہش تھی کہ اسماعیل جوان ہو اور پچھلے پھولے لیکن جب اللہ کی طرف بذریعہ وحی قربانی کا حکم ملا تو پیری محبت کے جذبات اللہ کی اطاعت کے بلند جذبہ کے مقابلہ میں خود بخود فرو ہو گئے اور سکون نفس اور اطمینان قلب کی منزل اللہ کی اطاعت میں استمان سے کامیابی حاصل کرنے میں مضمر تھی جس کو انہوں نے پایا اور قیامت تک کے لئے آنے والی فسلوں کو اپنی خواہشات کو قربان کرتے ہوئے اللہ کے حکم کے سامنے جھکنا سکھا گئے۔

اور یہ امر فطری ہے کہ اپنے سے مافوق کا تصور خواہش پر غالب ہو کرتا ہے۔ مثلاً کوٹا لاپنی جانور ہے۔ اگر اس کے سامنے ایک طرف گوشت کا ٹکڑا ہو اور دوسری طرف کوئی آدمی اس کو گرفتار کرنے کے لئے اُس کی تاک میں ہو تو وہ اپنی خواہش کو پورا کرتے ہوئے کبھی اپنے آپ کو شکار ہی کے حوالہ کرنا پسند نہ کرے گا۔ بلکہ اپنی خواہش اور فطری عادت عرس کو چھوڑنا پسند کرے گا۔ اسی طرح سب حیوان مافوق کی حکومت کا تصور کر کے کبھی ایسا اقدام نہیں کریں گے جو ان کے لئے معروضِ خطر ہو پس اگر انسان کا ذہن یہ صحیح تصور کرے کہ مجھے کوئی پوچھنے والا بھی ہے تو یقیناً اُسے اپنی خواہشات کی قربانی دینا ہوگی۔ پس خدائی احکام کو نظر انداز کر کے خواہش نفس کے فیصلہ کو اپنانا اپنی خواہش کو خدا ماننے کے مترادف ہے۔

اللہ کے خاص بندے نبی یا امام چونکہ اپنے آپ پر اللہ کی حکومت مطلقہ کو بدل و جان تسلیم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی خواہش نفس ہمیشہ مغلوب اور اطاعتِ خدا ان پر غالب رہتی ہے۔ پس وہ معصوم ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی حکمِ خدا کی مخالفت کا تصور نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ اس کی طرف اقدام کریں۔

وَأَصْلَهُ اللَّهُ۔ یعنی خدا نے اس کو گمراہی میں ڈھیل دے دی ہے یا یہ کہ خدا نے اُس کو گمراہی کا بار دے دیا ہے۔ اور

إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝۲۵ وَإِذْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانُ

ہیں وہ صرف گمان ہی کرتے ہیں اور جب ان پر پڑھی جائیں ہماری واضح آیتیں تو ان کی اور کوئی دلیل

حُجَّتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اسْتَوَا بَابَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۲۶ قُلِ اللَّهُ

نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ اگر تم سچے ہو کہہ دو اللہ

اللہ کو اس کے انجام بد کا علم تھا۔

خَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ۔ کان اور دل پر مہر اور آنکھ پر پردے کا بیان اور اُس کی مکمل تشریح و تفسیر نیز قضاء و قدر کے مسئلہ کی پوری وضاحت تفسیر کی دوسری جلد سورہ بقرہ کے رکوع کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔

وَمَا يَهْدِيكُمُ اللَّهُ إِلَّا الدَّهْرُ۔ یعنی خلاش نفس کی پیروی کو دین سمجھنے والے اور نفس کے احکام کی اطاعت کرنے والے

وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں عقیدہ توحید راسخ نہ ہو۔ پس وہ دنیا کی عیش و عشرت کو ہی زندگی کی کامیابی قرار دیتے ہیں۔ لہذا

اُن کا مطلع نظر اسی دنیاوی زندگی تک ہی محدود ہے۔ اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ انسان کی پیدائش اور اُن کی موت و حیات زمانہ کی رفتار

کے ماتحت ایک طبعی امر ہے جو ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ جتنا رہے گا وہ نہ اگر اُن کو یہ خیال ہو تا کہ اس عالم کا کوئی

خالق اور مدبّر ہے جس نے اپنے حسن اختیار سے اُس کو کتم عدم سے شرف و جود بخشا اور اسی کے حسن تدبّر سے ہی یہ سارا نظام

ارضی و سماوی بطریق حسن جاری و ساری ہے پس اس عالم کی جزئیات کا عدم کے بعد وجود میں آنا خالق کی ازلیت کی دلیل ہے

اور ان سب کا تغیر پذیر ہونا اس کے عدم تغیر کی دلیل ہے۔ اور ان سب کے زوال و فنا سے اس کے لازوال ہونے اور میومیت

کا پتہ چلتا ہے۔ پس وہ صفات خلق سے بلند و بالا ہے۔ اور تمام مخلوق جس طرح ایجاد میں اس کی صنعت کی محتاج ہے اسی طرح

بقا میں اس کے حسن تدبیر اور فضل و کرم کی رہیں منت ہے۔ پس جس طرح ابتداء خلقت اور پوری زندگی میں کائنات اس

کی مہربان احسان ہے۔ اسی طرح موت اور فنا کے بعد سب کی اُس کی بارگاہ قدرت میں حاضری ہوگی اور پھر سب کو اس کے فیصلے

کے سامنے سرخم کرنا ہوگا پس اگر یہ تصور قائم ہو جائے۔ اور اس عقیدہ کو سچائی سے تسلیم کر لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ انسانیت

چین و اطمینان کا سانس نہ لے اور ہر انسان اپنے صحیح مقصد کی طرف کامزن نہ ہو۔ پس انسانوں کی بے راہروی ظلم و استبداد بلکہ جملہ

معاشرتی غرابیوں کی واحد جڑ عقیدہ توحید سے بغاوت ہے۔ اس مقصد کی مزید وضاحت ہماری کتاب اسلامی میاست میں ملاحظہ فرمادیں۔

خداوند کریم نے ان آیات مجیدہ میں مشرکین کو اور تمام دشمنان خدا کی غلط کاریوں کی وجہ اسی چیز کو بیان فرمایا ہے کہ

یہ لوگ دنیاوی زندگی کو ہی اپنا آخری نقطہ کامیابی قرار دیتے ہیں۔ اور موت و حیات کو رفتار زمانہ کا تقاضا قرار دے کر

حقیقت سے آگاہی بند کئے ہوئے ہیں۔ اور خدا چونکہ بندوں کو مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ اُس نے صاف فرمایا ہے کہ دین کے

معاملہ میں کسی کے لئے کوئی مجبوری نہیں لہذا جو ایمان لائے تو سوچ سمجھ کر اپنے اختیار سے ایمان کو قبول کرے اور جو انکار

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يَمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ

میں زندہ کرتا ہے پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن کے لئے جس میں کوئی شک نہیں

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور اللہ کے لئے ملک آسمانوں اور

الْأَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُحْسِرُ الْمَبْطُلُونَ ﴿٢٧﴾ وَرَى

زمین کا ہے اور جس دن برپا ہوگی قیامت اُس دن نقصان پائیں گے باطل پرست اور ہر اُمت

کرے تو بے شک اپنی مرضی سے جہنم میں جائے۔ اللہ نے کفار کے دہری عقیدہ کو جہالت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور اس کو دلیل و برہان سے باطل فرمایا ہے۔

مَا كَانَ حُجَّتُهُمْ دَلِيلًا لِّبَاطِلِهِمْ - یعنی جب عقلی طور پر اولہ توحید کے ذریعے سے ان کو قائل کر لیا جائے کہ صرف اللہ ہی ہے جو مانے جلاتے اور جملہ امور تکوینیہ کے انجام دینے پر قادر ہے لہذا خواہش نفس کی پیروی کی بجائے اس کی اطاعت ہی واجب لازم ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد پھر ایک دن اس کی بارگاہ میں حاضری ہوگی۔ اور اعمال کی بازپرس ہوگی۔ اور صرف زمانے کا گزرنا اور شب و روز کا تبادل انتظام ہی ہماری زندگی و موت کا موجب نہیں بلکہ یہ نظام اور جملہ ذی روح مخلوق کا نظام موت و حیات اس اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے جو سب کا خالق و مالک ہے اور اس ظاہری زندگی تک یہ معاملہ محدود نہیں بلکہ موت کے بعد ایک دفعہ پھر زندہ ہو کر اُس کے دربار میں کھڑا ہونا ہے تو ان امور کا کوئی دوسرا جواب تو ان سے بن نہیں آتا صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر اللہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتے پر قادر ہے تو دنیا میں ہمارے گذشتہ اکابر کو زندہ کرادیجئے تاکہ ہم روبرو ہو کر ان سے دریافت کر لیں۔ اگر وہ لوگ آپ کی تصدیق کر دیں گے تو ہم بغیر کسی حیلہ و حجت کے آپ کی بات کو تسلیم کر لیں گے۔ مشرکین مکہ چونکہ ازراہ عناد اس قسم کی باتیں کرتے تھے۔ اس لئے ان کے مطالبہ کو پورا کرنا لازم نہ سمجھا گیا۔ کیونکہ یہ مطالبہ ان کا پہلا مطالبہ نہیں تھا بلکہ کسی وقت کہتے تھے کہ اگر خدا قادر ہے تو وہ درخت خود پل کر آپ کی تصدیق کرے۔ جب درخت نے گواہی دی تو کہنے لگے درخت کا نصف حصہ چل کر آئے اور ایک نصف اپنی جگہ پر کھڑا رہے۔ چنانچہ ایک نصف حصہ درخت کا آیا اور وہ گواہی دے کر واپس گیا۔ اور اپنے بقیہ حصہ سے جا ملا تو انہوں نے کچھ اور مطالبہ کر دیا۔ اور سب کچھ دیکھنے کے بعد کہہ دیا کہ یہ سب جادو ہے پھر ایک دفعہ باہمی مشورہ کے بعد یہ سوچا کہ چونکہ آسمان پر جادو کا اثر نہیں ہوتا لہذا حضور سے چاند کے ٹکڑے ہونے کا مطالبہ کر دیا جب یہ بات بھی پوری ہو گئی تو کہنے لگے ان کا جادو آسمان پر بھی اثر کرتا ہے۔ تو کسی وقت شاعر کہہ دیا۔ کسی وقت دیوانہ کہنا شروع کر دیا۔ اور عوام الناس کو اسلامی تعلیمات سے روکنے کے لئے کوئی شک نہ ڈالنا اور اعتراض کرنا ان کی عادت بن گئی تھی۔ پس کسی وقت کہہ دیتے تھے اگر

كُلُّ اُمَّةٍ جَاثِيَةٌ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْرَوْنَ

کو گھٹنے ٹیکے ہوئے دیکھو گے کہ ہر امت کو اپنی کتاب کی طرف بلایا جائے گا اس دن تم کو بدلہ دیا جائے

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۹﴾ هٰذَا كِتَابُنَا يُنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا

گا جو تم عمل کرتے تھے یہ ہماری کتاب تمہارے خلاف حق بولتی ہے کیونکہ ہم کہتے

نَسْتَنْبِیْ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۰﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تھے جو تم کرتے تھے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کر گزرے

فِیْ دُخْلِهِمْ رَّبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

وہ ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہ ہی دامن کامیابی

اَلْمُبِیْنِ ﴿۳۱﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُنٰلِیْكُمْ

ہے لیکن جو لوگ کافر رہے ان کو کہا جائے گا، کیا تم پر ہماری آیات نہ پڑھی گئی تھیں

فَاَسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا قِیْلَ اِنْ وَعَدَ اللّٰهُ

پس تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ

حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ

حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم نے کہا ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے ؟

خدا کا وعدہ تو مکہ کی سرزمین کو زرخیز سرزمین سے بدل دے۔ یہاں نہریں جاری ہوں۔ اور سرسبز لہجھاتے بونے باغات پیدا ہو جائیں۔ کسی وقت کہتے تھے کہ مکہ کی پہاڑیوں کو سونے سے بدل دیجئے۔ اور ان کے سوالات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ہمارے گزشتہ اکابر کا زندہ کر دیجئے تاکہ ہم ان سے آپ کے متعلق تسلی کر لیں اور یہ سب اگر تسلی کی خاطر اور صاف دل و حقیقت طبعی کی بنا پر ہوتا تو ضرور ان کا مطالبہ پورا کیا جاتا لیکن چونکہ ازراہ عناد ان کے سوالات تھے اس لئے صرف اولہ عقیدہ پر اکتفا کی گئی۔

رکوع ۲ :- جاثیہ :- یہ جثو سے ہے یعنی گھٹنوں کے بل بیٹھنا جس طرح گزشتہ زمانہ میں مقدمہ کے ذمہ دار قاضی و مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرتے تھے مقصد یہ ہے کہ بروز محشر عدالت پروردگار میں تمام لوگ اسی طرح پیش ہوں گے جس طرح عدالت میں پیش ہونے کا طریقہ ہے۔

إِنْ تَطْنِ الْأَظْنَآ وَمَا خَنْ بِمُسْتَقِیْنِ ۝۳۱ وَبَدَّالْهَمْ سَیِّئَاتُ

ہم تو مان ہی کرتے ہیں اور ہمیں اس کا کوئی یقین نہیں ہے اور ان کے سامنے اپنی کی ہوئی برائی

مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ یَسْتَهْزِءُونَ ۝۳۲ وَقِیْلَ

کا نتیجہ آجائے گا اور بدلہ مل جائے گا اُس کا جو وہ مسخری کرتے تھے اور کہا جائیگا

الْیَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَاءَ یَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَا وَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ

کہ آج ہم نے تم کو بھلا دیا جس طرح تم نے اس دن کی عافری کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی

نَصْرٍ ۝۳۵ ذَلِكُمْ بِأَنَّكُمْ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ

مددگار نہیں ہے یہ اس لئے کہ تم نے اللہ کی آیات کو مسخری بنالیا تھا اور تمہیں زندگی دینا نے

الْحَیْوَةُ الدُّنْیَا فَاَلْیَوْمَ لَا یُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ یُسْتَعْبَدُونَ ۝۳۶

دھوکا میں ڈالا تھا پس آج وہ نکل سکیں گے اس سے اور نہ ان کو معافی دی جائے گی۔

الی کتابہا۔ اس جگہ کتاب سے مراد یا تو کتاب سہادی ہے یعنی ہر امت سے اپنی کتاب کی اتباع کے متعلق باز پرس ہوگی اور یہ کہ کتاب سے مراد اعمال نامہ ہے۔ یعنی ہر امت کی پیٹی کے وقت اُن کے سامنے اُن کا اعمال نامہ بھی حاضر کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ ہماری کتاب یعنی تمہارا وہ اعمال نامہ جو ہمارے فرشتوں نے نوٹ کیا تھا بالکل صحیح اندراجات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں وہی کچھ لکھا گیا ہے جو تم نے کیا تھا۔

اور بعض روایات میں ہے۔ عُنُوَانُ صَحِیْفَةِ الْمُؤْمِنِ حَبُّ عَلِیِّ بْنِ ابِی طَالِبٍ۔ یعنی مومن کے صحیفہ اعمال کا عنوان حضرت علی کی ولا ہوگا۔ پس واقعی نیک بخت ہے وہ انسان جو زندگی میں حضرت علی علیہ السلام کے نقش قدم پر ہو۔ اور اُن کی فرمائشات پر عمل کرے۔ کیونکہ حضرت علی کی اتباع کرنے والا یقیناً جنت میں داخل ہوگا اور اُس کی نافرمانی کرنے والا یقیناً جہنم میں جائے گا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے قسیم النار والجنہ ہونے کا بھی یہی مطلب ہے۔

إِنْ تَطْنِ الْأَظْنَآ۔ یعنی جب کفار کو دنیا میں کہا جائے گا کہ قیامت آنے والی ہے تو صاف کہتے ہیں کہ ہمیں اس کا کوئی یقین نہیں اس جگہ ظن سے مراد شک ہے۔ اور انسانی معاشرہ کی جملہ عذابیوں کی جڑ جس طرح عقیدہ توحید کی کمزوری ہے۔ اسی طرح قیامت کے عقیدہ کی کمزوری کو بھی اس میں بڑا دخل ہے۔ کیونکہ جب تک باز پرس کا یقین نہ ہو اس وقت تک برائیوں سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ پس انسان کی بقاء اور ارتقا کے لئے اور اُس کی تمدنی زندگی کی اصلاح

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾ وَلَهُ

ہیں اللہ کے لئے حمد ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور سب جہانوں کا رب ہے اور اسی

الْكِبْرِيَاءِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۸﴾

کے لئے بزرگی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی سب پر غالب اور حکمت والا ہے

کے لئے جو نظریہ حیات اور مضابطہ اخلاق و کردار اسلام نے پیش کیا ہے۔ اس سے بہتر پیش کرنا صرف شکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اور جو لوگ امن و سکون کو اسلامی طرز عمل سے ہٹ کر اپنے بنائے ہوئے آئین و قوانین کی روشنی میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں ان کا یہ سہانا خواب ہمیشہ تشنہ تعبیر رہے گا۔

اتَّخَذَتْكُمْ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ دین سے برگشتہ ہوتے ہیں وہ ہر دور میں آیات قرآنیہ اور احکام اسلامیہ کا تسخیر اڑا یا کرتے ہیں۔ اور زندگانی دنیا کی عیش و عشرت ان کو باز پرس سے غافل کر دیتی ہے۔ خداوند کریم جملہ مسلمانوں کو بالخصوص محمد و آل محمد علیہم السلام کی پیروی کا دم بھرنے والوں کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے اور خداوند کریم میری محنت کو شرف قبول عطا فرمائے اور میرے والدین کے لئے اس خدمت کو ذخیرہ آخرت قرار دے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۲۲ مارچ ۱۹۷۳ء بروز جمعرات صبح ۸ بجے مطابق ۱۶ ماہ صفر ۱۳۹۳ھ ختم ہوئی

۲۶

سُورَةُ احْقَاف

یہ سُورہ مکہ ہے۔ سوائے آیت ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ کے
 اور یہ سورہ جاثیہ کے بعد نازل ہوا۔ اور اس کی آیات کی تعداد چھتیس^(۳۶) ہے۔
 حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص اس سُورہ مجیدہ کی ہر دن یا ہر جمعہ تلاوت کرے۔ وہ
 دنیا میں ہر گھبراہٹ سے اور آخرت میں ہر خطرہ سے محفوظ رہے گا۔ (برہان)
 حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا تمام زمین پر چلنے والے انسانوں سے دس گنا نیکیاں
 اس کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی اور دوسرے نعم میں ریگ دنیا کے ذرات سے دس گنا نیکیاں درج ہیں اور
 اس کے دس گناہ معاف ہوں گے اور دس درجات بلند ہوں گے۔
 اور جو شخص اس کو لکھے اور اپنے پاس رکھے یا دودھ پیتے بچے کو باندھے یا اس کو دھو کر اس کا پانی اس کو پلا یا جھاڑ
 تو وہ بچہ ہر آنے والی تکلیف سے محفوظ رہے گا جو بچوں کو لاحق ہوا کرتی ہیں اور جھوٹے میں باطن رہے گا اور نیز
 جہانی طاقت میں بھی قوی اور مضبوط ہوگا۔
 اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس کو لکھ کر آب زمزم سے دھو کر پئے گا۔ تو
 لوگوں میں محبوب ہوگا۔ اور اس کی بات کو نہ ٹھکرایا جاسکے گا۔ اور جس چیز کو سنے گا اس کو فراموش نہ کرے گا
 اور اس کا لکھ کر پاس رکھنا ہر مطلب کے لئے مفید ہے۔ اگر اس کو دھو کر اس کے پانی سے درغین کو غسل دیا
 جائے تو وہ باذن پروردگار صحت یاب ہوگا۔ (برہان)
 اگر اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو جنات کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اور زیر سر لکھ کر رکھے تو بچہ دامن
 کے شر سے محفوظ رہے گا۔ (فوائد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حَمْدٌ ② تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ③ مَا خَلَقْنَا

حَمْدٌ ② ہمارا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب دانا ہے ہم نے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ④ وَالَّذِينَ

آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے اندر ہے پیدا کیا مگر حق کے ساتھ اور مقررہ مدت کے لئے اور جو لوگ

كَفَرُوا عَمَّا أَنْذَرُوا مُعْرِضُونَ ⑤ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ

کافر ہیں جس سے ان کو ڈرایا گیا اُس سے اعراض کرتے ہیں کہہ دو دیکھئے وہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے

مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي

ہو مجھے دکھاؤ تو ہسی انہوں نے زمین کی کس چیز کو پیدا کیا یا کیا ان کے لئے آسمانوں کے دیبا کرنے میں

السَّمَوَاتِ إِيْتُونِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ

کوئی حصہ ہے ؟ لاؤ اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی علمی دستاویز اگر تم

رَكُوعٌ ⑥ بَيَانِ تَوْحِيدِ ⑦

گزشتہ سورہ میں مذمت شرک اور بیان توحید تھا۔ اس سورہ کی ابتدا بھی اُسی مضمون سے

کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو بلا مقصد پیدا نہیں کیا بلکہ حق کے

ساتھ اور ایک وقت معین یعنی قیامت تک کے لئے پیدا کیا تاکہ دنیا میں نیک اعمال کرنے والوں کو قیامت کے روز اچھا بدلہ

جنت دیا جائے۔ اور بد اعمال کرنے والوں کو قیامت کے دن سزا دی جائے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ - اس مقام پر اپنی توحید پر غیر کی نفی سے اس طرح استدلال فرمایا کہ تم خود متصفانہ جائزہ لو اور فیصلہ

کرو کہ جن کو تم لوگ میرا شریک قرار دے کر اپنے مصائب و مشکلات و مصائب میں پکارتے ہو کیا انہوں نے زمین میں

سے کسی شے کو خلق کیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اُس شے کا نام لو۔ اور ہمیں دکھاؤ۔ اور یقیناً تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر شے کا خالق

واحد صرف خدا ہے اور اس کا اس میں کوئی شریک نہیں پھر بے شک آسمان کی طرف توجہ کرو۔ کیا جن کو تم پکارتے ہو۔ انہوں

نے آسمان میں سے کسی حصہ کو پیدا کیا ہے تاکہ اُن کا میرے ساتھ کوئی اشتراک ہو۔ بے شک قرآن مجید سے پہلے کی کسی کتاب

سے اس کا حوالہ دے دو۔ اور کوئی دوسرا علمی طریقہ اختیار کر کے یہ ثابت کرو۔ اور جب ایسا نہیں ہے تو پھر خواہ مخواہ کیوں غیروں

صَدِيقَيْنِ ۵ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ

سچے ہو اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو اللہ کے غیر کو پکارے جو قیامت تک اس کی

لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ ۶ وَإِذَا حُشِرَ

کوئی بات نہیں سن سکتا اور وہ تو ان کے پکارنے سے بھی غافل ہیں اور جب جمع کیا جائے

النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۷ وَ

گا لوگوں کو تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے اور

إِذَا تَلَّى عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا يَتَّبِعُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ لَمَّا

جب ان پر پڑھی جائیں ہماری واضح آیتیں تو کہتے ہیں کافروں کے متعلق جب ان کے پاس

جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۸ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ

آجائے یہ تو صاف جادو ہے بلکہ کہتے ہیں اس نے افترا باندھا ہے کہہ دیجئے اگر میں نے افترا

فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ كَفَىٰ بِهِ

کیا ہوتا تو تم اللہ سے بچانے کے لئے میری کسی شے کے مالک نہیں ہو وہ خوب جانتا ہے جس میں تم کہتے ہو وہی میرے اور تمہارے

کو پکارتے ہو۔ حالانکہ وہ قیامت تک تمہاری سن نہیں سکتے بلکہ ان کو تمہاری دعاؤں کا بھی علم نہیں ہے۔ پس اس واضح بیان کے بعد کچھ جادو اور جتن کو قبول کرنے میں پس و پیش نہ کرو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ صرف ایک ہے اور وہی ہر حاجت، مطلب، مصیبت اور مشکل میں پکارے جانے کا سزاوار ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً۔ یعنی جو لوگ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور ان کو مصائب و مشکلات میں پکارتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ خود ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے کہ ہم نے ان کو قطعاً اس قسم کی دعوت نہیں دی تھی۔

أَمْ يَقُولُونَ۔ کافرانکار نبوت کے لئے بہانے بناتے تھے۔ کبھی معجزہ دیکھ کر اس کو جادو کہہ دیتے تھے اور کبھی قرآن کی آیات کو سن کر افترا سے تعبیر کر دیتے تھے۔ پس ارشادِ قدرت ہوا ان سے کہہ دیجئے اگر یہ افترا ہوتا تو تم لوگ مجھے خدا کی گرفت سے نہ بچا سکتے یعنی وہ مجھے گرفتار کر لیتا۔

شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۹﴾ قُلْ مَا

درمیان گواہ کافی ہے اور وہ غفور رحیم ہے کہہ دیجئے میں کوئی

كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنِّ

رسولوں میں سے نیا قسم کا نہیں ہوں میں تو نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔

اتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۰﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو مجھ پر وحی ہو اور میں نہیں ہوں مگر صاف ڈرانے والا کہہ دیجئے دیجئے: اگر یہ (قرآن)

إِن كَانَ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي

اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرو تو تم ظالم ٹھہر گے حالانکہ گواہی دی بنی اسرائیل میں سے ایک

إِسْرَآئِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنَ وَاسْتَكْبَرَ تَمْرًا إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

گواہ نے اس جیسی پس وہ خود ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا

وَمَا أَدْرِى - یہ دنیاوی زندگی کے متعلق ہے کہ نہ معلوم میری موت کس طرح ہوگی اور تمہارا انجام کیا ہوگا۔ میں تو وحی پروردگار کا تابع ہوں۔ جو وہ حکم دیتا ہے بجالاتا ہوں۔ لیکن آخرت کے متعلق تو حضور کو یقین تھا کہ میں جنت میں ہوں گا بلکہ اس کا سردار ہوں گا اور کفار جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ - اس کے شان نزول کے متعلق داروسہ نے یہودیوں میں سے عبداللہ بن سلام خفیہ طور پر اسلام لایا اور حضور کے پاس اگر اس نے عرض کی کہ آپ یہودیوں سے دریافت کریں وہ میرے متعلق ضرور کہیں گے کہ یہ شخص ہماری قوم کا عالم ہے۔ پس آپ یہودیوں سے بات کرتے وقت مجھے بتالیں تو میں آپ کی گواہی دوں گا چنانچہ جب آپ نے یہودیوں کی بھری محفل میں عبداللہ بن سلام کو بلایا اور اس سے گواہی طلب کی تو اس نے تورات پڑھ کر حضور کے مسلک کی تصدیق کی اور حضور کی نشانیاں بھی اُس نے تورات سے پڑھ کر سنائیں تو ان لوگوں نے عبداللہ بن سلام کی بھی تکذیب شروع کر دی۔ پس عبداللہ بن سلام اعلانیہ طور پر مسلمان ہو گیا۔

لَّذِينَ آمَنُوا - اس جگہ لام جارہ عن جارہ کے معنی میں ہے۔

إِنَّا قَدِیمٌ - متکلمین کے نزدیک قدیم اُسے کہتے ہیں جس کے وجود کی اول نہ ہو لیکن لغوی اعتبار سے قدیم کا معنی ہے پرانا۔ چونکہ قرآن مجید میں سابق انبیاء اور گذشتہ اُمتوں کے واقعات ہیں اس لئے ازراہ عناد ایمان نہ لانے والے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا

ظالم لوگوں کو اور کیا ان لوگوں نے جو کافر تھے ان کے متعلق جو ایمان لائے اگر (اسلام لانا) اچھا ہوتا تو یہ لوگ ہم

سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدِ وَأَيُّهُ فَسَيَقُولُونَ هَذَا أِفْكٌ قَدِيمٌ ۝۱۲

سے اس کی طرف پہل نہ کرتے اور چونکہ وہ ہدایت نہ پاسکے تو کہتے ہیں یہ پرانا جھوٹ ہے

وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً وَهَذَا كِتَابٌ

اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب (تورات) آئی کہ قابلِ پیروی اور باعثِ رحمت تھی (پس انہوں نے اس کو بھی نہ مانا) یہ کتاب

مُصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرَبِيٍّ لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَلِبَشَرٍ لِّلْحُسَيْنِ ۝۱۳

تصدیق کرنے والی ہے درحالیکہ زبان عربی ہے تاکہ تو ڈرائے ان لوگوں کو جو ظالم ہیں اور خوشخبری ہے نیکی کرنے والوں کے لئے

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

تحقیق جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر ثبات قدم رہے تو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ

هُمْ يَخْزَوْنَ ۝۱۴ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً

وہ غمزدہ ہوں گے ایسے لوگ جنت کے حقدار ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے یہ اس

اپنے ضد و عناد کا جواز یہ کہہ کر ثابت کرتے ہیں کہ یہ پُرانے لوگوں کے پُرانے قصے ہیں ورنہ اگر اس میں کوئی بہتری و

مصلحت ہوتی تو ہم ضرور اس کو تسلیم کر لیتے۔

وَمِنْ قَبْلِهِ - اس کا متعلق تقدّم فعل محذوف ہے اور اس کا جواب بھی محذوف ہے یعنی فَلَمْ يَهْتَدِ

اور معنی یہ ہے کہ قرآن مجید سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات ان لوگوں کے پاس پہنچی کہ وہ اللہ کی

جانب سے رحمت اور ان کے لئے قابلِ اقتداء تھی۔ لیکن انہوں نے اس سے بھی ہدایت حاصل نہ کی۔ ورنہ

بت پرستی چھوڑ دیتے۔

لِسَانًا عَرَبِيًّا - ہذا کتاب سے حال ہے اور عربی کا معنی بھی زبان عربی ہے۔ پس لسان کا ذکر تاکید کے طور پر ہے۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوا اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام و ایمان کا زبانی اقرار کافی نہیں بلکہ اس کی تعلیمات پر استقامت سے

رہنا ضروری ہے اور یہ کہ خاتمہ بھی ایمان پر ہوا و تفسیر برہان میں ہے کہ استقامت سے مراد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام

بِنَاكَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ

کی جڑا ہے جو وہ کرتے ہیں اور ہم نے وصیت کی انسان کو اپنے والدین سے احسان کرنے کی کہ اس کو اس کی

امّہ گڑھا و وضعته گڑھا و حملہ و فصّالہ ثلاثون شهراً حتی اذا بلغ أشده

ماں نے حمل میں اٹھایا تکلیف سے اور جتنا تکلیف سے اور اس کے حمل اور دودھ پھڑائی کی مدت تیس ماہ ہے یہاں تک کہ جب پہنچ گیا

وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتِكَ الَّتِي

چالیس برس کی عمر کو تو کہنے لگا اے رب مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکر کروں

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِمُ لِي

کی ہے اور میرے والدین پر اور یہ کہ میں نیک عمل بجالاؤں جن پر تو راضی ہو اور میری

کی ولایت پر ثابست قدم رہتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ - تفسیر ظاہر کے لحاظ سے اس کا مضمون عام ہے لیکن تاویل و باطن کے طور پر حضرت امام حسین علیہ السلام اس آیت مجیدہ کے واضح مصداق ہیں۔ روایات اہلبیت علیہم السلام میں اس مضمون کی روایات بکثرت وارد ہیں۔ چنانچہ تفسیر برہان میں بروایت کلینی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نبی اکرم پر وحی نازل ہوئی کہ تیری شہزادی جناب فاطمہ زہرا کے بطن اقدس سے بچہ پیدا ہوگا اس کو تیرے بعد تیری امت شہید کر دے گی۔ چنانچہ اس خبر کے سننے کے بعد جب جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حاملہ ہوئیں تو غمگین رہیں۔ اور جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تب بھی غمناک رہیں۔ الخ

اور اگر اس کا مضمون عام رکھا جائے تو مقصد یہ ہے کہ پروردگار نے انسانوں کو ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا حکم دیا ہے اور بچہ ماں کے حقوق کی طرف بالخصوص متوجہ فرمایا ہے کہ کس طرح مشکلات و مصائب کا مقابلہ کر کے وہ بچے کی تربیت کا فریضہ ادا کرتی ہے جب بچہ ماں کے شکم میں ہوتا ہے تو ماں کے لئے تکلیف کا زمانہ ہوتا ہے اور جب وضع حمل کا وقت آتا ہے تو وہ بھی تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن ان مشکل و تکلیف دہ حالات میں وہ اپنے بچے کی بہتری کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرتی بلکہ وہ ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتی ہے اور بچے کی حفاظت کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کرتی ہے اور کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے لہذا پورے اٹھائی سال تک ماں کو بچے کی تربیت کے لئے اپنے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور جملہ تصرفات زندگی میں پورا محتاط رہنا پڑتا ہے۔ اور ہر اس کام اور شغل سے گریز کرتی ہے جس کا بچے کی صحت و زندگی پر اچھا اثر نہ پڑتا ہو پس اسے اپنی طبیعت پر غیر معمولی کنٹرول

کرنا پڑتا ہے۔ راتوں کی نیندوں کا آرام خورد و نوش میں آزادی اور نشست و برخاست میں غیر محتاط رویہ مکمل طور پر بدلنا پڑتا ہے۔ اور بعض مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ اگر بچہ نو ماہ کا پیدا ہو تو دودھ پلانے کی مدت کو اکیس ماہ ہونا چاہیے تاکہ حمل و فصال کی کل مدت تیس ماہ سے نہ بڑھنے پائے اور ابن عباس کا یہی قول ہے۔

بَلَّغَ أَشُدًّا - اس میں چار اقوال ہیں۔

(۱) اس سے مراد تینتیس برس کی عمر ہے (۲) سن بلوغ تک پہنچنا مراد ہے (۳) قیام محبت کا زمانہ مراد ہے تاکہ بالغ عاقل اور رشید ہو جائے (۴) اس سے مراد چالیس برس کی عمر ہے کیونکہ اسی زمانہ سے بالعموم انبیاء پر وحی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس صورت میں بَلَّغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً اس کی تفسیر و توضیح ہوگی۔ اور یہی قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جبریل نے حکیم پروردگار جناب رسالت مآب کو امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی خبر دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی خوشخبری دی کہ امامت بھی ان کی نسل سے ہوگی تو حضور نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو یہ خبر سنائی۔ پس جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہوں نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا بلکہ حضرت رسالت مآب تشریف لاتے تھے اور اپنا انگوٹھا حسین کے منہ میں دیتے تھے جس سے دودھ جاری ہوتا تھا اور وہی ان کی غذا تھی لہذا ان کا گوشت اور خون پیئیر کے خون سے ہے اور چھ ماہ کی مدت حمل میں عیسیٰ بن مریم اور حسین بن علی کے علاوہ اور کوئی بچہ پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا۔ اور ابن بابویہ کی روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کفالت جناب ام سلمہ کے حوالہ تھی اور حضرت رسالت مآب اپنی زبان مبارک حضرت حسین کے منہ میں دیتے تھے اور اُس سے دودھ جاری ہوتا تھا۔ اور اُن کا گوشت اور خون جناب رسول خدا کے خون سے ہے کیونکہ انہوں نے نہ اپنی ماں کا اور نہ کسی دوسری عورت کا کبھی دودھ پیا تھا اور عیسیٰ بن مریم اور حسین علیہما السلام کے علاوہ اور کوئی بچہ چھ ماہ کا پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا۔ لیکن دوسری روایات میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے بچائے حضرت یحییٰ بن زکریا کا ذکر موجود ہے۔

تفسیر برہان میں ہے کہ ہیشتم نامی ایک شخص حضرت عمر کے زمان خلافت میں کہیں محاذ جنگ پر گیا اور پورے چھ ماہ گھر سے غائب رہا۔ جب واپس آیا تو چھ ماہ بعد اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ پس اُس نے عورت کو دربار خلافت میں حاضر کر کے رپورٹ کی کہ میں چھ ماہ غائب رہا اور اب مجھے واپس آئے ہوئے چھ ماہ ہوئے ہیں تو یہ بچہ میرا کیسے ہو سکتا ہے لیکن عورت نے حلفیہ بیان کیا کہ میں نے کوئی زنا نہیں کیا اور یہ بچہ صحیح طور پر اپنے باپ کا ہے اور عورت نے اس بات کی بھی تصدیق کر دی کہ واقعی میں شوہر کے ساتھ چھ ماہ رہی ہوں کیونکہ اس سے پہلے وہ محاذ جنگ پر تھا یہ بیانات سننے کے بعد خلیفہ نے عورت کو زنا کا مجرم قرار دے کر رجم کا حکم دے دیا چنانچہ عورت کو ایک گڑھے میں مکر تک کھڑا کیا گیا۔ اور قریب تھا کہ پتھر مار مار کر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا لیکن اس کی خوش قسمتی سے حضرت علی کو خبر پہنچی اور وہ فوراً مقام سزا پر پہنچے پس آتے ہی عورت کو کیچنے لیا اور فرمایا اے عمر۔ یہ عورت سچ کہتی ہے کیونکہ خدا قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ

فِي دُرِّيَّتِي اِنِّي تَبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦﴾ اُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ

اولاد میں نیکی و صلاحیت پیدا کر میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں تیرے سامنے جھکنے والوں سے ہوں ایسے لوگوں سے ہم قبول

تَقَبَّلْ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي اَصْحَابِ الْجَنَّةِ

کرتے ہیں ان کے اچھے اعمال اور درگزر کرتے ہیں ان کی برائیوں سے درحالیکہ وہ اصحاب جنت میں ہوں گے

وَعَدَ الصِّدِّيقِ الَّذِي يُوْعَدُونَ ﴿١٧﴾ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا

سچا وعدہ جو وہ کئے گئے ہیں اور وہ جو کہے اپنے ماں باپ کو کہ اُف تمہارے لئے کیا

اَتَعْدَانِي اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَعْجِلَانِ اللّٰهَ

تم کہتے ہو کہ میں تمہارے نکال جاؤں گا حالانکہ کئی قریں گزر چکی ہیں مجھ سے پہلے اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہوں

عمل اور دودھ کی مدت میں ماہ ہے پس جب دودھ کی مدت چوبیس ماہ نکال لئے جائیں تو حمل کی مدت کل چھ ماہ بنتی ہے اور عورت کا بچہ بھی چھ ماہ کا ہے لہذا حلالی ہے پس فوراً عمر نے کہا کَوْلا عَلَيَّ لَمَّا كَ عُمَرُ۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ نے آیت مجیدہ میں والدین سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور والدہ کے خصوصی حق کا الگ تذکرہ فرمایا ہے گویا اس کے حق میں زیادہ تاکید فرمائی ہے پس اولاد پر واجب ہے کہ اپنے والدین کے حقوق کے پیش نظر ان کی کماحقہ خدمت بجالائیں اور جب آدمی خود اپنی زندگی کے ابتدائی شباب سے گذر کر مضبوطی اور تجربہ کاری کے زمانہ میں قدم رکھتا ہے جو کہ چالیس برس کی عمر کا زمانہ ہے تو اس وقت اپنی اولاد بھی جوان ہونے لگتی ہے۔ پس خفیہ احساسات میں بیداری آنے لگتی ہے۔ کیونکہ

اپنی ذمہ داریوں کی مناسبت سے اُسے اپنے والدین کی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے اور اپنی اولاد کے طرز عمل سے وہ اپنے والدین کے حق میں اپنے طرز عمل کا جائزہ لیتا ہے پس اپنی اولاد کا جو رویہ اسے اپنے حق میں ناپسند ہوتا ہے۔ اسی قسم کے رویے کو اپنے والدین کے حق میں بھی اُسے ترک کرنا پڑتا ہے اور اپنی اولاد کا جو طریق کار اپنے لئے وہ پسند کرتا ہے اپنے والدین کے لئے اپنے طریق کار کو اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یعنی یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں انسان اپنی

اولاد کے ذریعے سے اپنے والدین کے حقوق کو عملی طور پر سمجھنے کے قابل ہوتا ہے تو اپنے اوپر اولاد والدین کے عائد شدہ حقوق سے عہدہ براہونے کے لئے اللہ سے توفیق کا طالب ہوتا ہے کہ اسے پروردگار مجھے توفیق مرحمت فرما کہ تیری ان نعمت کا شکر ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر نازل فرمائی ہیں اور میرے والدین پر کی ہیں۔ یعنی مجھے اپنے ماتحت اور مافوق کے ہر دو قسم کے حقوق سے صحیح طور پر عہدہ براہونے کی توفیق دے۔ اور اللہ کا شکر ادا کرنے کا مقصد صرف یہ نہیں کہ زبان سے شکر شکر

کی رٹ لگاتا رہے بلکہ اپنے اوپر عائد شدہ ذمہ داریوں سے خدائی ہدایات کے ماتحت عہدہ براہونہی شکر کا صحیح و اصلی مفہوم ہے۔ پس اپنے لئے عمل صالح کی بجائے دعا کی جاتی ہے کہ نہ بزرگوں کے حقوق میں کوتاہی ہو اور نہ بچوں کے

وَلَيْكَ مِنَ الْإِنِّ أَنْ وَعَدَ اللَّهُ حَقٌّ يَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝

اور کہیں تجھ پر مانے ہر ایمان لا تحقیق اللہ کا وعدہ حق ہے تو وہ کہے کہ نہیں یہ کتاب مگر پرانے لوگوں کے قصے

أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

ایسے لوگوں پر ثابت ہو گیا دغاب کا قول ایسی امتوں میں جو ان سے پہلے گزر گئیں

مِّنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرِينَ ۝ وَكُلَّ دَرَجَةٍ

خود جن ہوں یا انسان بے شک ایسے لوگ خسارہ پانے والے ہیں اور ہر ایک کے لئے اپنے

حقوق میں کمی ہو ماور اپنی اولاد کے لئے بھی اصلاح کی دعا کی جاتی ہے تاکہ ان کی خیر و خوبی پر سے خاندان کے لئے باعث برکت قرار پائے۔ پس اسی زمانہ میں انسان اپنی جوانی کی بہرہ گیریوں اور بے راہ رویوں سے بھی توبہ کرتا ہے اور خدائی احکام کے سامنے سر بھی جھکا تا ہے۔ چنانچہ آیت مجیدہ کے آخر میں خداوند کریم نے اس کے حال کی حکایت فرمائی ہے کہ اے اللہ میں نے توبہ کی اور میں جھکنے والوں میں سے ہو گیا۔

أُولَئِكَ۔ جب انسان اپنی لغزشوں سے معافی مانگ لے اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لے تو خداوند کریم ایسے لوگوں کے حق میں فرماتا ہے کہ ہم ان کے نیک اعمال کو قبول کر لیتے ہیں اور ان کی غلطیوں سے درگزر کر کے ان کو جنت میں جگہ دیتے ہیں اور یہ ہمارا سچا وعدہ ہے۔

وَالَّذِي قَالَ:۔ یہ آیت بالعموم تمام ان کافر لوگوں کے لئے ہے۔ جن کے والدین مومن ہوں اور اُس کو ایمان کی طرف بلائیں لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہوئے ماں باپ کی دعوت حق کو ٹھکرا دیں۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس کا شان نزول عبدالرحمن بن ابی بکر کے بارے میں ہے کہ جب ابو بکر مسلمان ہوا تو اُس نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو بھی اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی۔ لیکن اس آیت مجیدہ کے معنوں کو قیامت تک کے لئے عام قرار دینا قرآنی افادیت سے زیادہ مناسب ہے۔ اور آج کل کی نئی تہذیب کے نوجوان جو سکولوں کالوں میں مغربیت زدہ اذہان سے تربیت یافتہ ہو کر گھروں کو پلٹتے ہیں۔ انہیں اسلام، فکار و افکار سے بالکل بیگانگی ہوتی ہے بلکہ مغربی تہذیب سے متاثر ہونے کے بعد اسلامی تمدن کے حق میں دشمنی کی آگ کے دلوں میں روشن ہو چکی ہوتی ہے اور غیر اسلامی تہذیب میں رنگے جانے کے بعد وہ اسلامی تہذیب کی مقدس چادر کو کورانہ تقلید اور بے جا تنقید کے ناخوں سے نوچنا اپنا محبوب مشغلہ سمجھتے ہیں تو جب ضعیف ماں باپ ان کو اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کی جانب سے سنایت غیر شستہ اور ناشائستہ جواب سن کر ان کی تعلیم سے جہالت کی زندگی کو ترجیح دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کے ساتھ تسخر کرنا اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا موجودہ معاشرہ میں تہذیب و تمدن کا ایک جزو بن چکا ہے۔ اور بہت کم نوجوان ہیں جن کے سینوں میں اسلامی

مِمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ ﴿۲۰﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ

کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے (الگ الگ) درجے ہوں گے تاکہ انکو اپنے اعمال کا بدلہ (پورا بدلہ) ملے اور نہ ظلم نہ کیا جائیگا اور جس دن پیش کیا جائیگا

الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبَتْهُمْ طَبِيبَتُكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

کافروں کو دوزخ پر (توڑ کیا جائیگا) کہ تم اپنی لذتیں دنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے ہو اور

تعلیم کی شعلیں روشن ہیں اور اپنے اذہان کی پختہ کاری سے وہ ہر گراہ کن انکار کی رو سے محفوظ ہونے کی سعادت سے محکوم ہیں قرآن مجید کی متذکرہ آیت نیک ماں باپ اور آوارہ مزاج اولاد کے درمیان قیامت تک ہونے والے مکالمات کی نشاندہی کر رہی ہے۔ اور جو کم بخت اولاد والدین کی نصیحت کو اپنی ہٹ دھرمی سے ٹھکرا دے اور قرآن مجید کے واقعات کو قصہ پارینہ کہہ کر نظر انداز کر دے تو ان کے لئے عذاب دائمی کی پیش کش ہے۔ اور قرآن مجید نے اس امر کو واضح فرمایا ہے کہ یہ نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے جنوں اور انسانوں میں ایسی مثالیں پیدا ہوتی چلی آئی ہیں

وَيَكُلُّ دَرَجَتٌ - یعنی نیک اعمال بجالانے والے لوگوں کے لئے جنت میں اپنے اپنے اعمال کی نسبت سے الگ الگ درجے اور مرتبے ہوں گے۔ کوئی بلند اور کوئی پست۔ اسی طرح بدکار لوگوں کے لئے اپنی اپنی بد اعمالیوں کی مناسبت سے جہنم میں الگ درجے ہوں گے۔ کوئی بلند اور کوئی پست اور عام اصطلاح میں درجات جہنم کو درجات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ - یعنی کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ یعنی کسی جہنمی کو اپنی بد عملی کی نوعیت سے زیادہ سزا نہ دی جائے گی۔ اور نہ ناکردہ گناہ کی سزا ہوگی۔ اور نہ کسی جنتی کو اپنی نیکی کی نوعیت سے کم جزا دی جائے گی۔ اور نہ کسی کی کوئی نیکی نظر انداز کی جائے گی۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ مِمَّا عَمِلُوا - مقصد یہ ہے کہ کافر لوگوں کو دنیا میں کوئی نیکی کی سبک دہی نہ ہوگی کی جزا دنیا میں ہی دی جا چکی ہوگی۔ پس آخرت میں وہ اپنی نیکی کی جزا کا مطالبہ نہ کر سکے گا۔ چنانچہ کفار کے لئے دنیا میں اچھی خوداک عمدہ لباس اور ظاہری بخت و اقبال ان کی بعض اچھی عادات و عمدہ صفات کے بدلہ میں ہوتا ہے پس جب جہنم میں اپنے کفر و شرک و عناد کی وجہ سے پہنچیں گے اور اپنی نیکیوں کی جزا مانگیں گے تو ان کو کہا جائے گا کہ تم دنیاوی زندگی میں لذت سے بہرہ اندوز ہو چکے ہو اور اپنے اچھے اعمال کا بدلہ لے چکے ہو۔ اب یہاں تمہارے لئے تمہاری بد اعمالیوں کے بدلہ میں ذلت آمیز عذاب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور یہ عذاب تمہارے اس تکبر کا نتیجہ ہے جس کا تم زمین میں اظہار کرتے تھے اور اس فتنہ و فحش کا نتیجہ ہے جس کا تم زمین میں ارتکاب کرتے تھے۔ اور ناحق تکبر کرنا کا قصد یہ ہے کہ تمہیں تجتد کرنے کا کوئی حق نہیں تھا کیونکہ تکبر صرف اللہ کی ذات کو ہی زیبا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تکبر بعض حق ہوتا ہے اور بعض ناحق ہوتا ہے۔

وَأَسْتَمِعْتُمْ بَعْدَ - یعنی تم اپنی طیبات سے دنیا میں فائدہ اٹھا چکے ہو کہ حلال اور عمدہ رزق کو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ

وَأَسْتَمْتَحْتُم بِهَا نَالِيَوْمَ تَجْزُونَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْكِبُونَ

ان سے فائدہ مند ہو چکے ہو پس آج تمہیں ذلت آمیز عذاب کی سزا دی جائے والی ہے کیونکہ تم

فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ﴿۲۱﴾ ع

زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور حق سے تجاوز کرتے تھے

نہیں کیا بلکہ اپنی لذات کے لئے ہی اسے خرچ کیا ہے لہذا آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ گناہوں کے بدلہ میں عذاب ہی عذاب تمہارے حصہ میں ہے۔

تفسیر مجید البیان میں عربی خطاب سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور رسول اکرم کے گھر میں آپ سے اجازت
نہیں دے کر داخل ہوا جب کہ آپ ام ابراہیم (ماریہ) کے حجرے میں ایک چھوٹی سی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے کہ جسم
اطہر کا لجن حصہ زمین پر تھا اور آپ کے سر کے نیچے جو تکبیر تھا اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، میں سلام کے بیٹھ گیا
اور عرض کی یا رسول اللہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور آپ اس کے برگزیدہ و محبوب ہیں، ادھر قہقہہ و کمرے سونے کے سخت پر
ریشم و دیباچہ کے بستروں پر سوتے ہیں، لیکن آپ کی حالت یہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا انہوں نے اپنی لذات دنیا میں حاصل
کر لی ہیں اور یہ منقطع ہونے والی ہیں۔ اور ہم نے اپنی لذات آخرت کے لئے بچا رکھی ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب
نے فرمایا میں اپنی قیص کو اس قدر پیوند لگا چکا ہوں کہ اب درزی کے پاس لے جاتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے مجھے
کسی نے کہا ہے کہ اس کو پھینک دیجئے تو میں نے کہا ہٹ جاؤ کہ صبح کے وقت مسافرات کے سفر کی تھکان کی مدح کہتے ہیں
یعنی رات کو جس قدر سفر میں تھکان اٹھائی جائے ایک تو منزل پر جلد ہی پہنچتا ہے۔ دوسرے جس قدر تھکا ہوا اسی قدر منزل پر
پہنچ کر اس کو آرام و سکون زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دنیاوی تکالیف کے بعد آخرت کی لذات میں لطف
تیرا وہ ہو گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے
اور بازار سے دو ٹیپ میں خرید کر ان میں سے اپنے غلام کو ایک کے جن لینے کا حکم دیتے تھے پس جس کو غلام پسند کر لیتا تھا
اور دوسری کو آپ زیب تن فرماتے تھے۔ پس آئینوں کا جو حصہ انگلیوں سے تجاوز کرتا تھا اس کو کاٹ دیتے تھے اور اسی
طرح ٹخنوں سے بڑھنے والے حصے کو بھی کتر ڈالتے تھے اور اپنے پنجسالہ قدر حکومت میں آپ نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی
یعنی کوئی تعمیر امارت یا محل رہائش نہیں تعمیر فرمایا اور نہ اپنے بعد کوئی سونایا یا چاندی چھوڑ کر گئے آپ کا دستور تھا کہ لوگوں کو گندم
اور گوشت سے کھانا کھلاتے تھے اور خود سرکہ اور زیتون کے ساتھ نان جویں تناول فرماتے تھے اور جب بھی آپ کے سامنے
دو کام ایسے آتے جن میں رضا نے بددعا ہوئی تو آپ ان دونوں میں سے اس کو اختیار فرماتے تھے جو زیادہ مشقت طلب ہوتا آپ
نے اپنی زندگی میں اپنی ذاتی کمائی سے ایک ہزار غلام کو آزاد کیا کہ آپ کے بعد اور کسی سے بھی یہ نہ ہو سکا۔ آپ کا دستور تھا کہ

وَاذْكُرْ اٰخَاعَادِ اِذَا اَنْذَرْتُمْوَهُ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَّتِ التُّدْرُ مِنْ بَيْنِ

اور یاد کرو قوم عاد کے بھائی (مرد) کو جب اُس نے اخلاف میں اپنی قوم کو ڈرایا حالانکہ ڈرانے والے اس سے پہلے اور اس کے بعد

بَيْنِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّىْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

بھی گذرے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب

دن و رات کے چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار رکعت نماز نافلہ پڑھا کرتے تھے اور عبادت میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام آپ کے بہت شاہد تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام جب بصرہ میں علاء بن زیاد کی بیماری پر سی کے لئے تشریف لے گئے تو اُس نے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کے متعلق اس امر کا شکوکہ کیا کہ وہ ایک عبا ہیں کرونیاسے الگ تھلگ ہو گیا ہے آپ نے فرمایا اُسے بلاؤ۔ چنانچہ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تجھے شیطان نے دھوکہ دیا ہے۔ لہذا اس سے بچو۔ کیا تم کو اپنی بیوی بچوں پر ترس نہیں آتا۔ اور اللہ نے جو چیزیں تم پر حلال کی ہیں کیا وہ ان کے استعمال سے تجھ پر ناراض ہو گا؟ اُس نے عرض کی کہ آفت! آپ بھی تو کھردرا لباس اور معمولی غذا اپنے لئے پسند فرماتے ہیں (اور دنیا کی لذتوں سے روگردانی کرتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا (میرے اوپر اپنے آپ کو قیاس نہ کرو) کیونکہ میری حیثیت تجھ جیسی نہیں ہے۔ اللہ نے ائمہ حق پر واجب کیا ہے کہ رعایا کے کمزور ترین انسانوں کی طرح زندگی گذاریں تاکہ طبقہ فقراء اپنی زندگی سے مایوس نہ ہو جائے (مجمع البیان) حضرت علی علیہ السلام کے اس طرز عمل میں تمام دنیاوی حکمرانوں کے لئے وہ درس موجود ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو پوری انسانیت کے لئے دنیاوی زندگی نورۂ جنت بن جائے۔

اٰخَاعَادِ۔ چونکہ قوم عاد کی طرف سے بحث ہوئے تھے۔ اسی لئے ان وعاد کا بھائی رکوع ۳ حضرت ہود کا ذکر کہا گیا ہے۔ جیسے کہ حضرت صالح کو اخو ثمود کہا جاتا ہے۔ اسی طرح عربی میں جس

شخص کو اُس کی قوم کی طرف نسبت دے کر بات کرنی ہو تو لفظ اخ کو اُس قوم کی طرف مضاف کر کے اُس کے متعلق بات کی جاتی ہے۔ مثلاً اخو خندہ اور اخو عدی وغیرہ۔

اَلَّا حَقَّاق۔ یہ حقیقت کی جمع ہے اور اس کا معنی سب سے ریت کا بڑا ٹیلا جو پیٹ کی حد تک نہ پہنچا ہو۔ اس جگہ اس کے متعلق چار اقوال ہیں۔ (۱) عمان اور مہرہ کے درمیان ایک وادی کا نام ہے (۲) عمان سے حضرت موسیٰ تک کے علاقہ کا نام ہے (ابن اثیر) (۳) یمن میں سمندر کے کنارے کے ریگستانی علاقہ کا نام ہے (۴) ہر وہ زمین جس میں جگہ بہ جگہ ریت کے ٹیلے ہوں اس کو اخلاف کہا جاتا ہے۔

وَقَدْ خَلَّتِ التُّدْرُ۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔ یعنی حضرت ہود سے پہلے اور ان کے بعد بھی نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ جاری

یَوْمَ عَظِيمٍ ﴿۲۲﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَاْفِكَنَا عَنْ الْإِهْتِنَانِ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا

کاڈر ہے تودہ کہنے لگے کیا تر اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے خداؤں سے پھیر لے ہیں تو لے آجں کا وعدہ

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَابْلَغُكُمْ

کرتا ہے اگر تو سچا ہے حضرت ہود نے کہا بے شک اس کا علم اللہ کو ہے اور میں تودہ چیز تمہیں

مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْ اَرْسَلْتُكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا

پہنچا تاہوں جس کے ساتھ بھیجا گیا ہوں لیکن میں تم کو جاہل قوم سمجھتا ہوں پس جب انہوں نے دیکھا اس کو رجس کا وعدہ

مُسْتَقْبِلَ اَوْدِیْتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ

کئے گئے تھے بادل کی شکل میں ان کی دادیوں کی طرف آتا ہوا تو کہنے لگا یہ بادل ہم پر برسے والا ہے بلکہ وہ وہ ہے جس کی تم نے

بِهٖ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ تَدْمِرُ كُلَّ شَیْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوا

جلدی کی تھی (تیز و تند) ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو اللہ کے امر سے ہر شے کو ہلاک کر دے گی پس صبح ہوئی

رہا جو ایک خدا کی عبادت کا درس دیتے رہے۔

قَالُوا۔ جب حضرت ہود نے اپنی قوم کو بت پرستی کے چھوڑنے اور ایک خدا کی عبادت کرنے کی نصیحت فرمائی تو انہوں نے

برہانا مانا۔ اور کہنے لگے کہ تو ہم سے اپنے آبائی خداؤں کی عبادت چھڑانے کے لئے آیا ہے لہذا ہم تمہاری بات ماننے کے لئے

تیار نہیں ہیں۔ پس جس عذاب کا وعدہ کرتے ہو اُسے لے آؤ۔ آپ نے فرمایا میں اس بات کا وعدہ دار نہیں ہوں بلکہ میرا کام ہے

کہ پیغام رسالت تم تک پہنچا دوں۔ ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ اور عذاب کو جلدی بھیجے یا دیر سے بھیجے اللہ کا کام ہے

البتہ تمہارے اس رویے سے میں اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ تم جاہل قوم ہو۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مَّارِجًا۔ صغیر غائب کا مرجع ہے۔ عذاب جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ یعنی جب عذاب بادل کی شکل میں انہوں نے اپنی

دادیوں کی طرف متوجہ ہوتا دیکھا تو کہنے لگے یہ ہم پر برسے گا۔ کیونکہ کافی عرصہ سے ان لوگوں پر بارش نہیں ہوئی تھی۔ اور

وہ لوگ قحط سالی کا شکار تھے۔ پس بادل کو آتے دیکھ کر خوش ہوئے۔ تب حضرت ہود نے فرمایا یہ برسے والا بادل نہیں بلکہ یہ

تیز آندھی ہے جس میں تمہارے لئے دردناک عذاب ہے۔

تَدْمِرُ۔ تدمیر کا معنی ہے ہلاک کرنا۔ پس جب عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو حضرت ہود امدان کے ساتھ ایمان

والے لوگوں کی مختصر جماعت ایک باغیچہ میں چلے گئے۔ اور وہ عذاب سے بال بال محفوظ رہے لیکن باقی سب قوم امدان

کے اموال و حیوانات عذاب کی نذر ہو گئے اور اُس تیز و تند ہوا میں آدمی اس طرح اڑتے نظر آئے جس طرح فضائے آسمانی

لَا يَرَى الْاِسْمٰكِنَهُمْ كَذٰلِكَ تَجْزٰى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ

تران کے ٹھکانوں کے سوا کچھ نہ تھا اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم لوگوں کو اور ہم نے ان

مَكْتَنَهُمْ فَيَمَّا اِنْ مَكَتْكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَةً لَا يَرٰ

کو قدرت دی ان چیزوں میں جن میں تم کو قدرت دی ہے اور ہم نے ان کو کان آنکھیں اور دل دئے تران کو نہ

فَمَا اَعْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا اَبْصَارُهُمْ وَلَا اَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ

ناشدہ دیا ان کے کانوں آنکھوں اور دلوں نے کچھ بھی

اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٧﴾

کیونکہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور ان پر وہ (عذاب) اترا جس کی وہ مسخری کیا کرتے تھے

میں مڈھی دل موجود ہوں۔ پس ان کے خالی مکانوں کے علاوہ کچھ نہ رہا۔ اور تفسیر صافی میں ہے کہ آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل تیز

ہوا جاری رہی۔ ہوانے پہلے تران کو ٹیلوں میں دفن کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ ریت اڑتی لگتی۔ اور آخر میں ان کی ریت کے نیچے دفن

لاشیں ظاہر ہو گئیں اور ہوانے ان کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور ان کا قصہ سورہ ہود میں گذر چکا ہے۔ ج، ص ۲۵

مَكْتَنَهُمْ۔ یہ تمکین سے ہے اور تمکین کا معنی یہ ہے کہ اُس کام کے ہونے میں جن چیزوں کو دخل ہے وہ سب ہیا کی جائیں مثلاً

قدرت آلات اور وہ تمام ذرائع جن پر فعل موقوف ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تمکین کا معنی ہے کام کے ہونے میں جملہ رکاوٹوں

کا قلعہ ہونا۔ لیکن یہ بھی پہلے معنی میں آجاتا ہے۔ لہذا تمکین کا پہلا معنی درست ہے۔

فَيَمَّا اِنْ مَكَتْكُمْ فِيْهِ۔ یہاں ان نافیہ ہے۔ اور ما موصولہ کے بعد ما نافیہ سے ان نافیہ کا استعمال بہتر ہو ا کرتا ہے۔ چنانچہ رَغِبْتُ

فَيَمَّا مَا رَغِبْتُ فِيْهِ یعنی میں نے اس چیز میں رغبت کی جس میں تم کو رغبت نہیں تھی، کے بجائے اگر کہا جائے رَغِبْتُ

فَيَمَّا اِنْ رَغِبْتُ فِيْهِ تو بہتر ہوگا۔ اس جگہ معنی یہ ہے کہ کفار مکہ کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ حضرت ہود کی قوم کو ہم نے وہ

طاقت و قوت دی تھی کہ تم لوگوں کے پاس وہ نہیں ہے۔ تو جب اُس طاقتور قوم کو میرے عذاب سے کوئی شے نہ بچا سکی تو

تم کیسے بچ سکو گے۔ اور بعض مفسرین نے ان کو زائدہ قرار دے کر معنی یہ کیا ہے کہ جس طرح تمہارے لئے نصیحت کے قبول

کرنے کے اسباب ہم نے پیدا کئے اور بھانے والا رسول بھیجا اور توحید کی دلیلیں نصب کیں۔ اسی طرح ان کے لئے بھی یہ سب

اسباب موجود تھے اور چونکہ انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا پس گرفتار عذاب ہو گئے۔ چنانچہ ہم نے مناظر قدرت کو دیکھنے

کے لئے آنکھیں اور آوازیں سننے کے لئے کان اور سوچنے دیکھنے کے لئے دل ان کو عطا کئے جس طرح تمہیں دئے۔ لیکن

انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور بالآخر گرفتار عذاب ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی تمام نشانیوں کا انکار کر دیتے تھے۔ اور

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ وَصَرَفْنَا آيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۸﴾

اور تحقیق ہم نے ہلاک کیں تمہارے گرد و نواح میں کئی بستیوں اور بدل بدل کر ہم نے نشانیاں بھیجیں تاکہ وہ (کفر سے) پلٹیں

فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً بَلْ ضَلُّوا

تو کیوں نہ مدد کی ان کی (ان خداؤں نے) جن کو انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا تھا اور ان کا قرب چاہتے تھے بلکہ وہ تو ان

عَنْهُمْ وَذَلِكَ أَفْكَهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْقَرُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا

سے الگ رہے ادیب ان کا بہتان تھا اور افترا تھا اور جب ہم نے تمہاری طرف ایک گروہ بھیجا

عذاب کی پیشگوئی کو مذاق میں ڈال دیتے تھے پس تم لوگ ان کے انجام بد سے عبرت و نصیحت حاصل کرو ورنہ تمہارا بھی وہی انجام ہو گا جو ان کا ہوا۔

رُكُوعٌ ۛ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا ۛ اہل مکہ کو نصیحت ہے کہ تمہارے گروہ پیش میں اپنی سرکشوں کی بدولت کئی امتیں گرفتار

عذاب ہو چکی ہیں مثلاً حضرت بود کی قوم عاد جو مین کے علاقہ میں تھی اور حضرت صالح کی قوم جو حجر (یعنی حضرموت) کے

علاقہ میں تھی۔ اور حضرت لوط کی قوم جو مکہ سے شام جانے والے راستہ پر آباد تھی۔ پس تمہارا فرض ہے کہ ان کے عبرتناک

انجام سے سبق سیکھو۔

وَصَرَفْنَا ۛ لوگوں کو سمجھانے اور ان کو ہدایت کے قریب تر لانے کے لئے اللہ سبحانہ نے اپنی مہربانی سے کئی طریقے

اختیار فرمائے ہیں۔ اور اسی کے متعلق فرماتا ہے ہم نے بدل بدل کر ہدایت کا طریق کار اختیار کیا تاکہ شاید کوئی طریقہ اکیلی طبیعتوں

کے لئے موثر ہو جائے۔ چونکہ لوگوں کے مزاجوں میں کافی اختلاف ہے۔ بعض لوگ عقلی دلیلوں سے مطمئن ہوتے ہیں۔ بعض

اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ بعض معجزہ دیکھ کر تپلی حاصل کر لیتے ہیں۔ بعض نعمات خداوندی کی آمد سے نصیحت

حاصل کرتے ہیں۔ بعض کسی کے گرفتار عذاب ہونے سے سبق لیتے ہیں۔ بعض اچھے لوگوں کے واقعات اور ان کے

نصیحت آموز قصوں سے ہدایت حاصل کر لیتے ہیں اور بعض لوگ غلط کار لوگوں کی غلطیوں کے واقعات سے متنفر ہو کر اپنی

اصلاح کر لیتے ہیں۔ وحلیٰ ہذا القیاس۔ پس خداوند کریم نے لوگوں کو لیان لانے اور کفر سے بچنے کے لئے یہ تمام طریقے اختیار

فرمائے ہیں۔ اور یہ اس کی شانِ رحمت ہے۔ لیکن پھر بھی ناقدہ شناس لوگ اپنی ضد پر ڈٹے رہے اور کفر پر اڑے رہے

تو انعام محبت کے بعد ان کو عذاب خداوندی نے گھیر لیا اور انہیں کوئی شے نہ بچا سکی۔

قُرْبَانًا ۛ قربان سے مراد ہر وہ کام جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کیا جائے عبادت، ہویا کوئی کارِ خیر ہو اور اس کی

جمع قرابین ہوتی ہے۔ اس مقام پر فرماتا ہے کہ اللہ کے علاوہ انہوں نے جن کو معبود بنا رکھا ہے انہوں نے ان لوگوں سے عذاب

کو کیوں نہ دفع کیا۔ اور ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ ایسے موقع پر تو وہ ان سے الگ ہو گئے تھے۔ درحقیقت ان کو معبود قرار دینا

ان کی غلطی تھی۔ اور بہتان و افترا تھا۔ کیونکہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ پس وہی ایک خدا ہے جو لائق عبادت

مِّنَ الْجِنِّ يَسْمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَوْا

جنوں میں سے جو قرآن سنتے تھے پس جب وہ پہنچے تو کہنے لگے چپ رہو دُعا سے سنا پس جب پورا ہوا تو وہ بے اور مشکل و مصیبت کے وقت اُسی کو ہی پکارنا چاہیے اور وہی ہر قسم کی مصیبت کو دور کرتا اور ہر مشکل کو آسان فرماتا ہے جس کو وہ بیمار کرے اُسے تندرست کوئی نہیں کر سکتا اور جس کو وہ شفا بخشنے اُسے کوئی بیمار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جس کو وہ موت دے اُسے کوئی بچا نہیں سکتا اور جسے وہ زندگی دے اُسے کوئی مار نہیں سکتا نیز جس کی مصیبت کو وہ دور کرے اس کو کوئی گرفتار بلا نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گرفتار بلا کرے اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا پس معبود اور مقصود حاجات وہی ایک خدا ہے اور اس کے انبیاء و اولیاء بالخصوص حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام اُس کی بارگاہ میں اس کے قرب کا بہترین وسیلہ ہیں۔

انکشاف عجیب | تفسیر برہان میں ہے قوم عاد کے علاقہ میں معتصم عباسی نے ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا جو تین سو قد آدم کے برابر کھودا گیا لیکن پانی برآمد نہ ہوا۔ پس مایوس ہو کر کام بند کر دیا گیا۔ جب متوکل عباسی کا دور آیا تو اُس نے پھر کھدائی کا کام جاری کر دیا۔ چنانچہ بہت گہرائی تک جانے کے بعد ایک چٹان نکل چلی جس سے اس کو توڑا گیا تو اس سے اس قدر سرد ہوا کہ نکلے کھودنے والے سب لقمہ اجل ہو گئے۔ چنانچہ متوکل کو خبر ہوئی تو اُس نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے اس کا حل طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہاں قوم عاد کی احقاف کی بہتیاں تھیں جو عذاب خداوندی کی لپیٹ میں آگئی تھیں۔

بروایت احتجاج طبری یہ واقعہ منصور دوانیقی کے زمانہ کا ہے کہ اُس نے کنواں کھودنے کا حکم دیا اور اخیر مایوس ہو کر کام بند کر دیا تو اس کے بعد خلیفہ مہدی عباسی نے دوبارہ اُسی منصوبہ پر عمل کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ کافی گہرائی تک پہنچنے کے بعد ایک سرد ہوا نکلے تو وہ آدمیوں کو اوپر سے رستی باندھ کر لٹکایا گیا کہ حقیقت حال کو معلوم کریں۔ انہوں نے کافی دیر کے بعد رستی کو حرکت دی تو انہیں واپس کھینچ لیا گیا۔ اور انہوں نے بتایا کہ وہاں عورتوں مردوں کی سخی شدہ لاشیں ہیں۔ اور برتنوں اور گھروں کے کھنڈرات موجود ہیں۔ اور جو آدمیوں کے گھسے ہیں ان کے اوپر لباس موجود ہے۔ کوئی میٹھا ہے کوئی لیٹا ہے اور کوئی تکیہ لگاے ہوئے ہے اور ان کو چھونے سے کپڑے خاکستر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پس حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے حقیقت حال کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قوم عاد ہے جن کو اصحاب احقاف کہا جاتا ہے اور یہ لوگ گرفتار عذاب ہوئے تھے۔

نفذاً مِنَ الْجِنِّ۔ تفسیر صافی میں ہے نفوس سے کم کو کہا جاتا ہے۔ اور بروایت احتجاج حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تعداد نہ تھی۔ اُن میں سے ایک نصیبین کے۔ بننے والا تھا۔ اور باقی آٹھ عروبن عامر کی اولاد سے تھے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے جنوں کے بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے ان کو توفیق دی کہ وہ اس طرف آگئے۔ اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ چونکہ قوم جن آسمانوں کی طرف جاتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد بھی اُن کے لئے آسمانوں کے راستے بند نہ ہوئے تھے۔ اب جو شباب ثاقب کی وجہ سے اُن کی آسمانوں پر جانے سے روکاؤٹ کی گئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ

إِلَىٰ تَوْمِهِم مِّنْذِرِينَ ﴿۳۰﴾ قَالُوا يَاقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ

اپنی قوم کی طرف مبتغ ہر کر چلے کہنے لگے اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد

بَعْدَ مُوسَىٰ مَصَدِّقًا لِّبَيْنِ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۱﴾

نازل کی گئی جو اپنے سے پہلے کی نصیحت کرنے والی ہے حق کی اور صراط مستقیم کی ہدایت کرتی ہے

زمین میں چل چکر دیکھیں کوئی بات نئی پیدا ہوئی ہے جس کی بدولت ہم آسمان کی طرف جانے سے روک دئے گئے ہیں چنانچہ پھرتے پھرتے دومی نخل میں انہوں نے حضور کی زیارت کر لی جب کہ آپ عکاظ کی طرف جاتے ہوئے وہاں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ پس وہ وہاں رک گئے اور آپ کی تلاوت کان لگا کر سنی۔ اور بہت متاثر ہوئے حتیٰ کہ واپس اپنی قوم کی طرف مبتغ بن کر پٹھے۔

تفسیر مجمع البیان میں زہری سے منقول ہے کہ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد رسول اللہ پر سخت آزمائش کا فائدہ تھا کیونکہ آپ کی پناہ گاہ ختم ہو گئی اور ظاہری سہارا ٹوٹ گیا۔ اور حضور کو اذیت دینے میں کفار قریش کو کسی کا خوف نہ رہا تھا پس آپ مکہ سے دل تنگ ہو کر طائف تشریف لے گئے تاکہ وہاں پناہ مل جائے۔ قوم ثقیف میں سے سعود اور اس کے دو بھائی سرداران قوم اور رؤسا تھے جب آپ نے ان کے سامنے اپنی دعوت اسلامیہ کا اظہار فرمایا تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی۔ اور آپ سے محول کرنے لگ گئے۔ چنانچہ آپ مائوس ہو کر وہاں سے پٹھے تو سرداران قوم کے اشارے سے طائف والوں نے راستے پر دو طرفہ صفیں باندھ لیں اور آپ پر سنگ بارانی شروع کر دی۔ چنانچہ آپ کے قدم مبارک سخت زخمی ہو گئے اور مشکل وہاں سے جان بچا کر نکلے۔ اُس وقت آپ کے دو زخموں سے خون جاری تھا۔ آپ ایک باغ کے قریب پہنچے تو اُس کے اندر عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ موجود تھے۔ آپ کو ان کے دیکھنے سے مزید پریشانی ہوئی۔ کیونکہ ان دونوں کی اسلام دشمنی کا آپ کو علم تھا۔ پس انہوں نے اپنے عدوس نامی نصرانی غلام کو انگور دے کر آپ کی طرف بھیجا۔ یہ غلام دراصل ینبوا کے رہنے والا تھا۔ آپ ایک پہاڑ کے ٹیلے کے سایے میں آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ آپ نے اُس غلام سے دریافت فرمایا کہ تو کہاں کے رہنے والا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ میں ینبوا کا باشندہ ہوں آپ نے فرمایا وہی ینبوا جہاں حضرت یونس علیہ السلام نبی بن کر آئے تھے۔ اُس غلام نے پوچھا کہ آپ حضرت یونس کو کیونکر پہچانتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اُسی نے ہی مجھے خبر دی ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت یونس کے واقعات سنائے تو عدوس نصرانی آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور خون آلود قدموں کو اُس نے بار بار چرما۔ یہ ماجرا عتبہ اور شیبہ دو فو دیکھ رہے تھے۔ جب غلام واپس اُن کے پاس پلٹا تو انہوں نے اس سے قدم بوسی کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا کہ وہ ایک نیک بخت انسان ہے اور اُس نے مجھے اپنے پیغمبر حضرت یونس کا حال سنایا ہے۔ انہوں نے کہا خیال کرنا کہیں

يَقَوْمَنَا اجْبِئُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَامْنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اور اے ہماری قوم اللہ کی طرف سے دعوت دینے والے کی طرف چلو اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے

تمہیں وہ نصرا نیت سے پھیلانے دے۔ بہر کیف حضورؐ کافی تکالیف جھیلنے اور سفر کی صعوبت برداشت کرنے کے بعد واپس مکہ کی طرف پلٹے۔ جب آپؐ مقام غلہ پر پہنچے تو رات کے وقت نماز پڑھ رہے تھے کہ مقام نصیبین کے جنوں میں سے وہاں سے ایک گروہ کا گزرا ہوا۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز آپؐ نے شروع کی اور انہوں نے قرآن سنا اور متاثر ہو کر قوم کی طرف پلٹے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حضورؐ کو قوم جنات پر بھی مبعوث کیا گیا تھا اور حکم ہوا کہ ان کو پیغام توحید سناؤ۔ اور ان پر قرآن کی تلاوت کرو۔ اور اللہ نے غیوٹے کے جنوں میں سے ایک گروہ کو وہاں بھیج دیا۔ آپؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ آج رات میں جنوں کو قرآن سنانے جاؤں گا۔ تم میں سے میرے ساتھ کون آئے گا تو عبد اللہ بن مسعود نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں۔ ابن مسعود کہتا ہے کہ آپؐ کے ہمراہ میں اکیلا ہی تھا۔ جب ہم مکہ سے بلندی کی طرف ایک کافی اونچی جگہ پر پہنچے تو آپؐ غار میں داخل ہوئے جسے شعب الجحون کہا جاتا تھا۔ اور میرے لئے ایک خط کھینچ دیا کہ اس سے باہر نہ جاؤں۔ چنانچہ خود چلے گئے اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا تو سیاہ رنگ کی مخلوق کافی آگئی کہ میرے اور حضورؐ کے درمیان وہ حامل ہو گئے۔ حتیٰ کہ میں آپؐ کا آواز بھی نہ سن سکتا تھا۔ پھر واپس جانے لگ گئے اور یوں لگتا تھا جیسے بادل کے سیاہ ٹکڑے بکھر رہے ہوں۔ پس تھوڑے سے بچ گئے اور صبح تک حضورؐ ان سے مکمل طور پر فارغ ہو گئے۔ پھر آپؐ نے مجھ سے دریافت کیا کہ تو نے بھی کچھ دیکھا ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ حضورؐ سیاہ رنگ کے لوگ جن کے لباس سفید تھیں نے دیکھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ نصیبین کے جن تھے۔

علقہ نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں اُس رات آپؐ کے تھانہ تھا کاش کہ ہوتا۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ نصیبین کے جنوں میں سے سات تھے جو حضورؐ کے پاس آئے تھے تو آپؐ نے ان کو اپنی اپنی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا تھا۔ بعض روایات میں نوکی قہاد ہے اور ان میں سے ایک کا نام زوبہ لکھا ہے۔ جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب حضورؐ نے سورہ الرحمن لوگوں پر تلاوت کی تو سب خاموش رہے۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں سے ترجیح اچھے تھے کہ جب میں پڑھتا تھا قیامیٰ اَلَا رَبِّیْ جَعَلَ تَکْذِبًا تَوَدُّهُ فَوَ اَکْثَرُ کَیْتَمَ تَحْتِیْ۔ اَلَا رَبِّیْ جَعَلَ تَکْذِبًا تَوَدُّهُ فَوَ اَکْثَرُ کَیْتَمَ تَحْتِیْ۔

تفسیر بہان میں ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت نبی اکرمؐ مکہ سے عکاظ کے بھرے میلے میں لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور آپؐ کے ہمراہ زید بن حارثہ بھی تھا۔ جب آپؐ کی دعوت کو وہاں کسی نے قبول نہ کیا تو واپس مکہ کی طرف پلٹے۔ جب وادی مجنہ میں پہنچے تو آپؐ نے تہجد پڑھی۔ اس جگہ جنوں کا ایک گروہ آپؐ کے پاس سے گذرا تو وہ قرائت سننے کے لئے ٹھہر گیا اور ایک دوسرے کو انہوں نے کہا کہ خاموش ہو کر غور اور توجہ سے سنو۔ چنانچہ وہ نہایت مشاشر ہوئے۔ اور آپؐ نے جب قرائت ختم کی تو وہ اپنی قوم کی طرف چلے گئے اور اپنی قوم سے انہوں

الِیْمِ ۳۲) وَمَنْ لَا يَجِبُ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ

دے دے اور جو اللہ کی جانب سے دعوت دینے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ زمین میں عاجز کرنے والا نہیں اور نہ

مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ط أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۳۱) أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ

اس کا کوئی اس کے علاوہ دوست ہوگا ایسے لوگ واضح گمراہی میں ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے تحقیق اللہ وہ ہے جسے

نے بیان کیا کہ ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتری ہے اور گزشتہ شریعتوں کی تصدیق کرنے والی نیز راہِ راست اور طریقِ حق کی ہدایت کرنے والی ہے اور اپنی قوم سے انہوں نے کہا کہ حضورؐ کے پاس چل کر ان پر ایمان لاؤ چنانچہ وہ آئے اور ایمان لائے اور حضورؐ نے ان کو اسلام کے احکام تعلیم فرمائے پھر اس کے بعد سورہ جن نازل ہوا۔ اور حضورؐ نے ان پر ایک والی بھی مقرر فرمایا اور وہ وقتاً فوقتاً حضورؐ کے پاس آکر مسائل دریافت کیا کرتے تھے ادا آپؐ نے ان کی تعلیم حضرت علیؓ کے سپرد فرمائی تھی۔ پس جنوں میں سے مسلمان مومن یہودی نصرانی و مجوسی وغیرہ ہر قوم کے افراد ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ سب جان کی اولاد ہیں۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور نبی اکرمؐ جس طرح انسانوں کے نبی تھے۔ اسی طرح جنوں کے بھی وہ نبی تھے لہذا آپؐ کے بعد آپؐ کا قائم مقام وہی ہو سکتا ہے جو جنوں اور انسانوں دونوں کو اسلامی مسائل سے مطمئن کر سکے۔

بروایت احتجاج طبری تفسیر برہان میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے شیاطین کو اللہ نے سحر کیا تھا چنانچہ وہ قوم و قوم کی تعمیرات اور تصویریں بنا کر آپؑ کے سامنے اپنی غلامی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ آپؑ نے فرمایا کہ بے شک تمہارا کہنا درست ہے لیکن حضور نبی اکرمؐ کو سلیمانؑ سے بھی زیادہ شرف اللہ نے دیا۔ کیونکہ جو شیاطین حضرت سلیمانؑ کے ماتحت تھے وہ اپنے کفر پر برقرار تھے لیکن حضرت محمدؐ مصطفیٰؐ کے سامنے جو جن و شیاطین سحر ہوئے وہ کفر کو چھوڑ کر ایمان و اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے اور آپؐ کے وہ سچے دل سے عقیدہ مند تھے اور قوم جن کے رؤسا میں سے نوجنؑ حضورؐ کے پاس آئے تھے۔ ایک ان میں سے نصیبین کے رہنے والا تھا اور باقی آٹھ احجر کے علاقہ سے عمرو بن عامر کی اولاد سے تھے جن کے نام یہ ہیں (۱) شُغْنَاة (۲) مَغْنَاة (۳) مِہْہَا (۴) مِہْہَا (۵) مِہْہَا (۶) یضاہ (۷) اھاضب (۸) عمرو اور یہ قوم آپؐ کے پاس وادی نخل میں آئی تھی اور اس کے بعد آپؐ کے پاس اکثر تزار جن آئے تھے۔ جنہوں نے آپؐ کی بیعت کی تھی اور یہ فضل سلیمانؑ سے بدرجہا بہتر ہے۔ اقول۔ بعض روایات میں وادی نخل اور بعض میں وادی مجنہ کا لفظ شاید اس لئے ہے کہ اُس وادی کے دو نام ہوں۔

فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ۔ یعنی جو لوگ اللہ کی دعوت کو قبول نہ کریں گے وہ زمین میں اللہ کی سلطنت سے ہباگ نہیں سکتے وہ جب بھی چاہے ان کو گرفت کر سکتا ہے پس نہ وہ اس کو زمین میں رہ کر عاجز کر سکتے ہیں۔ اور نہ ان کو اللہ کی گرفت سے کوئی بچا سکتا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن اللہ نے آسمان و زمین پیدا کئے اور ان کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں کیا وہ مردوں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَغِيْ بِخَلْقِهِنَّ بِقَدِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ط بَلَىٰ إِنَّهُ

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں (تو کیا وہ نہیں) قادر مردوں کے زندہ کرنے پر ؟ ہاں (یقیناً قادر ہے)

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۷﴾ وَيَوْمَ لُعِرَ صُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ

کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور جن دن پیش کئے جائیں گے کافر لوگ دروزخ پر

أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ط قَالُوا بَلَىٰ وَرَبَّنَا ط قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

(تو کہا جائیگا) کیا یہ حق نہیں ؟ کہیں گے ہاں حق ہے، پروردگار کی قسم۔ فرمائے گا پس چکھو عذاب کو بوجہ اس کے کہ تم

کو زندہ کرنے پر قادر نہیں، یعنی اَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ لَنَا لِقَادِرٌ الْآیۃ اور یہی وجہ ہے کہ خبر پر بار زائدہ داخل ہے۔

فَاصْبِرْ۔ حضور نبی اکرم کو کفار مکہ کی ایذا رسانی اور ان کے مسلسل انکار کے بعد صبر کی تلقین سے کہ جس طرح سابق اولوالعزم پیغمبر اپنی امتوں کی ایذا رسانی پر صبر کر کے وقت گزار گئے۔ آپ بھی صبر

اولوالعزم پیغمبر

کرتے رہیں۔ اولوالعزم رسولوں کے متعلق پانچ اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ اولوالعزم کا معنی ہے۔ صاحبانِ عزم و استقلال اور چونکہ اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء عزم بخیر اور ارادہ قویہ کے ساتھ پوری ثابت قدمی سے تبلیغ دین فرماتے رہے لہذا سب کے سب اولوالعزم تھے اور حضور کو سابق انبیاء کے طریقہ پر صبر سے تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس صورت میں من بیانہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اولوالعزم وہ چھ پیغمبر ہیں جنہوں نے انتہائی مشکل و کٹھن منازل میں صبر کیا ہے حضرت نوح جنہوں نے قوم کی سخت سے سخت تر ایذا رسانی کے بعد بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ دوسرے حضرت ابراہیم جنہوں نے آگ کے جڑتے ہوئے شعلوں میں کود کر اپنے صبر و ضبط کا مظاہر کیا۔ اور واسن توحید کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ تیسرے حضرت اسمٰعیل جنہوں نے ذبح کے لئے اپنے آپ کو پیش کر کے انتہائی صبر کا نمونہ پیش کیا (یہ اس روایت کے ماتحت ہے جس میں ذبح حضرت اسمٰعیل کو کہا گیا ہے۔ اور ہم نے تفسیر کی جلد ۱۱ میں ثابت کیا ہے کہ ذبح حضرت اسمٰعیل کے بجائے حضرت اسماعیل تھے) چوتھے حضرت یعقوب جنہوں نے اپنے بیٹے یوسف کی جدائی پر صبر سے کام لیا۔ اور آنکھوں کی بینائی کے کھوجانے کے بعد بھی بے صبری کا اظہار نہ کیا۔ پانچویں حضرت یوسف جنہوں نے جانیوں کی جانب سے ڈھائے جانے والے مظالم پر صبر کیا۔ کنویں میں گرائے گئے اور قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں لیکن دامن صبر و ضبط کو نہ چھوڑا۔ اور چھٹے حضرت ایوب جنہوں نے سخت اذیتوں۔ تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود انتہائی صبر و ضبط سے کام لیا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ انبیاء ہیں جن کو دشمن سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے خندہ پیشانی سے اس کو نبھایا۔

تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعِزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ

کفر کرتے تھے پس صبر کر جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لئے جلدی نہ کر (طلب عذاب کی)

كَأَنَّهُمْ يُؤْمِرُونَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَعَ

گویا کہ جس دن وہ دیکھیں گے وہ جس کا وعدہ کئے گئے ہیں (معلوم ہوگا) نہیں بٹھے (دنیا میں) مگر دن کی ایک گھڑی (یہ قرآن) تبسین

فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ﴿۳۶﴾ ع

ہے پس نہیں ہلاک ہوگی مگر فاسق قوم

چوتھا قول یہ ہے کہ اولوالعزم پیغمبر کل چار ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہودؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اولوالعزم پیغمبر وہ تھے جو نبی شریعت کے کرائے اور ان کی شریعت سابق شریعت کی مانع تھی اور وہ پانچ ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی قول ابن عباس سے بھی منقول ہے اور اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے بھی اسی طرح وارد ہے۔ فرمایا یہ پانچ اولوالعزم پیغمبر باقی تمام نبیوں سے افضل و برتر ہیں اور یہی قول حق ہے اور علماء شیعہ کا اسی پر اتفاق ہے۔

تفسیر برہان میں ہدایت، کافی، جامع بن مہران سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اولوالعزم رسولوں کے متعلق فرمایا کہ وہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ علی نبینا وعلیہم السلام ہیں راوی نے پوچھا کہ وہ کیسے اولوالعزم بن گئے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت نوح کو کتاب اور شریعت دے کر بھیجا گیا اور ان کے بعد مبعوث ہونے والے تمام انبیاء ان کی شریعت پر عمل پیرا رہے۔ جب حضرت ابراہیم تشریف لائے تو نبی کتاب و شریعت لائے اور سابقہ شریعت ان کی وجہ سے منسوخ ہو گئی۔ اور جو نبی ان کے بعد آئے وہ انہی کی کتاب و شریعت پر عمل کرتے رہے پھر حضرت موسیٰ کتاب تو رات اور شریعت الگ لے کر آئے اور سابقہ شریعت منسوخ ہو گئی۔ ان کے بعد جو نبی تشریف لائے ان کی شریعت کے تابع رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ تشریف لائے اور کتاب انجیل اور شریعت جدیدہ لے کر آئے اور شریعت موسویہ منسوخ ہو گئی اور آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جو کتاب قرآن اور شریعت اسلامیہ کے مبلغ بن کر آئے تو حضرت عیسیٰ کی شریعت منسوخ ہو گئی۔ پس ان کا حلال قیامت تک حلال رہے گا۔ اور ان کا حرام قیامت تک حرام رہے گا اور یہی اولوالعزم پیغمبر ہیں۔

سُورَةُ مُحَمَّدٍ

یہ سورہ مدنیہ کہلاتا ہے سوائے آیت ۱۱ کے۔ دورانِ ہجرت مدینہ کے راستہ میں یہ سورہ نازل ہوا اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت ۲۹ ہے یہ سورہ حدید کے بعد نازل ہوا۔
تفسیر مجمع البیان میں بروایت ابی بن کعب منقول ہے حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا جو شخص سورہ محمدؐ کی تلاوت کرے گا ضروری ہے کہ اللہ اس کو جنت کی نہروں سے سیراب فرمائے۔

اور بروایت ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس سورہ مجیدہ کو پڑھے گا اس کو دین میں کبھی شک نہ ہوگا اور وہ مشرک و کفر سے ہمیشہ محفوظ رہے گا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر میں ایک ہزار فرشتے نوکل ہوں گے جو اس کی قبر میں صلوات بھیجیں گے اور اس کا ثواب صاحبِ قبر کو پہنچے گا اور وہی اس کی تہنیت کریں گے اور بارگاہِ پروردگار میں مقامِ امن تک اس کو لے جائیں گے۔ پس وہ اللہ و رسول کی امان میں ہوگا۔ اور آپؐ نے فرمایا جو شخص چارے اور بھارے دشمنوں کے حالات کا جائزہ لینا چاہے تو اس کی تلاوت کرے کیونکہ اس میں ایک آیت ہے جس میں ہے تو دوسری چارے دشمنوں سے متعلق ہے۔

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ مجیدہ کو پڑھے گا تو قبر سے نکلتے ہوئے جس طرف کا رخ کرے گا حضرت رسول اللہؐ کا اس کو دیدار ہوگا۔ اور اللہ اس کو جنت کی نہروں سے سیراب فرمائے گا۔ اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ نیند اور بیماری میں پُر امن رہے گا۔ اور دوسری دعایت میں ہے۔ ہر بیماری و معصیت سے محفوظ رہے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا جنوں کی اذیت اس سے دفع ہوگی اور نیند و بیماری میں محفوظ رہے گا۔ اور اس کے ساتھ باندھنے سے ہر سر پر آنے والی معصیت سے بامِن رہے گا۔ باذن اللہ تعالیٰ۔

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں،

[Signature]

26

يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۖ فَإِذَا الْقِيَمَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضْرَبَ

خدا بیان کرتا ہے لوگوں کے لئے مثالیں پس جب تم ملاقات کرو (جنگ میں) کافروں سے پس ان کی

الرِّقَابُ حَتَّىٰ إِذَا أَثْنَمْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً

گردنیں اڑاؤ یہاں تک کہ جب ان پر غالب آ جاؤ تو ان کو مضبوط طور پر قیدی کر لو پھر یا تو احسان کر کے چھوڑ دیا فدیہ قبول کر کے رہا

حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ ۖ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ

کر دیا یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے (بند ہو جائے) یہ بات (یاد رکھو) اور اگر اللہ چاہتا تو خود ان سے انتقام لے لیتا لیکن وہ چاہتا

لَيْسَلُوا بَعْضُكُم بِبَعْضٍ ۖ وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۚ

ہے) کہ تمہیں بعض کو بعض سے آزمائے اور جو لوگ قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں تو ان کے اعمال کو ہرگز وہ ضائع نہ کرے گا

اور اگر درویش ہو گیا تو خدا نے ان کا نور سلب کر لیا اور ان کو ایسی تاریکیوں میں چھوڑا کہ کچھ نہیں دیکھ پاتے وہ گمگمے بہرے اور اندھے ہیں کہ نہیں رجوع کرتے۔

بِالْحَقِّ۔ بال کا معنی دل بھی ہوتا ہے اور اس کا معنی حال اور شان بھی ہوتا ہے اور یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔ اور اس کی جمع کبھی نہیں آتی۔

أَثْنَمْتُمُوهُمْ۔ اٹھان زیادہ قتل کرنا دشمن کو زیر کرنا اور ان پر شدت کرنا۔ اس جگہ مقصد یہ ہے کہ تم جب سختی اور زیادہ قتل کی وجہ سے دشمن پر غالب آ جاؤ اور ان کو زیر کر لو کہ وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں تو ان کو اپنی قید و گرفت میں سے لو۔

فَإِمَّا مَنًّا۔ یہاں مَنَّا اور فِدَاءً مفعول مطلق ہیں۔ اور ان کا عامل وجوباً محذوف ہے۔ یعنی تَمْنُونَ مَنًّا اور تَفْدُونَ فِدَاءً اور قاعدہ یہ ہے کہ جہاں مفعول مطلق جملہ سابقہ کے معنوں کی تفصیل واقع ہو وہاں اس کا عامل وجوباً محذوف ہوا کرتا ہے۔ اور

کفار قیدیوں کے متعلق آئمہ طاہرین علیہم السلام کی جانب سے ہدایت اس طرح وارد ہے کہ قیدیوں کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ جو لڑائی کے دوران گرفتار ہوں ان کے متعلق امام کو اختیار ہے کہ ان کو قتل کر دے یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے یعنی وہاں

ہاتھ اور بایاں پاؤں یا اس کا عکس اور ان کو چھوڑ دے کہ آخر مر جائیں۔ اور اس صورت میں نہ من جائز ہے اور نہ فدا جائز ہے (۲) دوسرے وہ قیدی جو جنگ ختم ہو جانے کے بعد گرفتار کئے جائیں تو ان میں امام کو اختیار ہے کہ من کرے یعنی ازراہ

احسان ان کو چھوڑ دے یا فدا قبول کرے۔ یعنی مال یا مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں چھوڑ دے یا ان کو غلام بنا کر رکھے یا ان کو قتل کر دے۔ پس من و فدا یا استرقاق و قتل میں سے امام جو حکم دے اس کی اطاعت ضروری ہے۔

أَوْ ذَٰلِكَ۔ یہ و زکر جمع ہے جس کا معنی ہے بوجہ اور اس جگہ آلات جنگ مراد ہیں۔

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۖ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝

ان کی رہبری فرمائیں گا اور اس کی حالت کی اصلاح کریگا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کو ان کے لئے معطر کیا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝

اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثبات قدم کرے گا

وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ

اور جو لوگ کافر ہیں پس اُن کے لئے ہلاکت ہے اور ان کے اعمال برباد ہیں کیونکہ انہوں نے اس کو

كَرَهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي

نامید کیا جو اللہ نے اتاری پس ان کے اعمال کو ضبط کر دیا کیا نہیں سیر کرتے زمین

وَلَوْ يَشَاءُ ۚ عَنِ اللَّهِ جَاءَتْ الْكُفْرَ كُفْرًا وَلَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ بِهِ لَبَاسٌ

ہو اور تم اپنے اختیار سے مراتب ثواب اور مدارج جنت کے مستحق ہو۔

وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ اس لفظ کو دہرانے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی جگہ بال سے مراد دینی و دنیاوی حالتوں کی اصلاح تھی جو جنت

کی سبب ہے۔ اور اس جگہ بال سے مراد خود جنت ہے یعنی ان کی جنت کو خوب سجائے گا۔

عَرَّفَهَا لَهُمْ ۚ یعنی وہ جنت جس کی ان کے سامنے اُس نے تعریف کی ہے کہ وہ اُس کو جانتے ہوں گے یا یہ کہ اپنے اپنے

جنت کے ٹھکانوں کو وہ جانتے ہوں گے۔ اور سیدھے ان میں چلے جائیں گے یا یہ کہ عورت سے ہے جس کا معنی خوشبو ہے یعنی

وہ جنت جس کو اللہ نے ان کے لئے معطر کر رکھا ہے۔

إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ ۚ آیت مجیدہ میں پروردگار نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے کہ اگر تم خلوص نیت سے اللہ کے

دین کی مدد کرو گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات کرے گا۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے

جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ جہاد وہ دروازہ ہے جو اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لئے مقرر فرمایا ہے

اور یہ سونوں کے لئے کرامت اور باعثِ رحمت ہے جو اللہ نے ان کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ جہاد تقویٰ کا لباس اللہ

کی محفوظ زندہ اور جنت کی رسید ہے جو شخص اس کو روگردانی کر کے ترک کر دے اللہ اس کو ذلت کا لباس اور معیبت

کی چادر پہنائے گا۔ اور وہ خوشحالی سے دور ہوگا۔ اُس کے دل پر برائی کی اور دین پر حقارت کی دھڑلک جائے گی اور جہاد

کے ضائع کرنے سے وہ رسوائی کو چھپے گا۔ انصاف سے دور اور حق سے الگ ہوگا اور اللہ اس پر غضب ہوگا کیونکہ اس

نے اس کے دین کی نصرت سے گریز کیا۔ الخ۔

درجہ

درجہ

الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَمَرَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

میں تاکر اُن لوگوں کا انجام دیکھیں جو ان سے پہلے گزرے جن کو اللہ نے ہلاک کیا اور

وَالْكَافِرِينَ أَمْثَالَهُمَ ۖ ۝۱۱ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ

کافروں کے لئے انہی جیسا عذاب ہوگا یہ اس لئے کہ اللہ کارساز ہے اُن کا جو ایمان لائے اور کافروں

الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۖ ۝۱۲ إِنَّ اللَّهَ يَدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

کا کوئی کارساز نہیں ہے شک اللہ داخل کرے گا ان کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ

بجلائے ان باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ لذت اٹھاتے ہیں اور

وَيَاكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ ۝۱۳ وَكَأَيُّ

کھاتے ہیں جس طرح حیوان کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے اور کتنی

مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلُكُمْ فَلَا

بستیاں جو تیری اس بستی سے جس نے تجھے نکالا ہے مضبوط تھیں طاقت میں ہم نے اُن کو ہلاک کیا تو ان کا

كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ - حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں ہے جنہوں نے

حضرت علیؑ کے حق میں اُترنے والی آیات کو ناپسند کیا اور انہی کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کے اعمال برباد ہو گئے۔

وَالْكَافِرِينَ أَمْثَالَهُمَ - یعنی جس طرح گذشتہ امتوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور گرفتار عذاب ہوئے اسی طرح

یہ لوگ بھی حق کا انکار کر کے گرفتار عذاب ہوں گے اور انکار کرنے والوں کے لئے انہی جیسا عذاب ہوگا۔ بہر کیف ان کا

ظاہر اگرچہ زمانہ پیغمبر کے سکروں کے لئے ہے لیکن اُن کی تاویل اور باطن قیامت تک کے مسکین حق کے متعلق جاری

رہے گا۔ دُکوع ۷

يَتَمَتَّعُونَ - یعنی جس طرح حیوانی زندگی کھانے پینے اور دنیاوی لذات سے بہرہ اندوز ہونے کے علاوہ اور

کوئی مقصد نہیں رکھتی۔ اسی طرح وہ لوگ جو کافر ہیں وہ بھی اپنی زندگی کا مقصد حیوانوں کی طرح کھانا پینا اور دنیاوی لذات

سے بہرہ ور ہونا قرار دیتے ہیں۔ اور آیت میں اختصار ہے۔ یعنی يَتَمَتَّعُونَ كَمَا تَمَتَّعُ الْأَنْعَامُ - یعنی وہ دنیاوی

منافع سے اس طرح لذت اندوز ہوتے ہیں جس طرح چوپائے لذت اندوز ہوتے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس

نَاصِرْلَهُمْ ۝۱۳ اَمِنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ

کوفی مدگار نہ تھا پس کیا جو شخص اپنے رب کی جانب سے واضح دلیل رکھتا ہو اس جیسا ہے جس کے لئے اپنی بد عملی

سُوْءُ عَمَلِهِ وَاَتَّبَعُوا اَهْوَاءَهُمْ ۝۱۴ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ

مزمین ہو اور وہ اپنی خواہشات کے پیرو ہوں مثال آس جنت کی جس کا متقین کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے

فِيهَا اَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَّاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَغَيَّرْ طَعْمُهُ

اس میں نہ شیر ہونے والے پانی کی نہریں جاری ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں جن کا ذائقہ مستحضر نہ ہوگا

وَاَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّرِبِیْنَ وَاَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی وَاَنْهَارٌ

اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہوگا اور خالص شہد کی نہریں اور

طرح چوپائے کھاتے ہیں۔ یعنی جس طرح چپاؤں میں حلال و حرام اور اپنے دبگانے کی تیز نہیں ہوتی۔ اسی طرح کافروں کی بھی حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے فرق سے بے نیاز ہو کر کھانے پینے اور دنیاوی منافع سے لذت اندز ہونے میں اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں اور دوزخ ان کا پتلا ٹھکانا ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ۔ مثل اور مثل مترادف ہیں جس طرح شبہ اور شبہ مترادف ہیں۔ یہاں مثل مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ یعنی ان باغات کی مثال جن کا متقینوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ان جیسی ہے جس طرح تم دنیا میں دیکھ چکے ہو لیکن دنیاوی باغات اور جنتی باغات میں جو فرق ہے بعد میں اس کا بیان ہے کہ ان باغات کی نہروں کا پانی کبھی بدبودار نہ ہوگا۔ وہاں نہ خراب ہونے والے دودھ کی نہریں ہوں گی۔ وغیرہ۔

اَمِنْ یٰۤاَسِیْنَ یٰۤاَسُوْنَا یٰۤاَسْنَا۔ علمہ لعلہ کے باب سے ہے اور اس کا معنی ہے بدبودار ہونا۔

تفسیر عمدۃ البیان کی ایک روایت میں ہے کہ شب معراج حضور نبی اکرم نے جنت کی سیر فرمائی تو جنت کی چاروں نہروں کے منبع کو دیکھنے کے لئے ایک قبہ میں داخل ہوئے وہاں ایک سترن دیکھا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر تھا۔ خالص پانی کی نہر بسم اللہ کے میم کے حلقہ سے دودھ کی نہر لفظ اللہ کے ہاء کے حلقہ سے شہد کی نہر رحمن کے میم کے حلقہ سے اور شراب کی نہر رحیم کے میم کے حلقہ سے جاری تھی۔ اور بسم اللہ کی بائیں لکھا ہوا تھا کہ دنیا میں جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا اس کو یہ چاروں نہریں عطا ہوں گی۔ اور منقول ہے کہ دنیاوی شراب کی بدبوستی اور سردی و دھوپ جنت کی شراب میں نہ ہوں گے بلکہ وہ خالص لذیذ ہوگی۔

کَمَنْ هُوَ خَالِدٌ۔ خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ یعنی مَن كَانَ فِیْ هٰذَا كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ۔ یعنی جو

ہوگا

۱۰۹

لَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي

ان کے لئے اس میں ہر قسم کے میوہ جات ہوں گے اور اپنے رب کی بخشش ہوگی (کیا یہ لوگ) اُن جیسے ہو سکتے ہیں جو اُن میں ہمیشہ

النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءُهُمْ ۝۱۶ وَمِنْهُمْ مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ

رہیں گے اور گرم پانی پلائے جائیں گے جس سے ان کی انتڑیاں ٹوٹے ٹوٹے ہوں گی اور بعض ان میں سے وہ جو آپ کی باتیں سنتے ہیں

حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنفَا

یہاں تک کہ جب باہر نکلتے ہیں تو صاحبانِ علم سے پوچھتے ہیں کہ انہوں نے کیا فرمایا تھا

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝۱۷ وَالَّذِينَ

ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ نے مهر لگا دی ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور جو لوگ

اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَاتَّبَعُوا تَقْوَاهُمْ ۝۱۸ فَمَلٌ يُّنْظَرُونَ

ہدایت یافتہ ہیں خدا ان کی ہدایت کو زیادہ کرتا ہے اور ان کو تقویٰ عطا کرتا ہے پس نہیں وہ انتظار کرتے

شخص ان نعمتوں میں ہو کیا وہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو جہنم کا اندھن ہو اور گرم کھولتا ہوا پانی اس کی خوراک ہو

مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ - یعنی رسول اللہ کی مجلس میں بیٹھنے والے بعض ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے کہ حضور کے وعظ و نصیحت سے

ذرا بھر فائدہ نہ اٹھاتے تھے بلکہ دامنِ جھاکر کراٹھ کھڑے ہوتے تھے اور باہر جا کر ان لوگوں سے دریافت کرتے تھے جن کو

اللہ نے علم و فہم کی دولت سے مالا مال کیا ہے کہ حضور نے ابھی ابھی اپنے وعظ میں کیا کچھ فرمایا تھا اور یہ ایسے لوگوں کا تذکرہ

ہے جو منافق طبع تھے کہ حضور کی باتوں کو دل میں جگہ نہ دیتے تھے بلکہ ایک کان سے سنتے اور دوسرے کان سے نکال دیتے

تھے اور انہی کے متعلق فرمایا کہ ان کے دلوں پر لفاق کی مہریں ہیں اور وہ خواہشات نفس کے پابند ہیں - تفسیر مجمع البیان میں

اصبح بن نباتہ سے منقول ہے - حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں سناتے تھے تو ہم یاد

کر لیتے تھے اور وہ لوگ باہر آکر پوچھتے تھے کہ آپ نے کیا فرمایا تھا -

وَأَتَتْهُمْ تَقْوَاهُمْ - یعنی خدا ان کو تقویٰ کی توفیق بخشا ہے یا یہ کہ خدا ان کو تقویٰ کا اجر عطا فرماتا ہے -

أَن تَأْتِيَهُمْ - یہ السَّاعَةُ سے بدل اشمال ہے کیونکہ تاویل مصدر میں ہے یعنی إِلَّا السَّاعَةَ أَتِيَانَا -

فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا - اشراط کا معنی علامات کیا گیا ہے حضور سے مروی ہے -

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَمَا بُعِثَ بَنُو إِدْرِيسَ - یعنی مبعوث ہوا ہوں درحالیکہ میں اور قیامت

شل ان دونوں کیوں گے ہیں یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کسی اور نبی کی آمد نہ ہوگی - تفسیر صافی میں کافی سے منقول

إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا

مگر قیامت کی کہ ان کے پاس اچانک آجائے تو تحقیق اس کی علامات آچکی ہیں پس وہ کہاں سے نصیحت

ہے۔ حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا علامات قیامت میں سے فالج کا عام ہونا اور اچانک موت کا زیادہ ہونا ہے۔

تفسیر: ہان اور صافی میں بروایت علی بن ابراہیم عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں ہم حضور نبی کریمؐ کے ہمراہ تھے۔ آپؐ نے کعبہ کے دروازہ کے حلقہ میں ہاتھ ڈالا اور عماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا میں تم کو قیامت کی علامات بتاؤں؟

اُس وقت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ قریب کھڑے تھے۔ سب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! تو آپؐ نے فرمایا

قیامت کے علامات میں سے ہے نماز کا ضائع کرنا۔ شہوات کی اتباع۔ خواہش نفس کی طرف میلان۔ مالدار لوگوں کی تعظیم اور دنیا

کے بدلہ میں دین کی سودا بازی۔ جب یہ وقت آئے گا تو مومن کا دل اس طرح گھپلے گا جس طرح پانی میں نمک گھلتا ہے۔ کیونکہ

وہ منکر کو دیکھے گا لیکن اُسے روک نہ سکے گا۔ سلمان نے عرض کی حضور! الیا وقت بھی آئے گا؟ تو آپؐ نے فرمایا مجھے اُس ذات

کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں ظالم حکمران اور فاسق وزیر ہوں گے اور عارف لوگ ظلم کرنے والے

ہوں گے اور جن کو امین سمجھا جائے گا وہ خائن ہوں گے۔ سلمان نے اذراہ تعجب عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ بھی ہوگا؟ تو آپؐ

نے فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اے سلمان! اس وقت معروف منکر ہوگا۔ اور

منکر معروف ہوگا۔ خائن کو امین سمجھا جائے گا۔ اور امین کو خائن قرار دیا جائے گا۔ چھوٹے کو سچا کہیں گے اور سچے کو جھوٹا سمجھا

جائے گا۔ پھر سلمان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ایسا بھی ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ ہاں ہوگا۔ پھر فرمایا۔ مجھے اس ذات کی

قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس وقت عورتوں کی حکومت ہوگی۔ کینیزوں سے مشورے لئے جائیں گے

منبروں پر لڑکے تقریریں کرنے والے ہوں گے۔ جھوٹ کا دواج ہوگا۔ زکوٰۃ کوتاہن سمجھا جائے گا۔ نے کو غنیمت قرار دیا

جائے گا۔ والدین پر لوگ جفا کریں گے۔ دوست دوست سے بری ہوگا اور دمدار ستارہ طلوع کرے گا۔ سلمان نے عرض کی

یا رسول اللہ! ایسا بھی ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہوگا اور مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان

ہے۔ اے سلمان! اُس وقت عورتیں مردوں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی۔ بارشیں کم ہوں گی۔ شرفاء کا دم گھٹے گا

غریبوں کو حقیر سمجھا جائے گا۔ پس اُس وقت بازاروں میں یہ باتیں ہوں گی، کوئی کہے گا میں نے کچھ نہیں سچا؟ دوسرا کہے گا مجھے

بجیت کچھ نہیں ہوئی! اور اکثر لوگ اللہ پر ناراض ہوں گے۔ پس سلمان نے عرض کی یا رسول اللہ! ایسا بھی ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا

ہاں اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اے سلمان! ان کے بعد ایسی قومیں آئیں گی کہ بولیں گے

تران کو قتل کیا جائے گا۔ اور حبیب رہیں گے تو ان کا سب مال مباح سمجھا جائے گا۔ اور ان کی عزت لوٹ لی جائے گی۔ ان

کے دل دھوکے اور فریب سے بھر ہوں گے۔ اور وہ ایک دوسرے سے خوف زدہ اور مرعوب ہوں گے۔ سلمان نے عرض

کی یا رسول اللہ! یہ بھی ہوگا؟ تو آپؐ نے قسم کھا کر ہاں میں جواب دیا اور فرمایا اے سلمان! اُس وقت کوئی شے مشرق سے آئنگی

۹۴۰

۷۰

۹۴۰

جَاءَتْهُمْ ذِكْرُهُمْ ۝ فَاَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لَذُنُوبِكَ

حاصل کریں گے جب وہ آجائے گی پس جان کر تحقیق کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور اپنے گناہوں کے لئے معافی

وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۝ وَيَقُولُ الَّذِينَ

مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے اور اللہ جانتا ہے تمہارے انجام اور ٹھکانے کو اور ایمان والے کہتے ہیں کہ

کوئی چیز مغرب سے آئے گی۔ میری اُمت کے کمزور لوگوں کے لئے مصیبت ہوگی۔ نہ چھوٹے پر رحم کریں گے نہ بڑوں کی عزت کریں گے۔ کسی سے غلطی سرزد ہونے کے بعد چشم پوشی نہ ہوگی۔ پس ان لوگوں کے جسم انسانوں کی طرح ہوں گے اور دل شیطان ہوں گے۔ سلمان نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسا بھی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اے سلمان! اُس زمانہ میں مرد مردوں سے خواہش پوری کریں گے اور عورتیں عورتوں سے خواہش پوری کر لیں گی۔ لڑکوں کو اس طرح اغوا کیا جائے گا جس طرح لڑکیوں کو اغوا کیا جاتا ہے۔ یعنی لڑکوں پر اس طرح غیرت کی جائے گی جس طرح لڑکیوں سے کی جاتی ہے۔ مرد عورتوں سے مشابہت کریں گے اور عورتیں مردوں سے مشابہت کریں گی۔ اور عورتیں مردوں کی طرح گھوڑوں پر سواری کریں گی۔ پس میری اُمت کے ان افراد پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ پھر سلمان نے ازراہ تعجب دریافت کیا کہ حضور! ایسا بھی ہوگا؟ تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ضرور ہوگا اور فرمایا اے سلمان! جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں کو مزین کرتے ہیں لوگ مساجد کو بھی مزین کریں گے۔ قرآن کو آراستہ کریں گے۔ مینا راونچے بنائیں گے۔ صفوں میں آدمی زیادہ ہوں گے جن کے دل ایک دوسرے سے متنفر ہوں گے اور زبانیں مختلف ہوں گی۔ سلمان نے عرض کی: حضور! یہ بھی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے سلمان! اُس وقت میری اُمت کے مرد سونا اور ریشم پہنیں گے۔ سلمان نے عرض کی: حضور! یہ بھی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! اے سلمان! مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ سودا بازی رشتہ و کمیشن سے ہوگی۔ پس دین نیچے ہوگا۔ دنیا اوپر ہوگی۔ سلمان نے کہا یا رسول اللہ! یہ بھی ہوگا؟ تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا: ہاں! ضرور ہوگا اور فرمایا اس زمانہ میں طلاق زیادہ ہوگی اور اللہ کی کوئی حد قائم نہ ہوگی۔ سلمان نے کہا حضور! یہ بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اُس وقت گانا بجانا عام ہوگا اور میری اُمت کے بدترین لوگ یہ کادبار کریں گے۔ سلمان نے عرض کی یہ بھی ہوگا؟ تو آپ نے قسم کھا کر ہاں میں جواب دیا۔ اور فرمایا اُس زمانہ میں دولت مند سیر کے لئے متوسط طبقہ تجارت کے لئے اور غریب لوگ ناموری کے لئے حج کو جائیں گے۔ اس زمانہ میں لوگ قرآن کو غیر اللہ کے لئے پڑھیں گے اور اُس سے مزار کا کام لیں گے اسی طرح بعض لوگ فقہ بھی غیر اللہ کے لئے حاصل کریں گے۔ اولاد و زنا عام ہوگی۔ لوگ قرآن کو غنا میں پڑھیں گے اور دنیا کے متوالے ہوں گے۔ سلمان نے عرض کی یا رسول اللہ!

اٰمَنُوْا لَوْ لَا نَزَّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذِكْرُهَا الْقِتَالُ

سورہ کیوں نہیں نازل ہوتا ہیں جب نازل ہو کرئی سورہ محمد جس میں جنگ کرنے کا ذکر ہو

ایسا بھی ہوگا کہ تو آپ نے فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اے سلمان! اس وقت یہ بھی ہوگا کہ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے اُن کی عزت لوٹی جائے گی۔ گناہ عام ہوں گے اور نیکیوں پر بروں کا تسلط ہوگا۔ بھڑٹ عام اور چالوسی زیادہ ہوگی۔ دانا دم بخود ہوں گے۔ فاقہ مستی عام ہوگی۔ لوگ لباس پر فخر کریں گے۔ بارشیں بے موسم ہوں گی۔ باجوں سارنگیوں سے محبت ہوگی۔ امر بالمعروف کو برا سمجھا جائے گا اور نہی عن المنکر سے گریز کیا جائے گا۔ مومن اس دہ میں ذلیل ترین انسان ہوگا۔ اُن کے قاری دعا ہر ایک دوسرے کو ملاست کریں گے۔ یہ لوگ ملکوت سماوی میں اجاس و انجاس پکارے جائیں گے۔ سلمان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! یہ بھی ہوگا کہ تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا ہاں ضرور ہوگا کہ سلمان! اس وقت دولت مندوں کو سب سے زیادہ خطرہ فقر کا ہوگا۔ حتیٰ کہ فقر کے ڈر سے کوئی کسی سائل کو کچھ نہ دے گا۔ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کوئی سائل کسی سے کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔ سلمان نے عرض کی: حضور! یہ بھی ہوگا کہ تو آپ نے فرمایا اُس وقت عوام کے حق میں وہ بھی بولنے لگیں گے جو کبھی نہ بولے ہوں گے۔ پس زمین پھٹے گی اور لوگ اس کے اندر چلے جائیں گے۔ جب تک اللہ چاہے گا یہ حالت برقرار رہے گی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - تفسیر مجمع البیان میں حضور سے مروی ہے جو لا الہ الا اللہ پڑھے وہ یقیناً

کلمہ توحید و استغفار جنت میں داخل ہوگا۔ تفسیر برہان میں ہے حضور نے فرمایا لا الہ الا اللہ بہترین عبادت ہے اور استغفار بہترین عبادت ہے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے فَاَعْلَمُوْا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرُوْا لِذَنْبِكُمْ - اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نبی کریم ۷ روزہ ستر مرتبہ استغفار اور ستر مرتبہ توبہ دہراتے تھے یعنی اسْتَغْفِرُ اللّٰہ ستر مرتبہ اور پھر اَتُوْبُ اِلٰی اللّٰہ ستر مرتبہ پڑھتے تھے۔ اور مروی ہے کہ حضور جہاں بیٹھتے تھے۔ اگرچہ کس قدر معمولی وقفہ بھی ہو تا تو کم از کم پچیس مرتبہ استغفار اللہ کہہ کر کھڑے ہوتے تھے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور بغیر گناہ کے ہر روز ستر مرتبہ استغفار پڑھا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ روزہ بغیر گناہ کے آپ ایک سو مرتبہ توبہ و استغفار پڑھا کرتے تھے۔ اور مروی ہے آپ نے فرمایا استغفار بہترین دعا ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ایک سو دفعہ استغفار اللہ کہے اس کے سات سو گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں اور فرمایا اس انسان میں کوئی بھلائی نہیں جو روزانہ سات سو گناہ کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کوئی مومن گناہ کرنے کے بیس برس گزرنے کے بعد گناہ کو یاد کر کے استغفار کرے تو بھی اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اس گناہ کو اس لئے یاد کرتا ہے کہ گناہ سے اس کو نفرت ہے بخلاف اس کے کافر گناہ کے کہ وہ اس کو بھول جایا کرتا ہے۔

۷۰
۹۴۵۰

۹۴۵۰

۹۴۵۰

رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ

تو وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو
برایت ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو سات گھنٹے بہت
دیر جاتی ہے اگر استغفار کرے تو اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اور دوسری روایت میں آپ نے فرمایا چالیس گناہان کبیرہ کے
بعد بھی اگر انسان استغفار پڑھ لے تو خدا اس کو معاف کر دیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ گناہ کرنے کے بعد شام تک اس کا
گناہ نہیں لکھا جاتا اگر توبہ کرے۔ یعنی اگر توبہ کرے تو بعد میں اس کا گناہ لکھا جاتا ہے۔

لَذُنُوبِكُمْ۔ یہاں خطاب اگرچہ نبی کریم کو ہے لیکن مراد امت ہے تاکہ حضور کی سنت کو اپناتے ہوئے لوگ استغفار کو اپنا طریقہ
بنالیں اور یہ بہترین عبادت ہے۔ حدیفہ یانی نے حضور سے عرض کی کہ تیز زبان ہوں اور گھر والوں کو تیز زبانی سے تنگ کرتا ہوں
اور ڈرتا ہوں کہ تیز زبانی مجھے دوزخ میں نہ لے جائے تو آپ نے فرمایا کہ استغفار پڑھا کرو اور میں خود روزمرہ ایک سو بار
استغفار پڑھتا ہوں۔

مُتَقَلِّبُكُمْ مِّمَّا كُنتُمْ تَكْمُلُونَ۔ اس کے کئی معانی کئے گئے ہیں (۱) اللہ تمہارے دنیاوی تصرفات کو جانتا ہے اور تمہاری انغوی
بازگشت کو بھی جانتا ہے (۲) اللہ تمہارے باپوں کی پشتوں میں اور ماؤں کے رحموں میں قلب کو بھی جانتا ہے اور تمہارے
دنیاوی ٹھکانوں کو بھی جانتا ہے (۳) اللہ تمہارے دنیاوی بہرہ چیر کو بھی جانتا ہے اور تمہارے قبروں کے ٹھکانوں کو بھی جانتا
ہے (۴) اللہ تمہارے دن کے کاروبار کو اور رات کی آرام گاہوں کو جانتا ہے۔

حُكْمَةٌ۔ قتادہ سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر جہاد کی آیتیں ہیں وہ محکم ہیں اور منافقین پر وہ بہت
گراں ہیں اور ابن مسعود کی قرائت میں محکمہ کے بجائے متحدہ منقول ہے یعنی جب ہم نئی سورت بھیجیں جس
میں لڑنے کا ذکر ہو تو منافقین پر موت کی سی غشی طاری ہو جاتی ہے۔

فَأُولَىٰ لَكُمْ عَذَابُهُمْ۔ اس کی تین ترکیبیں کی گئی ہیں۔ (۱) اولیٰ فعل ماضی ہے اور اس کا فاعل محذوف ہے یعنی قَاتِلُهُمْ
مَا يَكُنْ هُوَ۔ یعنی ان کو وہ چیز پہنچے جس کو وہ ناپسند کرتے ہوں (۲) اولیٰ ویل اور عذاب کے معنی میں ہے۔ پس یہ
خبر منفرد ہو گا۔ ذریٰ فعل اور ویل کا علم ہونے کی وجہ سے۔ پس اولیٰ مبتدا اور لہم جار مجرور ثابت کے تعلق ہو کر اس کی خبر ہو گی
یعنی ان کے لئے عذاب اور ویل ہے (۳) اولیٰ لہم۔ مبتدا ہے اور اس کی خبر ہے طَاعَتُهُ وَقَوْلُهُ مَعْرُوفٌ یعنی ان کے
لئے جزع و فزع کرنے سے زیادہ بہتر اور مناسب تھا کہ اطاعت کو قبول کر لیتے اور اچھی بات منہ سے نکالتے۔

طَاعَتُهُ وَقَوْلُهُ مَعْرُوفٌ۔ اس کی بھی کئی ترکیبیں کی گئی ہیں (۱) ایک ترکیب تو وہی ہے جو ابھی گذر چکی ہے کہ یہ اولیٰ لہم
کی خبر ہے (۲) یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے یعنی طَاعَتُهُ وَقَوْلُهُ مَعْرُوفٌ وَأَمَّا لَكُمْ لَہُمْ۔ یعنی
اطاعت کرنا اور نیک بات کہنا ان کے لئے بہتر اور موزوں تھا (۳) یہ خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے یعنی آمُرْنَا

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ ۞ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْصَدَقُوا

پس وہیل ہوا ان کے لئے اطاعت کرنا اور نیک بات کہنا اور ان کے لئے اچھا تھا، پس جب بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے (تو اُسے

اللّٰهُ لَكَ اِنْ خَيْرًا لَّهُمْ ۞ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا

توڑ دیتے ہیں پس اگر اللہ کی چیز سے کہتے تو تم نے بڑی کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر وہی بنائے جاؤ تو فساد کرو گے

فِي الْاَرْضِ وَتَقَطَّعُوا اَرْحَامَكُمْ ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

زمین میں اور قطع رحمی کرو گے؟ ایسے لوگوں پر اللہ نے لعنت کی ہے

فَاَصَمُّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارُهُمْ ۞ اَفَلَا يَتَذَكَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ

پس ان کو بہرہ نہ دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا کیا وہ قرآن میں تذکرہ نہیں کرتے یا

طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ - یعنی ہمارا حکم اطاعت اور قول معروض ہے یعنی ہمارا حکم یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اچھی

بات منہ سے نکالی جائے۔

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ - اس کی خبر معذوف ہے یعنی حق تو یہ ہے کہ جب ہماری طرف سے حتمی آرڈر ہو جائے تو ان کی تشریح کی بجائے

اطاعت گزاری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے برعکس جب ہمارا حکم حتمی طور پر ہو تو وہ عہد کرنے کے باوجود لوگوں کو دانی کرتے

ہیں۔ تعدیہ عبارت یہ ہے اِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ نَكَلُوا وَكَذَّبُوا - یعنی جب ہمارا حکم نکتہ ہو جائے تو وہ پیچھے ہٹ جاتے

ہیں اور حکم کی تکذیب کرتے ہیں۔ پس اگر اپنے عہد کی ایفاء کرتے اور ہمارے حکم کے سامنے جھک جاتے تو ان کے لئے اچھا ہوتا

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا - یہ حکام وقت کو خطاب ہے کہ کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت

قطع رحمی سے ممانعت | سوئپ دی جائے تو تم زمین میں رشوت ستانی کا بازار گرم کر کے فساد برپا کرو گے۔ اور

قطع رحمی کا ارتکاب کرو گے۔ تفسیر برہان میں امام علی بن العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ قاطع الرحم سے دوستانہ نہ کرو۔

کیونکہ اللہ کی کتاب میں اس پر تین جگہ لعنت مبنی ہے۔ ایک تو اس جگہ پر اگلی آیت میں فرمایا۔ ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے

دوسری جگہ قطع رحمی کرنے والے کے متعلق فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ سَوْءُ الْعَذَابِ اور تیسری جگہ سورہ بقرہ میں

قطع رحمی کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ جو لوگ قطع رحمی کرتے ہیں وہ خسارے میں ہیں۔ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے

مروی ہے کہ یہ آیت نبی امیر کے متعلق ہے۔

ذَاصَاحِبُكُمْ - یعنی نہ تو کلمہ حق سننے میں اور نہ آنکھوں سے دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں گویا وہ بہرے اور اندھے ہیں۔

ظواهر قرآن کی حجیت :- اَفَلَا يَتَذَكَّرُوْنَ - آیت مجیدہ میں قرآن مجید میں تذکرہ کرنے کی واضح دعوت موجود ہے

عَلَى قُلُوبِ أَقْفَالِهِمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِن بَعْدِ

دلوں پر پردے ہیں ؟ تحقیق جو لوگ پچلے قدموں پر مرتد ہو کر پلٹ گئے ہدایت کے

مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ

راضح ہونے کے بعد تو شیطان نے ان کے لئے آسان کر دیا یا مزین کر دیا اور انکو ڈھیل دیدی یہ اس لئے

بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأُمُورِ

کہ انہوں نے کہا اُن سے جنہوں نے ناپسند کیا اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کو کہ ہم تمہاری بعض معاملات میں اطاعت کریں گے

وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ ۚ فَكَيْفَ إِذَا تَرَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يُضْرَبُونَ

اور اللہ ان کی رازداری کو جانتا ہے پس کیا حال ہوگا جب ان کو فرشتے موت دیں گے تو ماریں گے

لیکن اس کی آیات کی تفسیر و توضیح آل محمد کی ہدایت کے ماتحت ضروری ہے ورنہ تفسیر بالرائے لازم آئے گی اور حدیث متواتر ہیں

موجود ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی اپنے رائے سے تفسیر کرے اس کی جگہ جہنم ہے البتہ جن مقامات و مسائل میں آل محمد کی طرف سے

کوئی فرمان وارد نہ ہو اور قرآن مجید کی آیت اس پر مطابقی یا تضمنی یا التزامی طور پر دلالت کرتی ہو تو اس مقام اصولیین اور اخباریین

کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ اخباریین کا مسلک یہ ہے کہ ایسے مقامات پر جہاں اہل بیت کی جانب سے کوئی توضیح و تشریح

موجود نہ ہو وہاں آیت قرآنیہ کی حجت ساقط ہے لیکن اصولیین کا مسلک یہ ہے کہ قرآنی آیات کو آل محمد کی فرمائشات کے ماتحت

حل کیا جائے گا لیکن جہاں آل محمد کی جانب سے کوئی وضاحت موجود نہ ہوگی وہاں ظاہر قرآن حجت ہوگا اور اس پر عمل کیا جائے گا اور یہی قول صحیح ہے اور قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت استہدایہ کے لئے کافی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا - تفسیر برہان میں بروایت کلینی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے

کہ فُلَانٌ فُلَانٌ اور فُلَانٌ مُّرَاد ہیں جنہوں نے ولایت علی کو ترک کیا۔

قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأُمُورِ - یہ بنو امیہ کے حق میں ہے جنہوں نے حضرت علی کے حق میں اُترنے والی آیات کو ناپسند کیا۔ اگرچہ ظاہر آیت

تسزیل کے لحاظ سے معین ہو لیکن تاقیامت اس کی تاویل جاری ہے اور تمام راہ حق سے روگردانی کرنے والے لوگوں کو شامل ہے

تفسیر حسانی اور برہان میں کافی سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ آیت مجیدہ فُلَانٌ فُلَانٌ اور ان کے

اتباع کے حق میں اُتری کیونکہ انہوں نے بنو امیہ کو اپنے خفیہ عہد نامے میں شریک کیا اور اُن سے یہ عہد لیا کہ حکومت کو آل محمد کی طرف

پٹھنے نہ دیا جائے اور نہ ان کو شمس دیا جائے۔ کیونکہ اگر ان کو شمس بھی دیا گیا تو ان کے حالات سنو رہا میں گے اور وہ حکومت کے

چھین جانے کی بھی پرواہ نہ کریں گے۔ پس بنو امیہ نے ان کو جواب دیا سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأُمُورِ - یعنی ہم تمہاری بعض امور

وَجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝۲۸ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا اسْتَحْطَ اللَّهُ وَ

ان کے چہروں اور پشتوں پر کیونکہ انہوں نے اتباع کی ایسی شے کی جو اللہ کے لئے موجب ناراضی تھی اور

كَرَهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝۲۹ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي

انہوں نے ناپسند کیا اللہ کی رضا کو پس جبط کر دیئے ان کے اعمال کیا جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے

قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۝۳۰ وَلَوْ نَشَاءُ

وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے کینوں اور عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا ؟ اور اگر ہم چاہیں تو

لَارِيْنَا كَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمِهِمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ

مجھے وہ دکھادیں پس تو ان کو پہچان لے گا علامتوں سے اور ان کو پہچان لے گا بات کے بجے سے

وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝۳۱ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ

اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے اور ہم تم کو ضرور آزمائیں گے تاکہ جان لیں تم میں جہاد کرنے والوں

میں اطاعت کریں گے یعنی ان کو جس سے حصہ نہ دیں گے۔ اور وہ اللہ کی نازل کردہ چیز جس کو انہوں نے ناپسند کیا تھا وہ حضرت

علی کی ولایت تھی اور ان کے ہمراہ اس میٹنگ میں ابو عبیدہ بھی شامل تھا۔ پھر اگلی آیت میں ارشاد ہے کہ ان لوگوں نے اس

چیز کی اطاعت کی جس پر اللہ ناراض تھا اور اللہ کی رضا مندی کو انہوں نے ناپسند کیا۔ لہذا ان کے اعمال جبط ہو گئے۔ اور جن لوگوں

کے دلوں میں منافقت کی جاری ہے وہ یہ نہ خیال کریں کہ اللہ ان کے کینوں اور سازشوں کو ظاہر نہ کرے گا بلکہ اگر ہم چاہیں تو

تم کو دکھادیں اور تم خود ان کی علامتوں سے اور کلام کے لہجے سے بھی پہچان لو گے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے ابو سعید خدری

سے منقول ہے کہ لحن القول سے مراد بغض علی ہے۔ یعنی تم منافقوں کو بغض علی کی نشانی سے خود بخود پہچان لو گے۔ ابو سعید

خدری سے منقول ہے كُنَّا نَعْرِفُ الْمُتَنَافِقِينَ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ بِبُغْضِهِمْ عَلَىٰ بَنِي طَالِبٍ۔ یعنی

زمانہ پیغمبر میں ہم منافقوں کو بغض علی کی نشانی سے پہچان لیا کرتے تھے اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے بھی اسی طرح منقول

ہے۔ اور عبادہ بن صامت سے مروی ہے كُنَّا نَبْشُرُ أَوْلَادَنَا بِحُبِّ عَلِيٍّ فَإِذَا رَأَيْنَا أَحَدَهُمْ لَا يُحِبُّ

عَلِيًّا أَتَدْرِي لِمَ نَفَعْنَا؟۔ یعنی ہم اپنی اولاد کو محبت علی کی تربیت دیتے تھے اور جب کسی کے متعلق ہمیں پتہ چلتا تھا

کہ وہ علی سے محبت نہیں رکھتا تو ہمیں علم ہو جاتا تھا کہ وہ حلال زادہ نہیں ہے۔ اور انس سے منقول ہے مَا خَفِيَ مَنَافِقٌ

عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ بَعْدَ هَذِهِ الْأَيَّاتِ۔ یعنی زمانہ پیغمبر میں اس آیت کے بعد کوئی منافق مخفی نہیں رہ سکا۔ اور تفسیر

برہان میں اسی مضمون کی متعدد احادیث وارد ہیں۔

مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبَلُّوا أَخْبَارَكُمْ ۝۳۱ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا

کو اور صبر کرنے والوں کو اور آزمائشیں تمہارے پر شدہ رازوں کو تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ

کے راستے سے روکا اور رسول سے دشمنی کی بعد اس کے کہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو گئی وہ اللہ کو کچھ

يَضُرُّوهُ شَيْئًا وَيَحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ۝۳۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ ان کے اعمال کو جط کر دے گا ایمان والو

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝۳۳ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا

وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَا تَوَاوَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۝۳۴

اور اللہ کے راستے سے روکا پھر کفر کی حالت میں مر گئے ان کو ہرگز اللہ نہ بخشے گا

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَ

پس کمزور نہ بنو کہ ان کو صلح کی پیش کش کرو حالانکہ تم ہی بلند ہو اور اللہ تمہارا ساتھی ہے اور

لَنْ يَتْرَكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝۳۵ إِنَّهَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ

وہ ہرگز نہ کمی کرے گا تمہارے اعمال کی جزا میں بجز اس کے نہیں کہ دنیاوی زندگی لہو و لعب ہے

وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبی کریم

نے فرمایا جو شخص سبحان اللہ کہے اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے۔ جو شخص الحمد للہ کہے اس کے لئے بھی جنت

میں ایک درخت کاشت کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اُس کے لئے بھی جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے اور جو

اللہ اکبر کہے اُس کے لئے بھی جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے۔ یہ سُن کر قریش میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اس صورت

میں تو جنت میں ہمارے درخت کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگ صحیح کر ان کو جلانے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ خدا فرماتا ہے لَا

تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ۔ یعنی اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

فَلَا تَهِنُوا۔ یعنی اپنی سستی اور کابل کا مظاہرہ کر کے خواہ مخواہ کافروں سے صلح و آشتی کی کوشش نہ کرو

رُكُوعٌ بَلْ جَاهِدُوا كَمَا أَنْتُمْ مِنْهُ سَلَفٌ لَكُمْ تَوَاتَوْا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكُمْ فِي اللَّهِ مَرْجُوا وَلَكُمْ فِي اللَّهِ مَرْجُوا وَلَكُمْ فِي اللَّهِ مَرْجُوا

بلکہ جہاد کر کے ان سے طہ حق منوانے کی کوشش کرو کیونکہ حق تمہارے ساتھ ہے اور تم بلند ہی رہو گے

وَإِنْ تَوَمَّنُوا وَتَتَّقُوا يَوْمَ أَجُورِكُمْ وَلَا يَسْأَلُكُمْ أَمْوَالُكُمْ ۝۳۷

اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تب میں تمہارا اجر دے گا اور تم سے سارے اموال طلب نہ کرے گا

إِنْ يَسْأَلُكُمْ هَا فَيُحْفِكُمْ تَبَخَّلُوا وَخُذُوا أَصْغَانَكُمْ ۝۳۸ هَآأَنْتُمْ

اگر وہ تم سے طلب کرے سارے مال پس تمہیں مشقت میں ڈالے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے حدود اور کینے کو ظاہر کرے گا آگاہ ہو تم

هَؤُلَاءِ تَدْعُونَ لِنَفْسِكُمْ إِنَّ لِلَّهِ مِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ وَمَنْ

ہلائے جاتے ہو تاکہ فوج کرو اللہ کے راستے میں تو بعض تم میں سے بخل کرتے ہیں اور جو بھی

يَبْخُلُ فَإِنَّمَا يَخْشَىٰ نَفْسَهُ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَسْأَلُوا

بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے نفس سے بخل کرتا ہے اور اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم برگشتہ ہو جاؤ

يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۝۳۹ ع

تو وہ تمہارے بدلہ میں اور قوم لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے

پس اللہ کی نصرت پر یقین رکھو وہ تمہارا ساتھی ہے۔

وَلَا يَسْأَلُكُمْ ۝ یعنی خدا تم سے سارا مال نہیں مانگتا بلکہ وہ صرف نصاب مکمل ہونے کے بعد زکوٰۃ کے طور پر معمولی حصہ طلب کرتا ہے اور زکوٰۃ کے مجملہ احکام و مسائل جلد ۷ ص ۱۸۱ پر گزر چکے ہیں۔

يُحْفِكُمْ ۝ احفا کا معنی ہے لیچڑھن کر سوال کرنا اور تہی دستی کی حالت تک پہنچا دینا۔ فرماتا ہے کہ اگر تم سے سارا مال طلب کیا جائے جو تمہیں تہی دست بنا دے تو تم بخل کرو گے تَبَخَّلُوا ۝ جزائے شرط ہے اور یُخْرَجُ ۝ کا اس پر عطف ہو گا۔ یعنی سارا مال ایک طرف تمہارے بخل کا موجب ہو گا اور ساتھ ہی وہ اللہ و رسول کے متعلق تمہارے حدود و بغض کو ظاہر کر دے گا یعنی تم خدا و رسول کے متعلق بغض رکھنے لگ جاؤ گے۔ اس لئے اُس نے تمہاری آسانی کے لئے بہت کم حصہ بطور زکوٰۃ تم پر فرض کیا ہے تاکہ تم پر بوجھ بھی نہ ہو اور تم خدا و رسول پر بدظنی بھی نہ کرنے لگ جاؤ۔

هَآأَنْتُمْ ۝ یعنی تمہاری کوری ایمان کا تو یہ عالم ہے کہ تمہیں جہاد کے موقع پر راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو تم میں بعض لوگ بخل کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کا نفع یا نقصان خود تمہاری طرف پلٹتا ہے تو گویا جو اس موقع پر بخل کرتا ہے وہ اپنے نفس پر بخل کرتا ہے۔

يَسْتَبْدِلْ ۝ تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ جب آیت نازل ہوئی کہ اگر تم مخزن ہو جاؤ تو خدا تم سے بہتر قوم تمہارے

بدلہ میں لائے گا تو لوگوں نے عرض کی کہ حضور! وہ کونسی قوم ہے جس کا ذکر ہے۔ اُس وقت حضرت سلمانؓ آپ کے بالکل قریب بیٹھے تھے۔ آپ نے سلمان کے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا وہ یہ لوگ ہیں۔ اور فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ مَنُوطًا بِالشَّرَايِطِ لَمَنَّا وَلَكِنَّ رِجَالًا مِنْ فَارِسٍ۔ یعنی اگر ایمان شریٹا کے ساتھ بندھا ہوا ہوتا تب بھی ایرانی لوگ اُسے حاصل کر لیتے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس بارے میں مروی ہے کہ یہ خطاب قریشیوں سے تھا کہ اگر تم ایمان سے برگشتہ ہو جاؤ تو خدا تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر قوم لائے گا۔ آپ نے فرمایا اس سے مراد غلام طبقہ کے لوگ ہیں چنانچہ خدا نے غریب اور غلام طبقہ کے بہترین لوگ اسلام کے دامن سے وابستہ کر دیئے جنہوں نے اسلام میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو رہتی دنیا تک مسلمانوں سے خراج تحسین حاصل کرتے رہیں گے۔

سُورَةُ الْفَتْحِ

یہ سورہ مبارکہ دنیہ ہے۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت تیس ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابی بنی کعب سے مروی ہے نبی کریمؐ نے فرمایا جو اس کی تلاوت کرے گویا وہ فتح مکہ میں میرے ساتھ شریک تھا اور دوسری روایت میں ہے گویا اُس نے حضورؐ کی شجرہ کے نیچے بیعت کی تھی۔ انس سے مروی ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر ہم نہایت غمزدہ تھے کہ اچانک حضورؐ پر اتنا فتحا نازل ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی جو میرے لئے پوری دنیا سے بہتر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اِنَّا فَتَحْنَا پڑھ کر اپنے اموال عورتوں اور جملہ مملوکہ اشیاء کی حفاظت کا انتظام کیا کرو۔ کیونکہ جو شخص اس کی ہمیشہ تلاوت کرے گا اُس کو قیامت کے دن نہ اپنے گناہوں کی حفاظت کا تمام غم ہوگا کہ اس کو میرے صالحین بندوں کے ساتھ ملا دو اور جنت النعیم میں اس کو ٹھکانا دو اور حقیقی غنیمت سے اس کو میرا بکرہ دو جو کافروں سے ملا ہوا ہے۔

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس سورہ کو لکھ کر اپنے سر کے نیچے رکھے وہ چوروں سے محفوظ رہے گا اور جو شخص اس کو لکھ کر زمزم کے پانی سے دھو کر پیئے گا لوگوں کے نزدیک اس کی تباہی واجب القبول ہوگی اور جو چیز سے گا اس کو یاد کرے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص لڑائی جھگڑے کے وقت اس کو اپنے پاس رکھے گا وہ محفوظ رہے گا اور اس پر خیر کے دروازے کھل جائیں گے اور جو شخص اس کا پانی دھو کر پیئے گا اس کے دل کی دھڑکن ختم ہوگی اور اُس سے رعب جاتا رہے گا۔ اور جو شخص بحری سفر میں اس کو اپنے پاس رکھے گا وہ غرقابی سے محفوظ رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمن رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ② لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

بے شک ہم نے آپ کو فتح دی تاکہ بخش دے اللہ تیری اُمت کے گناہ جو

رَكُوْعًا ۙ فَتْحٌ مُّبِیْنٌ

اس فتح میں کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

(۱) یہ فتح مکہ کے متعلق خوش خبری ہے کیونکہ جب صلح حدیبیہ کے بعد حضور اور آپ کے صحابہ شکستہ خاطر مراجعت فرمائے مدینہ منورہ ہوئے تو راستہ میں اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا اتری پس آپ کا چہرہ ہشاش بشاش ہو گیا۔ چنانچہ جابہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ سے پہلے ہمیں فتح مکہ کا کوئی علم نہ تھا۔

(۲) فتح خیبر کی پیشین گوئی ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں مجمع بن خازم الضاری سے مروی ہے جب ہم حدیبیہ سے واپس پلٹے تو دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو تیر دھڑائے جا رہے ہیں۔ دریافت کرنے سے پتہ چلا کہ حضرت نبی کریم پر کوئی دجی اتری ہے اس لئے لوگ دجی کو سننے کی خاطر جلدی سے پہنچنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے بھی سواریوں کو تیز کر لیا اور منزلی مقصود پر پہنچ گئے۔ حضور بنفس نفیس کراخ النعیم کے مقام پر انتظار فرما رہے تھے۔ پس جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے اپنی سواری کے اوپر کھڑے ہو کر اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا پڑھ کر سنائی۔ عمر نے دریافت کیا کہ حضور! کیا یہ فتح ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں یہ فتح ہے اور آپ نے قسم بھی کھائی۔ چنانچہ خیبر فتح ہوا۔ اور اس کا مال غنیمت انہی لوگوں پر تقسیم ہوا جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے (۳) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس جگہ فتح سے مراد حضور کی معجزات و کرامات اور دلائل و براہین کے ذریعے سے مقبولیت عام ہے اور یہی اسلام کی حقیقی فتح ہے (۴) اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے یعنی صلح حدیبیہ کے بعد حضور اور آپ کے صحابہ چونکہ شکستہ خاطر تھے اور اللہ کی جانب سے دجی نازل ہوئی کہ تمہیں صلح حدیبیہ سے کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ صلح تمہارے لئے فتح میں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جنگ کے ذریعے سے ہی فتح ہو بلکہ درحقیقت پابدار فتح وہ ہے جو بغیر جنگ کے اصولوں پر فتح ہو جائے اور صلح حدیبیہ میں یہی فتح تھی کیونکہ مشرکین کے ساتھ جو مکمل بائیکاٹ تھی وہ ختم ہو گئی اب مسلمانوں کو مشرکوں کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے کی آزادی حاصل ہو گئی اور مسلمانوں کو اپنے تعالیٰ کے نشر کا موقع ہاتھ آگیا اور آزادی سے مکہ حق کی شریح کی فضا سازگار ہو گئی اس لئے مشرکین میں سے جو لوگ منہفعت مزاج اور حق پسند تھے۔ ان کو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے کا موقع مل گیا پس ان کے لئے اسلام کا قبول کرنا آسان ہو گیا۔ چنانچہ زہری کہتا ہے کہ اسلام کو صلح حدیبیہ سے بڑھ کر کوئی فتح نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس صلح کی بدولت مشرکوں کو مسلمانوں کے نظرات سمجھنے کا موقع مل گیا جس کی بدولت بہت سے لوگوں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت اُتر گئی اور تین سالوں کے اندر اندر

بہت کافی تعداد میں لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کی تعداد میں اچھا خاصہ اضافہ ہو گیا۔ اور شعبی کہتا ہے کہ حدیبیہ میں بیعت رضوان کی گئی اور اس کے بعد خیبر فتح ہوا۔ اور رومیوں کو جو اہل کتاب تھے ایرانی مجوسیوں پر فتح نصیب ہوئی

مقام حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جس کا پانی ختم ہو گیا تھا لیکن سپینہ کی اعجاز غنائی سے پانی سے بھر گیا اور اس کے بارے میں متعدد روایات وارد ہیں۔ (۱) براہ بن عازب سے منقول ہے

حدیبیہ میں معجزہ پیمبر

کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بھی فتح تھی لیکن بڑی فتح حدیبیہ کے دن بیعت رضوان سے ہوئی تھی اس دن ہماری تعداد چودہ سو تھی اور حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے جس کا پانی ہم نے آتے ہی ختم کر دیا تھا حتیٰ کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ تھا سب حضور کو اطلاع ہوئی تو آپ بنفس نفیس تشریف لائے اور کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے پانی منگوا یا جس سے وضو فرمایا اور گلی کا پانی اس کنوئیں میں گر دیا اور دعا مانگ کر باقی پانی بھی اٹھیل دیا۔ بس تھوڑی دیر میں وہ کنوئیں پانی سے بھر گیا کہ ہم اور ہمارے حیوانوں نے سیر ہو کر پیا۔ سلمہ بن اکوع کی روایت میں ہے کہ آپ نے دعا کی یا کنوئیں میں لعاب دہن کر دیا۔ پانی جوش مار کر ظاہر ہوا۔ اور اس قدر بڑھا کہ ہم نے خود بھی پیا اور حیوانوں کو بھی سیراب کیا (۲) مسور بن مخزوم سے مروی ہے کہ حضور لڑائی کے لئے نہیں بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ نے ساتھیوں کو ایک جگہ اترنے کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کی یا حضرت: اس جگہ پانی نہیں ہے۔ پس آپ نے ترکش سے ایک تیر نکالا اور ایک شخص کو دے کر فرمایا کہ اس جگہ ایک گڑھے میں اتر کر اس تیر کو اس کے وسط میں گاڑ دے۔ چنانچہ

اس نے ایسا ہی کیا تو فوراً پانی فوارے کی طرح جوش مار کر نکلا۔ پس تمام لوگوں نے اس کے ارد گرد ڈیرے ڈال دئے (۳) عروہ سے روایت ہے کہ آپ کے پیچھے کی خبر قریش مکہ کو پہنچی تو ان کی ایک جماعت بھی پہنچ گئی اور انہوں نے پانی پر قبضہ کر لیا تو آپ حدیبیہ پر بٹھ گئے۔ اس زمانہ میں گرمی شدت سے پڑ رہی تھی اور آباد کنواں وہی ایک تھا جس پر قریشی قابض ہو چکے تھے۔ اور اوپر مسلمانوں کی تعداد بھی زیادہ تھی لہذا پیاس کے خطرہ کا دامن گیر ہونا بھی لازمی تھا۔ چند آدمیوں نے حدیبیہ کے کنوئیں میں اتر کر اس کو کھودنا شروع کر دیا اور حضور نے پانی منگوا کر وضو فرمایا اور گلی کر کے اس میں ڈالا اور باقی پانی بھی اسی کنوئیں میں اٹھیل دیا پھر اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر اس میں پھینکا اور اللہ سے دعا کی تو بقدرت خدا پانی جوش کھا کر نکلا۔ اور اس قدر بلند ہوا کہ کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ کر لوگ چلو سے پانی پی سکتے تھے (۴) سالم بن ابی الجعد سے مروی ہے کہ میں نے پیابہ سے دریافت کیا کہ اُس دن تمہاری کیا تعداد تھی جس دن بیعت شجرہ واقع ہوئی تو اس نے جواب دیا کہ ایک ہزار پانچ سو تھے اور پیاس کا غلبہ تھا تو حضور کے پاس ایک برتن میں پانی لا گیا آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیا۔ چنانچہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی جاری ہو گیا پس ہم نے جی بھر کر پیا۔ میں نے پوچھا پیئے دے کتنے تھے؟ تو اس نے کہا خواہ ایک لاکھ بھی ہوتے وہ سب کو کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تو تھے ہی۔

صحبت انبیاء - لیغفر لک - مذہب شیعہ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء سب کے سب معصوم ہوتے ہیں۔ اور

گناہانِ صغیرہ یا کبیرہ اُن سے قطعاً صادر نہیں ہو کرتے نہ قبل از بعثت اور نہ بعد از بعثت۔ اور تقریباً اس مسلک میں شیعہ باقی مسلمان قریبوں سے امتیازی شان رکھتے ہیں۔ انبیاء کی عصمت کے متعلق تفسیر کی جلد ۲ ص ۹ اور مقدمہ تفسیر میں مدلل و مبرہن بیان کیا جا چکا ہے نیز کتاب لعلۃ الانوار میں اس موضوع پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اس مقام پر اس قدر عرض کرنا ہے کہ جب انبیاء کا محصور ہونا ضروریاتِ مذہب میں سے ہے تو قرآن مجید کی وہ آیات جن میں انبیاء کی عصمت کے خلاف الفاظ ملتے ہیں مثلاً حضرت آدم کے متعلق عصیان یا ظلم یا غواہیت کے الفاظ اسی طرح حضرت موسیٰ کے متعلق ظلم یا غواہیت یا فساد کے الفاظ اور اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء کی طرف آیت مذکورہ میں ذنب کی نسبت وغیرہ ان تمام الفاظ کی ایسی تاویل کی جائے گی جو قواعد عربیہ کے خلاف بھی نہ ہو اور عصمتِ نبی پر بھی کوئی دھبہ نہ آئے۔ چنانچہ ہم نے موقع بہ موقع تمام آیات قرآنیہ کا مسلک آلِ محمد کے ماتحت حل پیش کیا ہے۔

قرآن مجید کے اردو مترجم جو ہندوستان و پاکستان میں شائع ہوئے ہیں اُن میں سے اکثر میں آیت مذکورہ کے ترجمہ میں حضور نبی اکرمؐ کو گناہ کا ثبوت کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعضوں نے تو صاف اس طرح ترجمہ کیا ہے کہ خدایت سے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ تفسیر مجمع البیان میں جو غیر شیعہ اقوال نقل کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں (۱) نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کے گناہ (۲) فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد کے گناہ (۳) جو ہو چکے ہیں اور جو ہونے والے ہیں ان کے متعلق مغفرت کا وعدہ ہے (۴) پہلے گناہوں سے مراد حضرت آدم و حوا کے گناہ ہیں اور بعد والے گناہوں سے حضور کی اُمت کے گناہ مراد ہیں یعنی لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبٍ وَأَيُّكَ وَ مَا تَأَخَّرَ مِنْ ذُنُوبٍ أَمَّا ذَنْبُكَ - یعنی ہم نے تم کو فتح عطا کی تاکہ گزشتہ تیرے ماں باپ حضرت آدم و حوا کے گناہ بخش دے جائیں۔ اور بعد میں تیری اُمت کے گناہ بخشے جائیں اس آخری تاویل میں اگرچہ گناہ کی نسبت حضرت نبی اکرمؐ سے نہیں لیکن حضرت آدمؑ کی طرف گناہ کی نسبت بھی ایسے ہی ناجائز ہے جس طرح حضرت نبی اکرمؐ کی طرف ناجائز ہے۔ جو لوگ گناہ سے مراد اس جگہ گناہِ صغیرہ لیتے ہیں جو قابلِ معافی ہوتے ہیں ان کا قول اس لئے باطل ہے کہ جو گناہ خود بخود قابلِ معافی ہے اُس کا حضور پر احسانِ جلال نے کامقصد ہی کیا ہے۔ کیونکہ احسانِ جلال نا تو تب صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ گناہ گرفت کے قابل ہو اور حضور کی برکت سے اُس سے درگزر کیا جائے۔ اور ثانیاً ان تمام اقوال کے باطل و عاقل ہونے کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ خداوند کریم نے آیت مجیدہ میں فتح مکہ کی بشارت دی ہے۔ اور فتح مکہ کو گناہوں کی بخشش سے کونسا ربط ہے اور اس معنی میں کیا خوبی رہے گی۔ اگر کہا جائے ہم نے آپ کو فتح دی تاکہ آپ کے یا آپ کی اُمت کے یا آپ کے والدین کے گناہ بخشے جائیں۔ اس لئے اس قسم کے تمام معافی و تراحم قابلِ قبول نہیں ہیں۔ جن میں عصمتِ انبیاء پر آج آئے یا فصاحت و بلاغت قرآنی کے منافی ہو۔

اقوالِ مذکورہ بالا کے مقابلہ میں شیعہ نقطہ نظر سے آیت مجیدہ کے جو معافی کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں (۱) ذنب کی نسبت اگرچہ نبی اکرمؐ کی طرف ہے لیکن مراد اُمت ہے اور مفضل بن عمر کی روایت بھی اس معنی کی تائید کرتی ہے کہ ایک شخص نے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت مجیدہ کا معنی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضور کے دامن پر کسی گناہ کا داغ دھبہ نہیں تھا جس کی مغفرت کا وعدہ کیا جاتا بلکہ یہاں شیعیان علی کے گناہوں کی بخشش کی ضمانت دی گئی ہے۔ یعنی ان کے سابق ولاحق گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح عمر بن زید کی روایت میں بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی مضمون وارد ہے۔ اس تاویل میں اگرچہ انبیاء کی طرف گناہ کی نسبت کا اشکال تو ختم ہو جاتا ہے لیکن فتح کی علت یا غرض بخشش گناہ کو قرار دینا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اور سید مرتضیٰ اعلیٰ اللہ مقامہ نے بھی اس معنی کی معقولیت سے انکار کیا ہے (۱۲) سید مرتضیٰ اعلیٰ اللہ مقامہ نے فرمایا ہے کہ ذنب مصدر ہے اور اس کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور اس کا فاعل مخدوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے **ذُنُوبُهُمْ اِيَّاكَ** یعنی کفار مکہ نے جو آپ کے حق میں گناہ کئے ہیں اور انہوں نے جو آپ کو ذاتیں پہنچائی ہیں ان سب کا ازالہ فتح مکہ سے کر دیا جائے گا۔ اور مقدم و مؤخر سے مراد یہ ہوگا کہ ہجرت سے پہلے یا ہجرت کے بعد انہوں نے پیغمبر کے حق میں یا مسلمانوں کے حق میں جو بھی گستاخیاں اور شرارتیں کی ہیں ان سب کا ازالہ فتح مکہ سے ہو جائے گا اور گذشتہ تمام زخموں پر مرہم لگ جائے گی۔ اور غفران کا معنی ڈھانپنا ہوتا ہے یعنی کفار مکہ کی سب سرزوریاں اور سرکشیاں جو تیرے یا مسلمانوں کے حق میں واقع ہوئی ہیں سب پر پردہ پڑ جائے گا پس وہ ذلیل ہو جائیں گے۔ اور مسلمانوں کو بالادستی نصیب ہوگی (۱۳) ذنب سے مراد مجازاً کزدی لی جائے یعنی آپ کی جملہ کردیوں کو فتح مکہ کے بعد ختم کر دیا جائے گا پس حق کا بول بالا ہوگا اور باطل کا منہ کالا ہوگا (۱۴) ایک دفعہ مجھ سے میرے ایک دوست نے آیت مجیدہ کا معنی دریافت کیا اور اُس نے میرے سامنے تمام وہ اُردو تراجم پیش کئے جو سینئوں نے کئے تھے اور ان میں حضور کے گناہوں کی بخشش مراد لی گئی ہے۔ اگرچہ شیعہ تفاسیر تراجم میرے سامنے موجود نہ تھے فوراً اللہ نے میرے ذہن میں اس آیت مجیدہ کی ایک تاویل ڈال دی جو میں نے موقع پر بیان کر دی اور وہ لُحْرٰی طرح مطمئن ہو گیا۔ میں نے کہا حضور کا اعلائے کلمہ حق اگرچہ اللہ کے نزدیک اور واقع میں بہت بڑی نیکی تھی لیکن کفار مکہ کے آبائی عقیدہ کے ماتحت وہ گناہ تھا اور مشرکین مکہ آپ کی تبلیغی ماسعی جمیلہ کو گناہ سمجھتے تھے۔ پس آپ ان کی نظروں میں بہت بڑے گنہگار اور مجرم تھے اور اسی طرح جو لوگ آپ کے ہمنوا ہو جاتے تھے وہ بھی مشرکین مکہ کی نگاہوں میں مجرم اور گنہگار قرار دیئے جاتے تھے۔ پس اللہ نے اس آیت مجیدہ میں پیشین گوئی کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی تاکہ مشرکین مکہ کی نظروں میں جو آپ کے گناہ ہیں۔ وہ معاف ہو جائیں یعنی کلمہ اسلام اور دعوت حق پر کان دھرنے اور اسلام کے حلقہ جو شش ہونے کے بعد ہی لوگ جو آپ کو تبلیغ اسلام میں گنہگار سمجھتے تھے کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ آپ گنہگار نہیں تھے بلکہ آپ حق بجانب تھے اور ہم گنہگار تھے یعنی یہ فتح آپ کی نظر راتی فتح ہے اور اصول کی فتح ہے۔ پس مشرکین مکہ کی نظروں میں آپ کے گناہ ثواب سے تبدیل ہو جائیں گے کیونکہ وہ خود شرک کے دائرہ سے نکل کر اسلام کے دائرہ میں آجائیں گے۔ اور اس مطلب کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو تفسیر برہان میں بدایت ابن بابویہ علی بن محمد بن حنبل سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ دربار مامون میں

حاضر ہوا۔ اُس وقت حضرت امام علی رضا علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ مامون نے دریافت کیا کہ اے فرزندِ رسول! کیا تمہارے نزدیک انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا بے شک انبیاء معصوم ہوا کرتے ہیں تو مامون نے انبیاء کے متعلق ان آیات کی تلاوت کی جن سے انبیاء کے غیر معصوم ہونے کا شبہ پڑتا ہے۔ چنانچہ اس نے تذکرہ بالا آیت لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ ﷻ بھی پڑھی تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مشرکین مکہ کے نزدیک حضور سرورِ کائنات سے زیادہ گنہگار اور کوئی نہ تھا کیونکہ وہ اللہ کے سوا تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ جب حضور نے کلمہ توحید پیش کیا تو ان کو بہت ناگوار گذر اور کہنے لگے کہ اس نے سب خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا اختیار کر لیا ہے یہ تو قابلِ تعجب امر ہے۔ پھر بڑے بڑوں نے باہمی شور سے ملے کیا کہ بس اپنے خداؤں کی پوجا پاٹ پر ڈٹے رہو۔ اور ان کی ایک نہ سنو۔ پس جب مکہ فتح ہوا اور یہ آیت اُتری تو اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی دعوتِ توحید کی وجہ سے مشرکین مکہ کے نزدیک آپ کے جس قدر گناہ تھے وہ سب دھل گئے کیونکہ مشرکین مکہ میں سے بعض حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے اور بعض مکہ کو چھوڑ کر دوسرے مقامات پر چلے گئے۔ اور جو بچ گئے ان میں انکارِ توحید کی جرأت ہی نہیں رہی پس مشرکین مکہ کے نزدیک آپ کا گناہ آپ کے غلبہ کی وجہ سے مغفور ہو گیا تو مامون نے آپ کی اس توحید کو قبول کیا اور سہرا لیا۔

صلح حدیبیہ تفسیر برہان و صافی میں تفسیر علی بن ابراہیم قمی سے بروایت ابن سنان منقول ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اس سورہ مجیدہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ حضرت بنی اکرم کو خواب میں اللہ

کا حکم ہوا کہ مسجد الحرام میں تشریف لے جائیں اور طوافِ حلق کے احکام بجالائیں۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کو بتایا اور روانگی کا حکم دیا۔ پس کافی تعداد میں صحابہ حضور کی معیت میں روانہ ہو گئے۔ جب مقام ذوالخلیفہ میں پہنچے تو عمرہ کا احرام باندھ لیا اور قربانیاں تیار کر لیں۔ چنانچہ حضور نے ۶۶ اونٹ قربانی کے لئے تیار کئے اور ان کا اشعار کیا اور تبلیہ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب قریش مکہ کو حضور کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے دوسو جنگی جوانوں پر مشتمل ایک دستہ فوج کی کمان خالد بن ولید کو دے کر آپ کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے مکہ سے روانہ کیا یہ سوار فوج حضور کے صحابہ کے ساتھ اعلانیہ لڑنے کی جرأت نہ کر سکی۔ نماز ظہر کا وقت آیا تو بلال نے اذان کہی اور نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اُس وقت خالد بن ولید نے اپنی فوج سے کہا کہ ہم نے وقت ضائع کر دیا ہے۔ کاشش ابم ان پر اس وقت اپنا ٹک حملہ کرتے جب وہ نماز میں مشغول تھے کیونکہ یہ لوگ نماز کو کسی قیمت پر نہیں توڑتے۔ اس کے بعد وہ نماز عصر کے وقت اپنے ارادہ فاسدہ کی تکمیل کرنا چاہتے تھے کہ نماز غوف کا حکم نازل ہوا۔ یعنی یہ کہ آدھے آدمی آپ کے پیچھے نماز پڑھیں اور ایک رکعت باجماعت پڑھ کر دوسری رکعت لائے اور آدمی طور پر جلدی سے ختم کر کے اپنے مورچے سنبھال لیں۔ اور جو لوگ دشمن کے سامنے مورچے جھانکے ہوئے تھے وہ اگر حضور کے پیچھے اپنی نماز پڑھیں۔ اس طرح نماز بھی ادا ہو جائے گی۔ اور دشمن کو حملہ کرنے کا موقعہ بھی نہ ملے گا۔

۹۴

دوسرے دن حضورؐ نے مقام حدیبیہ پر نزول اجلال فرمایا اور یہ مقام حرم مکہ کی آخری حد ہے۔ راستہ میں حضورؐ نے عرب قبائل کو اپنے ہمراہ چلنے کی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا وہ یہ کہتے تھے کہ محمدؐ اور اس کے اصحاب کو دل سے یہ خواہش ہی نکال دینی چاہیئے کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ جب یہ لوگ مکہ میں پہنچیں گے تو قریش مریض پاران کو قتل کر دیں گے۔ پس ان میں سے ایک نفر بھی پلٹ کر مدینہ کی طرف نہ جاسکے گا۔ اور صحر حب آپ حدیبیہ میں پہنچے تو قریش مکہ نے اطلاع پاتے ہی لات وعزی کی قسمیں کھا کر باہمی طور پر پختہ عہد کیا کہ ہم ان کو مکہ میں ہرگز ہرگز داخل نہ ہونے دیں گے۔ پس رسول اللہؐ نے ان کی طرف ایک آدمی روانہ فرمایا کہ میں لڑنے کے لئے نہیں آیا بلکہ میں تو صرف عبادت کرنے آیا ہوں۔ ہم مناسک ادا کرنے کے بعد اونٹ سخر کر دیں گے اور ان کا گوشت بھی تمہارے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

قریش مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا جو ایک ادیب و دانشور انسان تھا۔ یہ طائف کے رہنے والا تھا اور اسی کے متعلق ہے۔ تَالُوا لَوْ لَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَشِيِّتَيْنِ عَظِيمٍ۔ یعنی قریش مکہ کہتے تھے کہ اگر خدا نے قرآن بھیجا تھا تو مکہ و طائف کے کسی عظیم انسان پر نازل کیوں نہیں کیا گیا وہ اس عظیم شخصیت سے ہی عروہ بن مسعود ثقفی طائفی مراد لیتے تھے۔ اس نے اگر عرض کی کہ قریش مکہ نے لات وعزی کی قسمیں کھا کر ایک دوسرے سے پختہ عہد کیا ہوا ہے کہ جب تک ان میں ایک آنکھ بھی متحرک موجود ہے آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے تو ان حالات میں کیا آپ کو یہ بات گوارا ہے کہ اپنی قوم اور خاندان کو تباہ کر دیں؟ آپ نے نہایت سکون و اطمینان سے اس کو جواب دیا کہ میں لڑائی کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو اپنے مناسک ادا کرنے کے لئے آیا ہوں پس ہم مناسک ادا کر کے اونٹ سخر کر دیں گے۔ اور گوشت بھی ہم ان لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ عروہ نے عرض کی کہ آپ مناسک کی ادائیگی سے معذور ہو چکے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ قریش مکہ نے سوچا کہ حضورؐ رسول کریمؐ اور صحابہؓ کی مکہ میں آمد ہماری انتہائی ذلت ہے اگر وہ مکہ میں داخل ہو گئے تو عرب قبائل کے اندر ہمارا ربا سہا و فخر بھی جاتا رہے گا۔ اور عرب لوگ اس کو ہماری کمزوری خیال کریں گے اور ہر قبیلہ ہمارے اوپر جرات کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے دوبارہ حفص بن احنف اور سہیل بن عمروؓ کو بھیجا۔ حضورؐ نے ان کو دیکھتے ہی کڑی حرمت زبان سے جاری فرمایا کہ اندر سے قریش کو لڑائی نے ختم کر دیا۔ کاشی یہ لوگ میرے معاملہ میں مغل نہ ہوتے اور باقی عرب قبائل کے لئے مجھے ڈانڈا کرتے۔ پس اگر میں سچا تھا تو نبوت کے ساتھ ساتھ سلطنت ظاہری کا بھی ان کو فائدہ پہنچتا۔ اور اگر میں دعاؤ اللہ جھوٹا تھا تو باقی عرب میرا کام تمام کر دیتے۔ مگر کھیت آج قریشی لوگ مجھ سے ہر کچھ منائیں گے میں مان لوں گا بشرطیکہ ایسی بات نہ ہو جو اللہ کے لئے ناراضگی کی باعث ہو۔ چنانچہ انہوں نے عرض کی کہ آپ اس دفعہ واپس چلے جائیں تاکہ ہم آپ کے معاملہ میں مزید فکر کریں اور عرب قبائل کا رد عمل بھی دیکھیں۔ کیونکہ سب عربوں کو آپ کا تشریف لانا معلوم ہے۔ پس اگر آپ اس طریقہ سے حرم میں داخل ہو جائیں تو ہم عربوں میں ذلیل ہو جائیں گے اور دوسرے قبائل بھی ہم پر جری ہو جائیں گے۔ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگلے سال اس مہینہ میں

تین دنوں کے لئے کعبہ کو ہم لوگ آپ کے لئے خالی کر دیں گے۔ آپ بے شک مناسک ادا کریں۔ پس حضورؐ نے ان کی یہ بات مان لی تو انہوں نے دوسری شرط یہ پیش کی کہ ہمارا جو آدمی آپ کے پاس جائے گا آپ اسے ہمیں واپس کریں گے۔ اور آپ کی جانب سے بھاگ کر جو آدمی ہمارے پاس آئے گا ہم اس کو واپس کر دیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو تمہارا آدمی بھاگ کر ہمارے پاس آئے گا ہم واپس کر دیں گے لیکن جو ہم سے بھاگ کر تمہارے پاس آئے اسے واپس لانے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ہماری طرف سے یہ شرط ہوگی کہ وہ میں جو لوگ مسلمان بن کر رہیں گے انہیں اعلانیہ طور پر شعائر اسلام کے اظہار کی کھلی چھٹی ہوگی۔ اور ان کو کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اور ان کو اس بارے میں کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ انہوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا پس صلح کی گفتگو طے ہو گئی۔ لیکن اس صلح نامہ کو سننے ہی صحابہ چیں بچیں ہو گئے اور حضرت عمرؓ کا رویہ سب سے زیادہ سخت تھا وہ کہنے لگے یا رسول اللہؐ کیا ہم حق بجانب نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہم حق بجانب ہیں تو وہ کہنے لگا ہم اپنے دین میں یہ کمزوری کیوں برداشت کریں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف برگز نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کاش! آج میرے ساتھ چالیس آدمی بھی متفق ہو جائیں تو میں اس صلح نامے کو ٹھکرا دوں گا۔

ہر کیف کفار قریش کے دو نمائندے صلح کی بات چیت مکمل ہونے کے بعد واپس چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے نبی کریمؐ سے پھر جھگڑنا شروع کر دیا کہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور سر بھی منڈوائیں گے۔ آپ نے اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ بے شک میں نے وعدہ کیا تھا لیکن وہ اس سال کے لئے معین نہ تھا بلکہ میں نے تو کہا تھا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ میں مکہ کو فتح کروں گا پھر طواف سعی بھی کروں گا اور جملہ مناسک حج ادا کروں گا۔ لیکن معترضین نے صلح کے ٹھکرا نے پر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا چلو اگر صلح منظور نہیں تو جا کر لڑو چنانچہ جب یہ لوگ آگے بڑھے تو کفار قریش اپنے مقام پر لڑائی کے لئے مستور تھے۔ انہوں نے ان کو بری طرح پس پا کر دیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے بھی تلوار میان سے نکال لی۔ تو کفار قریش کے حوصلے پست ہوئے اور کہنے لگے یا علیؓ! کیا حضرت محمدؐ نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ اپنے فیصلہ پر قائم ہیں۔

ادھر صحابہ شہر منہ گئی سے جب واپس آئے تو حضورؐ نے فرمایا کیا تم میرے وہی بدروائے ساتھی نہیں ہو۔ کیا تم احادیث پیاروں پر چڑھنے والے جواں نہیں ہو؟ پس سر جھکا کر عرض گزار ہوئے کہ آپ جو بھی فیصلہ کریں ہم اسے چاروں اچار قبول کر لیں گے۔ پس قریش کے سابق نمائندے کفار مکہ سے مصالحانہ گفتگو کی منظوری لے کر واپس پلٹے اور صلح نامہ کو تحریری شکل میں مکمل کرنے کی کاروائی محل میں لائی گئی۔ حضرت علیؓ نے صلح نامہ تحریر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا لکھو۔ پس حضرت علیؓ نے سرنامے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو قریشی نمائندوں نے اس کو رد کیا۔ اور کہا وہی لفظ لکھو ایسے جو آپ کے بزرگ لکھا کرتے تھے یعنی بسمک اللهم۔ چنانچہ آپ نے یہی کلمہ لکھوایا۔ اس کے بعد یہ عبارت لکھی گئی کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو محمدؐ رسول اللہؐ اور قریش مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر طے پایا تو قریشی نمائندوں نے رسول اللہؐ کے لفظ پر جرح کی کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہؐ

تسلیم کرتے تو یہ جھگڑا کیوں ہوتا۔ آپ اپنا نام محمد بن عبد اللہ لکھوائیے۔ پس آپ نے فرمایا یا علی وہی لفظ لکھیے۔ جو یہ کہتے ہیں تو علیؑ نے عرض کی حضورؐ آپ کے نام سے رسالت و نبوت کو حذت کرنا مجھے گوارا نہیں ہے تو حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ کا لفظ کاٹ کر تحریر فرمایا ہَذَا مَا اصْطَلَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ قُرَيْشٍ یعنی یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبد اللہ اور قریشی سرداروں کے درمیان طے ہوا جس کے شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) دس برس تک فریقین جنگی کاروائیوں اور اشتعال انگیزوں سے باز رہیں گے۔

(۲) جو شخص رسول اللہ کے دین میں داخل ہونا چاہے گا اس پر کوئی پابندی عائد نہ کی جائے گی اور جو قریشیوں سے اپنا عہد وابستہ رکھے گا اس پر بھی کوئی پابندی نہ ہوگی۔

(۳) قریشیوں میں سے جو کوئی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمدؐ کی طرف آئے گا (خواہ وہ مسلمان ہو اُسے واپس کر دیا جائے گا۔ اور جو محمدؐ کے اصحاب میں سے قریش کی طرف جائے گا اُسے قریش واپس کرنے کے پابند نہ ہوں گے اس شرط پر مسلمانوں نے اعتراض کیا لیکن حضورؐ نے فرمایا جو شخص مسلمان ہو گا اُس کا اللہ محافظ ہے۔

(۴) مکہ مکرمہ میں اسلام ظاہر ہو گا۔ اور مسلمانوں پر اپنے اسلامی اعمال بجالانے میں کوئی پابندی نہ ہوگی۔ اور دینی معاملہ میں کسی کو مجبور نہ کیا جائے گا نہ اذیت دی جائے گی اور نہ اس پر مذاق کیا جائے گا۔

(۵) اصحاب محمدؐ میں سے جو شخص حج یا عمرہ کے لئے آئے گا۔ اس کا جان و مال محفوظ ہو گا اور قریش میں سے جو شخص مصر اور شام جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے گا اُس کا جان و مال بھی محفوظ ہو گا۔ اور یہ عہد نامہ ایسی بند گھڑی میں محفوظ ہے جس میں نہ خیانت کی جاسکتی ہے نہ چوری (مجمع البیان)

(۶) حضرت محمد مصطفیٰؐ اور اس کے اصحاب اس سال اسی جگہ سے عمرہ ادا کئے بغیر واپس چلے جانے کے پابند ہونگے۔

(۷) اگلے سال حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کے صحابہ کو مکہ میں داخلہ کی اجازت ہوگی اور تین دن کے لئے مکہ کے مسلمانوں کے لئے خالی کر دیا جائے گا۔

(۸) کوئی شخص سہتیار لگا کر مکہ میں داخل نہ ہو گا۔ البتہ مسافروں کے لئے تلوار نیام میں بند رکھنے کی صورت میں اجازت ہوگی

(۹) اس سال قربانیوں کو اسی جگہ ذبح یا خر کیا جائے جہاں مسلمانوں کو روک دیا گیا۔

(۱۰) یہ صلح نامہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے تحریر فرمایا اور مہاجرین و انصار کی گواہی ثبت کی گئی۔

اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد حضرت رسالت مآبؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ تجھے میرے نام سے نبوت و رسالت کے الفاظ ملانے گوارا نہیں تھے لیکن مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی معجوث کیا ہے۔ ان لوگوں کی اولاد تجھ سے ایسا ہی سلوک کرے گی اور تجھے مجبوراً ان کی بات ماننی پڑے گی چنانچہ جب جنگ صفین کے بعد حکمین کے فیصلہ کا اعلان ہوا تو جنگ بندی کے معاہدہ پر طرفین کی طرف سے جو وثیقہ لکھا گیا اس پر حضرت علیؑ علیہ السلام نے لکھوایا ہَذَا مَا اصْطَلَحَ

عَلَيْهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ - یعنی یہ وہ صلحنامہ ہے جو امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور معاویہ کے اتفاق رائے سے طے پایا تو عمرو عاص نے فوراً اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو امیر المؤمنین تسلیم کر لیتے تو جنگ وجدال کیوں ہوتا اور اس قدر خون خرابے کی نسبت کیوں آتی لہذا آپ امیر المؤمنین کی لفظ اپنے نام سے حذف کر کے صرف علی بن ابی طالب لکھوائیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا واقعی میرے آقائے نامدار نبی کریم کا فرمان بجا تھا اور انہوں نے جو کچھ فرمایا تھا حرف بحرف درست ثابت ہوا پس صلحنامہ کی عبارت مکمل ہو گئی۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب عہد نامہ لکھا گیا۔ اس کی ایک نقل حضرت نبی کریم کے پاس رہی اور دوسری قریش کو دی گئی۔ اسی مقام پر قبیلہ خزیمہ نے رسول اللہ کے عہد میں داخل ہونے کا اعلان کیا۔ اور قبیلہ بکر نے قریشیوں کی حمایت کا اعلان کیا۔ سہیل بن عمرو اور حفص بن احنف دوسری نقل لے کر واپس قریش کی طرف چلے گئے۔

حضرت نبی کریم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اونٹوں کو نحر کر دو اور سروں کو منڈا دو۔ لیکن وہ کہنے لگے کہ کیسے یہ ہو سکتا ہے حالانکہ نہ ہم نے طواف کیا اور نہ صفا و مردہ کے درمیان سعی کی۔ آپ صحابہ کے رد عمل سے غمزدہ ہو کر ام سلمہ کے خیمہ میں داخل ہوئے اور ام سلمہ نے عرض کی کہ حضور! آپ خود بنفس نفیس اپنے اونٹوں کو نحر کر کے سر منڈا لیں۔ چنانچہ آپ کے عمل کے بعد صحابہ نے بھی بعضوں نے یقین کی بنا پر اور بعضوں نے شک و ریب میں مبتلا ہو کر چار و ناچار حضور کے عمل کی اتباع کی۔ پس آپ مدینہ کی طرف چلے گئے اور جب مقام نعیم میں پہنچے تو ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے اترے۔ وہ صحابہ جنہوں نے آپ کی صلح پر نکتہ چینی کی تھی انہوں نے اپنے معذرت نامے پیش کئے اور اپنی لغزش پر شرمساری کا اظہار کیا اور حضور سے معافی کی درخواست کی۔ چنانچہ آیت رضوان نازل ہوئی۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ - یعنی ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی تاکہ اللہ تیرے (یعنی تیری امت کے) سابق و لاحق گناہ بخش دے۔

معاویہ بن عمار نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت مذکورہ معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے کہ حضور راہ فد القعدہ میں روانہ ہوئے تھے جب اس مقام پر پہنچے جہاں سے احرام باندھا تو صحابہ نے ہتھیار سنبھال لئے کیونکہ آپ کو خالد بن ولید کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ پس آپ نے فرمایا کوئی ایسا واقف کار آدمی تلاش کرو جو کسی غیر معروف راستے سے ہمیں لے چلے۔ چنانچہ بنی مزینہ یا جہنیہ کا ایک آدمی آگے بڑھا لیکن وہ اس معاملہ میں ناکام رہا تو دوسرا آدمی آگے بڑھا۔ اور وہ آدمی عقبہ میں پہنچا وہاں سے پہاڑ کی چڑھائی مشکل تھی لیکن حضور نے فرمایا جو لوگ اس پر چڑھیں ان کے گناہ اس طرح معاف ہوں گے جس طرح حطہ کہنے سے بنی اسرائیل کے معاف ہوئے تھے۔ یہ سنتے ہی قبیلہ اوس و خزرج کے جوان مرد سواروں کو لے کر بڑھے اور اپنی ہمت سے منزل کو آسان کر لیا اور اس وقت کل تعداد اٹھارہ سو تھی۔ پس پہاڑی سے اتر کر حدیبیہ کے مقام پر پہنچے وہاں ایک عورت اپنے بچے کو لے کر کنوئیں کے کنارے پانی لینے کے لئے بیٹھی تھی۔ مسلمانوں کے

ذُنُوبِكُمْ وَمَا تَأَخَّرُ وَيَتِمَّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَعْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝۳

پہلے کے ہیں اور جو بعد کے ہیں اور تیرے اوپر اپنی نعمت کو تمام کرے اور تجھے صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے

وَيُضْرِكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝۴ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي

اور تجھے شاندار کامیابی عطا فرمائے وہ وہ ذات ہے جس نے سکون بخشا مومنوں کے

قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودٌ

دوں کو تاکہ زیادتی حاصل ہو ان کے ایمان میں ایمان کی اور اللہ کے پاس

السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۵ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ

آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ دانا بینا ہے تاکہ داخل کرے مومنوں کو

کثیر التعداد لشکر کو دیکھ کر عورت کا بچہ ڈر کے مارے بھاگنے لگا تو عورت نے حضور کو پہچان لیا۔ پس اس نے بچے سے کہا گھبراؤ نہیں کیونکہ یہ لوگ نیک ہیں۔ چنانچہ آپ نے بنفس نفیس پانی طلب کیا تو عورت نے ڈول کھینچ کر پیش کیا۔ آپ نے پانی پیا اور منہ ہاتھوں کو دھویا اور باقی پانی کو اس کنوئیں میں انڈیل دیا گیا چنانچہ آپ کی برکت سے وہ پانی اب تک موجود ہے۔ مشرکین نے حضور کی آمد کو روکنے کے لئے ابان بن سعید کو گھوڑے سواروں کا ایک لشکر دے کر روانہ کیا تو جب اُس نے قرابانی کے اونٹوں کو دیکھا ابو سفیان سے کہنے لگا میں ان حاجیوں کو روکنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں اور ہمارے باہمی عہد و پیمان میں یہ شق شامل نہیں کہ ہم قرابانی کرنے والوں کو بھی روکیں گے۔ ابو سفیان نے اُسے خاموش کر کے عروہ بن مسعود ثقفی کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ چنانچہ کافی دیر تک بات چیت جاری رہی لیکن یہ ملاقات کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہو گئی اور کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا تو کفار نے ایک دوسرا مفسد سہیل بن عمرو کی قیادت میں بھیجا تاکہ رسول کریم سے بات چیت کے ذریعے سے چڑاؤں تصفیہ تک نوبت پہنچ جائے لیکن یہ ملاقات بھی کامیاب نہ رہی اور باہمی کشمکش جوں کی توں باقی ہی رہنے لگا۔ مسلمانوں کے مکہ میں داخلے پر راضی تھے اور نہ مسلمان اس امر پر راضی ہوتے تھے کہ طواف و دیگر مناسک ادا کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ آخر کار اسی صلحنامہ پر طرفین کا فیصلہ ہوا جو سابق روایت میں گزر چکا ہے۔

فَصَوَّرَ عَزِيزًا - یعنی اللہ آپ کی ایسی مدد کرے گا کہ کوئی سرکش دشمن آپ پر غلبہ حاصل نہ کر سکے گا چنانچہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور دین اسلام چاروں اہل عالم میں پھیل گیا اور تمام ادیان عالم کے مقابلہ میں اسلام کو شاندار کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ اَنْزَلَ السَّكِينَةَ - یعنی پیے در پیے اپنی نشانیاں اور دلائل و براہین بھیج کر مومنوں کے دلوں میں ایسی بصیرت پیدا کر دی کہ وہ دین حق پر پوری طرح مطمئن اور پرسکون ہیں۔ اور یہی وہ نعمتِ تامہ ہے جو مومنوں کو خاص طور پر عطا ہوتی ہے کیونکہ وہ لوگ

وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفَّرُ

اور مومنات کو ان باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں کہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں اور دُور کرے

عَنْهُمْ سِتْرَاتٌ لَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ قُوًى عَظِيمًا ﴿٦﴾ وَ

اللہ ان سے ان کی برائیاں اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے اور

يُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ

تاکہ عذاب دے منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو جو اللہ پر

بِاللَّهِ ظَنٍّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَ

براگمان کرتے ہیں ان ہی پر آئے گا بُرائی کا عذاب اور ان پر اللہ کا غضب اور

لَعَنَهُمْ وَاعَدَ لَهُمْ جَهَنَّمَ سَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٧﴾ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ

لعنت ہے اور ان کے لئے اس نے تیار کیا ہے جہنم اور وہ بری بازگشت ہے اور اللہ کے پاس آسمانوں

جن کے ایمان غیر نچھتے ہوتے ہیں وہ معمولی شبہات سے بھی متزلزل ہو جایا کرتے ہیں اس لئے کہ یقین والہیمان سے وہ محروم ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی اس جگہ مراد لی جاسکتی ہے کہ خدا نے مومنوں کے دلوں میں جو شہ ایمانی کی بدولت وہ استقامت و قوت بخشی ہے کہ بڑے سے بڑے دشمن کے مقابلہ میں بھی ڈٹ کر وہ گراں کی طرح حم جاتے ہیں اور سکون والہیمان قلب کی بدولت کوئی طاقت ان کے قدموں میں لغزش نہیں ڈال سکتی۔

لَيْزًا دَاوًّا - یعنی آثار فتح و کامیابی اور دلائل حقانیت اسلام کی بدولت ان کے ایمان تازہ ہوتے ہیں اور ان میں رزافروں اضافہ ہوتا ہے۔

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ :- یعنی اللہ کے پاس آسمانوں اور زمین میں ملائکہ و جنات وغیرہ کی فوجیں موجود ہیں۔ اگرچہ ہے تو تمام دشمنان اسلام کو ختم کر دے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ان مشرکوں کی پشتوں سے بعض مومن پیدا ہوں گے نیز اس کی حکمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ مومن جہاد کے اپنے حین اختیار سے جنت کے مستحق نہیں اور ان کے گناہ معاف ہوں اور تفسیر برہان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ پانی اور ہوا بھی اللہ کے لشکر میں جن سے بعض اوقات دشمنان دین کو ہلاک کیا جاتا ہے۔

خَلَقَ السَّوْءَ - تفسیر برہان میں اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کا انکار کیا تھا۔

جُنُودُ السَّمٰوٰتِ - تھوڑا سا ہے کہ پہلی جگہ مومنوں کی تسلی کے لئے تھا اور اس جگہ کافروں کے ذکر سے متصل ہے اور

وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ⑤ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا

اور زمین کے لشکر موجود ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے ہم نے آپ کو شاہد مبشر اور نذیر

وَنَذِيرًا ⑥ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ

بنائے بھیجا ہے تاکہ ایمان لادو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اسکی عزت کرو اور اللہ کی صبح و

بُكْرَةً وَأَصِيلًا ⑩ إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ

شام تسبیح کر تحقیق جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں

فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا

پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے پس جو بیعت کو توڑے گا تو اس کا وبال خود اس پر ہی ہوگا اور جو اللہ سے کئے وعدے

عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمِثْقَاتُهُ أَجْرًا عَظِيمًا ⑪ سَيَقُولُ لَكَ

کو پورا کرے گا تو اللہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا عنقریب کہیں گے آپ سے جو

الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْنَا

پیچھے رہ گئے تھے بدوی لوگوں میں سے کہ ہمیں مال و متاع اور اہل و عیال نے شغول کر رکھا تھا پس ہمارے لئے بخشش کی

ان کو تنبیہ کرنا مقصود ہے۔

لِتُؤْمِنُوا۔ بعض قاریوں نے یٰمُؤْمِنُوا پڑھا ہے اور باقی صیغے بھی اسی طرح ہیں لیکن جو لوگ لِتُؤْمِنُوا مخاطب کے صیغے سے پڑھتے ہیں انکے نزدیک عبارت میں کچھ مفید کرنا پڑے گا یعنی قُلْ لِّهَذَا اتَا اَرْسَلْنَاكَ ۖ۔ مقصد یہ ہوگا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ تم نے تم کو شاہد و مبشر و نذیر بنا کر بھیجا ہے کہ رسول کریم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تم ایمان لادو اور اس کی تعظیم و توقیر کیا تمہارا تھا اس کی مدد و نصرت بھی کرو اور غائب کے صیغوں کی صورت میں تو معنی واضح ہے کہ تم نے تم کو بھیجا ہے تاکہ یہ لوگ ایمان لائیں تا آخر۔

إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ۔ اس جگہ بیعت سے مراد بیعت حیدریہ ہے جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ اور تفسیر صافی میں ارشاد مفید سے منقول ہے کہ مامون نے امام رضا علیہ السلام سے جب کہا تھا کہ آپ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائیں تاکہ لوگ آپ کی بیعت کریں تو آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کو بلند کیا کہ منہ کے برابر آگیا اور آپ نے فرمایا کہ صحابہ نے رسول اللہ کی بیعت اس طرح کی تھی کہ ان کے ہاتھ نیچے تھے اور حضور کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا اور بیعت کا طریقہ بھی یہی ہونا

يَقُولُونَ بِالسِّنْتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ

دعا کرو وہ زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں کہہ سکتے کون مالک ہر گاہ تمہارے لئے اللہ سے کسی

شیئاً اِنْ ارَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

چیز کا اگر وہ تم کو تکلیف دینا چاہے یا تمہیں نقصان پہنچانا چاہے بلکہ اللہ آگاہ ہے اس سے جو تم کرتے

چاہتے کیونکہ اللہ نے رسول اللہ کے ہاتھ اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ کی بیعت کی گویا انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور ان کے ہاتھوں کے اوپر جو رسول اللہ کا ہاتھ تھا وہ گویا ان کا نہیں بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جو لوگ بیعت رضوان میں شریک تھے وہ بہت بلند مرتبہ کے لوگ تھے کیونکہ اللہ نے ان کا ذکر بڑے وقیع لفظوں میں فرمایا۔ البتہ اس بیعت کے ذکر کے بعد اس شرط کا اضافہ فرمایا کہ جو لوگ اس بیعت کی وفا کریں گے ان کے لئے اجر عظیم ہے اور جو لوگ اس بیعت کے بعد منحرف ہو جائیں گے اور بیعت کے تقاضوں کو بھلا کر اور نبی کریم کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنی خواہشات نفس کے پیچھے چلیں گے تو ان کو یہ بیعت کوئی نفع نہ دے گی بلکہ اس بیعت شکنی کا وبال ان کے سر پہ ہوگا۔

علیہ السلام۔ محض قاری نے ضمیر غائب پر ضمہ پڑھا ہے اور موجودہ قرآنوں میں یہی رائج ہے۔

سَيَقُولُ تَفْسِيرُ مَجْمَعِ الْبَيَانِ میں ہے کہ ذوالفقہ شہدہ میں آپ عمرہ کرنے کی غرض سے روانہ ہونے لگے تو مدینہ کے گرد و نواح کی بستیوں کے لوگوں کو آپ نے ہمراہ جانے کے لئے دعوت دی۔ کیونکہ یہ خیال تھا کہ مبادا

رکوع عذاب

قریش مکہ مزاحمت کریں یا لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو مسلمانوں میں قوتِ دفاع کا ہونا ضروری ہے۔ اس وقت مدینہ کے گرد و نواح میں جو قبائل آباد تھے جن کو دعوتِ سفر دی گئی وہ قبیلہ غفار، قبیلہ اسلم، مزنیہ، جہنیہ، اشجع اور قبیلہ دھل کے لوگ تھے۔ انہوں نے کفارِ قریش سے ڈرتے ہوئے آپ کی دعوت ٹھکرا دی۔ اور یہ بیان بنا لیا کہ آج کل ہماری مصروفیات کے دن ہیں اور ہم اپنے اموال و عیال کو چھوڑ کر شریکِ سفر نہیں ہو سکتے۔ حضورؐ چونکہ عمر کے نیت سے روانہ ہو رہے تھے اس لئے قربانیاں ہمراہ کر لیں تاکہ تمام لوگ جان لیں کہ یہ قافلہ حج و عمرہ کو جا رہا ہے نہ کہ لڑائی کرنے کے لئے روانہ ہے۔

يَقُولُونَ۔ خداوندِ کریم نے ان کے اعذارِ بارودہ کی پرندہ ترید فرمائی کہ یہ لوگ منافق طبع ہیں۔ زبان سے کچھ اور کہتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ لوگ حضورؐ کی دعوت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان کی فتیل روشن نہیں تھی۔ لہذا انکی دُعائے بخشش کی خواہش بھی صرف رسمی دوا داری کے طور پر تھی اُن کے دل کی آواز نہیں تھی۔

فَمَنْ يَمْلِكُ۔ یعنی اللہ اگر تم کو نفع یا نقصان دینا چاہے تو کون ہے جو تم کو اس سے بچا سکے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ۔ جن لوگوں نے حضورؐ کی دعوت کو روکیا تھا اور حدیبیہ کی طرف جانے سے انکار کیا تھا ان کو یہ خیال تھا کہ جب مسلمان مکہ میں پہنچیں گے تو کفارِ قریش موقعِ پا کر ان کو قتل کر دیں گے۔ اور ان میں سے ایک بھی گھر کو نہ پلٹ سکے گا۔ پس انہوں

خَبِيرًا ۱۲) بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى

ہر جگہ تم نے خیال کیا تھا کہ رسول اور مومن لوگ اب اپنے گھروں کی طرف ہرگز نہ

أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيْنَ ذَلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَ السَّوِّءِ وَكُنْتُمْ

پیش گے اور یہی بات مزین کی گئی تمہارے دلوں میں اور تم نے بدگمانیاں کیں (رسول کے متعلق) اور تم

قَوْمًا بَوْرًا ۱۳) وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

جہانگیر ہونے والی قوم ہر اور جو نہ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر تو ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں

سَعِيرًا ۱۴) وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ

کے لئے جہنم اور آسمانوں اور زمین کا ملک اللہ ہی کا ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے گرفتار

مَنْ يَشَاءُ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۱۵) سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا

عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے عنقریب کہیں گے پیچھے رہنے والے جب تم

أَنْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُّونا نَتَّبِعْكُمْ يَرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا

جاؤ گے غنائم (خیر) کی طرف تاکہ حاصل کرو ان کو کہ ہمیں اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا

نے اپنی جان کی خیر سناٹی اور حضور کی دعوت ٹھکرائی۔ اللہ فرماتا ہے یہ بدگمانی شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالی تھی اور یہ خیال

ان کے دلوں میں بچتے تھا بلکہ مزین تھا۔

سَيَقُولُ اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب مسلمان صلح حدیبیہ کر کے پلٹے تو خداوند کریم نے آپ کو فتح خیبر کی وحی فرمائی اور یہ یقین دہانی

بھی کرائی کہ وہاں سے غنیمتیں بھی حاصل ہوں گی۔ اور ساتھ یہ تخصیص بھی تھی کہ خیبر کی غنیمتیں صرف ان لوگوں میں تقسیم ہوں گی جو صلح حدیبیہ

میں شامل تھے۔ پس لوگوں نے یہ خبر سنی تو بے شک لوگ حدیبیہ میں شریک نہ تھے اور پیچھے رہ گئے تھے ان کے دلوں میں بھی خیبر کی طرف جانے

کا لالچ پیدا ہوا۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں بھی ساتھ لے جائیے گا۔ تو ان کے جواب میں اللہ فرماتا ہے۔ ان پیچھے رہ جانے والے

لوگوں سے کہیے کہ تم ہرگز تمہارے ساتھ نہ آؤ گے۔ اور اللہ نے پہلے سے ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ خیبر کی غنیمتیں صرف ان لوگوں میں

ہی تقسیم ہوں گی جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے اور تم اللہ کے فیصلے کو تبدیل نہیں کر سکتے اور نہ اللہ کے فیصلے کو جھوٹا ثابت کیا جا

سکتا ہے۔ گویا وہ لوگ جنگ خیبر میں شرکت و شمولیت کر کے اللہ کے فیصلے کو تبدیل کرنے اور اسے جھوٹا ثابت کرنے کے

درپے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہ ہو گا بلکہ اللہ کا فیصلہ حرفِ بحرف ثابت ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ میں شریک تھے

كَلِمَ اللّٰهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ

کلام (فیصلہ) بدل جائے ان سے کہہ دو کہ ہرگز ہمارے ساتھ نہ آؤ اور اسی طرح اللہ نے پہلے بھی فرمایا ہے پس وہ کہیں گے

بَلْ تَحْسَدُونَنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ الْاَقِيلًا ﴿١٦﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ

بلکہ تم لوگ ہم پر حسد کرتے ہو بلکہ وہ (حق کو) نہیں سمجھتے مگر کم کہہ دیجئے پیچھے رہ جانے والوں کو

مِنَ الْاَعْرَابِ سُدُّعُونَ اِلَىٰ قَوْمٍ اُولٰٓئِیْ بِاسٍ شَدِيْدٍ يُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ

بدوں میں سے کہ عنقریب تم کو بلایا جائے گا ایک ایسی قوم کی طرف جو سخت جنگجو ہوں گے کہ ان سے تم لڑو گے یا وہ

يُسَلِّمُونَ فَاِنْ طَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَّاِنْ تَوَلَّوْا كَمَا

مسلمان ہو جائیں گے پس اگر تم نے بات مان لی تو تم کو خدا بہتر اجر عطا کرے گا اور اگر تم پھر گئے جس طرح

تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٧﴾ لَيْسَ عَلٰی الْاَعْمٰی حَرْجٌ

پہلے پھر گئے تھے تو تم کو دردناک عذاب دے گا اندھے پر لنگڑے پر اور

وَلَا عَلٰی الْاَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلٰی الْمَرِيضِ حَرْجٌ وَّمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ

ریض پر کوئی حرج نہیں (اگر جنگ کے لئے نہ جاسکیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول

وہی خیبر جاسکے اور دوسرا کوئی بھی جنگ خیبر میں نہ جاسکا۔

فَسَيَقُولُونَ - یعنی جب مسلمانوں نے ان کو کہا کہ تم ہرگز نہیں جاسکو گے کیونکہ اللہ کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اُس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا تو وہ جواب دیتے تھے کہ تم لوگ خواہ مخواہ ہم پر حسد کرتے ہو تاکہ ہم خیبر کی غنیمتوں میں حصہ نہ لے سکیں حالانکہ وہ خود بات کی حقیقت کو نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ مسلمان ان کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو خبر دیتے تھے کہ چونکہ اللہ کا فیصلہ ہے لہذا تم ہرگز شریک نہ ہو سکو گے کیونکہ اللہ کے وعدے میں جھوٹ نہیں ہوا کرتا اور وہ اس کو مسلمانوں کے حسد پر محمول کرتے تھے۔ اور یہ سراسر ان کی بے سمجھی تھی۔

قُلْ لِّلْمُحٰلِفِيْنَ - یعنی ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ چلو خیبر کی جنگ میں تو تمہاری شرکت نہ ہو سکے گی لیکن بعد میں ایک دوسری قوم سے جہاد و پیش ہو گا۔ اور تم لوگوں کو اُس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی۔ اور اس سے مراد صغین طائف موتہ اور تبوک کے غزوات ہیں۔ پس مسلمانوں کو ان سے جنگ کرنا پڑے گا یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ پس ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اسلام سے سچی ہمدردی رکھتے ہو تو آنے والی جنگوں کے لئے تیار رہو۔ پس اگر تم اطاعت کرو گے اور ثابت قدمی سے کفار کا

وَرَسُولَهُ يَدْخُلُهُ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يَعرَبْهُ

کی اطاعت کرے گا اس کو داخل کرے گا ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو پھر جائے اس کو دروناک

عَذَابًا لِيَمَّا ۱۸ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

مذاب دے گا بے شک اللہ راضی ہے مومنوں سے جب کہ وہ آپ کی بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے

مقابلہ کر کے تاجرِ عظیم پاؤں کے درنہ عذاب الیم کے حقدار ہو گئے۔ البتہ اندھے لنگڑے اور بیمار لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔
رکوع ۱۸۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
بیعت رضوان اللہ تعالیٰ نے لگائے رکھا ہے۔ حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے صحابہ نے حضور پاک کی بیعت کی تھی۔ اور وہ کیکر کا درخت تھا۔ اور یہ بیعت اس امر کا عہد تھا کہ ہم حضور کی معیت میں ہر خطرہ کا مقابلہ کریں گے۔ اور ہر سختی سے سخت مرحلہ پر بھی حضور کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ اور یہ عہد حضرت رسول اللہ کی شریعت کے جملہ احکام کے من و عن تسلیم کرنے کا عہد تھا اور ایسا کرنے والوں کو خداوند کریم نے اپنی رضامندی کی پیش کش فرمائی ہے۔

بیعت رضوان کے بعد رضی اللہ کے الفاظ تمام صحابہ کی عدالت و ایمان کی دلیل نہیں بن سکتے۔ اسی لئے تو گذشتہ آیت نمبر ۱۷ میں اس کی وضاحت فرمائی کہ مَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ یعنی جو شخص اس بیعت کو توڑے گا تو اس کا وبال اس کے اپنے سر پر ہوگا۔ پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ کی رضامندی صرف ان صحابہ کے لئے ہے جنہوں نے بیعت کی اور پوری بقایا زندگی میں اس بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا۔ اور اس پر ثابت قدمی سے جمے رہے۔ لیکن وہ لوگ جو بیعت کرتے وقت بھی دیکھا دیکھی کی بنا پر منافقانہ چال چل رہے تھے کہ ظاہر میں دوستی اور دل میں دشمنی پوشیدہ تھی یا یہ کہ اُس وقت بدل و جان بیعت تو کر لی لیکن بعد میں اس کو توڑ ڈالا اور ثابت قدم نہ رہ سکے یا یہ کہ حضور کی زندگی میں تو ثابت قدم رہے لیکن وفاتِ پیغمبر کے بعد راہِ حق سے منحرف ہو گئے۔ چنانچہ بخاری شریف میں صحابہ کے ارتداد کی حدیثیں وارد ہیں اور ہم نے مقدمہ تفسیر میں بعض کو نقل کیا ہے تو ایسے لوگ یقیناً رضائے پروردگار کے مستحق نہیں اور نہ یہ آیت ان کو شامل ہے۔ لہذا آیت مجیدہ کی رو سے تمام صحابہ کو عدول ثابت کرنا یا ان کو بلا استثناء جہنمی کہنا اپنے نفس کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور مکہ کی طرف جاتے ہوئے جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کی اونٹنی رک گئی۔ آپ نے

قصہ بیعت و صلح حدیبیہ کی وضاحت
 اُس کو آگے بڑھانے کی کوشش کی لیکن وہ آگے بڑھنے کے بجائے بیٹھ گئی۔ صحابہ بھی یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے تو آپ نے فرمایا کہ چلنے چلنے رک جانا اس اونٹنی کی عادت نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ رک جانے میں ہماری مصلحت ہے اور اس کو اُسی ذات نے روکا ہے جس نے ہاتھوں کو روکا تھا۔ پس آپ نے عمر بن خطاب کو بلایا اور فرمایا کہ جا کر اہل مکہ کو

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٩﴾

پس اللہ کو ان کے دل کی سچائی معلوم ہے لہذا اُس نے اُن کو سکون بخشا اور ان کو فوری فتح (فتح مکہ یا فتح خیبر) عطا کی

وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٢٠﴾

(اور بہت سی غنیمتیں جو انہوں نے حاصل کیں) (غنائم خیبر یا غنائم ہوازن) اور اللہ غالب دانہ ہے

ہماری آمد کی اطلاع دو تا کردہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ اور ہم بھی اعمال عمرہ بجالائیں اور قربانیاں کر کے واپس چلے جائیں تو انہوں نے معذرت پیش کی کہ وہاں میرا کوئی خاص رشتہ دار موجود نہیں ہے لہذا قریش مکہ کی دشمنی سے مجھے سخت خطر ہے اور میرے بجائے عثمان بن عفان کا بھیجنا زیادہ موزوں ہے کیونکہ اُس کا کافی قبیلہ وہاں موجود ہے۔ پس آپ نے عثمان کو اپنی طرف سے ہدایات دے کر روانہ فرمایا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کے لئے اور اعمال عمرہ بجالانے کے لئے آئے ہیں تاکہ قریشی مزاحمت نہ کریں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان کو جالتے ہی قریشیوں نے گرفتار کر لیا اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اب فیصلہ کئے بغیر ہم یہاں سے حرکت نہ کریں گے۔ چنانچہ ایک لکیر کے درخت کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا۔ پس لوگوں نے مشرکوں کے ساتھ لڑنے اور فرار نہ کرنے کے عہد میں آپ کی بیعت کی۔ عبد اللہ بن مققل کا بیان ہے کہ میں اس وقت حضورؐ کے پیچھے لکیر کی ایک شاخ پکڑ کر کھڑا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے صحابہ سے موت پر نہیں بلکہ فرار نہ کرنے کے عہد پر بیعت لی تھی۔ مسور بن مخزوم کی روایت میں ہے کہ ایک ہزار سے زیادہ کی تعداد میں صحابہ مدینہ سے آئے تھے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضورؐ نے اپنی قربانیوں کو اشعار یا تقلید کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور قبیلہ مخزاعہ کا ایک آدمی بطور جاسوس کے روانہ فرمایا تاکہ قریشیوں کے ردِ عمل کی اطلاع دے۔ پس جب آپؐ عفان کے قریب غدیر الاشطاط کے مقام پر پہنچے تو اُس جاسوس نے واپس آکر اطلاع دی کہ قبائل قریش مختلف قبائل سے فوجیں جمع کر کے لڑائی کے لئے بالکل تیار ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ بیت اللہ تک آپ کو نہ پہنچنے دیں گے آپ نے اس خبر کی پرواہ کئے بغیر صحابہ کو آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔

چلتے چلتے ایک مقام پر آپؐ رک گئے اور فرمایا کہ کفار قریش کی سوار فوج کا ایک دستہ لے کر خالد بن ولید غمیم کے مقام پر ہمارا راستہ روکنے کے لئے اُترا ہوا ہے لہذا ہمیں راستہ چھوڑ کر دائیں طرف مڑ جانا چاہیئے۔ چنانچہ آپؐ ثنیہ کے مقام پر پہنچے تو آپؐ کی سواری رک گئی اور بیٹھ گئی تو آپؐ نے فرمایا یہ اس کی عادت نہیں ہے بلکہ اس کو اُس ذات نے روکا ہے جس نے ہاتھیوں کو روکا تھا۔ پس آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ قریش اگر مجھ سے ایسی چیز کا مطالبہ کریں جس میں اللہ کے حرم کی تعظیم کا راز مضمر ہو تو میں ضرور اُسے قبول کر دوں گا۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنی سواری کو چلایا تو وہ روانہ ہو گئی۔ پس آپؐ نے حیدر بیہ کی آخری سرحد پر ایک کنوئیں کے کنارے نزول اجلال فرمایا۔ جس میں پانی بہت کم تھا اور تھوڑا تھوڑا ارشاد تھا

جس سے صحابہ سیر نہ ہو سکتے تھے۔ پس انہوں نے پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور پانی کے رسنے کی جگہ پر اس کو گاڑنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کی برکت سے کنوئیں میں پانی کافی موجود ہو گیا۔ اور سب لوگ سیراب ہوئے۔ اسی اثناء میں بدیل بن ورقاء خراعی قبیلہ خزاعہ کے چند آدمیوں کو ساتھ لیکر حاضر خدمت ہوا اور یہ شخص اہل مکہ میں سے آپ کا خیر خواہ تھا اس نے غرض کی کہ قریش اپنی فوری طاقت کے ساتھ آپ کو سبت اللہ سے روکنے پر آمادہ ہیں اور وہ خون کا آخری قطرہ بہا دینے پر تیار ہیں۔ چنانچہ اس غرض سے انہوں نے اپنے نواسیدہ بچوں اور ان کی ماؤں کو بھی اپنے ہمراہ شریک جنگ ہونے کے لئے آمادہ کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں کسی سے لڑنے کے لئے نہیں بلکہ اعمال عمرہ بجالانے کے لئے آیا ہوں اور قریش کو جنگوں نے کمزور کر دیا ہے اور ان کو کافی جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اب میں ان کو ایک مدت تک کی ہلت دیتا ہوں کہ وہ میرے راستہ میں حائل نہ ہوں۔ اور مجھے دوسرے عرب قبائل سے بٹھنے کے لئے واگذار کریں۔ پھر جو راستہ دوسرے عرب اختیار کریں یہ بھی ان میں داخل ہو جائیں۔ اور اگر یہ لوگ خواہ مخواہ مجھ سے الجھنے کی کوشش کریں گے تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں اپنے مشن کی تکمیل کے لئے ضرور ان سے لڑوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کروں گا۔ بدیل بن ورقاء نے واپس جا کر قریش کو حضور کا پیغام پہنچایا تو عروہ بن مسعود ثقفی نے کھڑے ہو کر قریش کے بھرے مجمع میں ایک تقریر کی اور قریش کو نصیحت کی کہ جو کچھ حضور نے پیغام بھیجا ہے اس میں تمہاری خیر خواہی کا راز مضمر ہے لہذا اس کو قبول کر لینے میں تمہیں پس و پیش نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اگر تمہاری مرضی ہو تو مزید بات چیت کے لئے میں خود ان کے پاس جاتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا تم خود جاؤ اور رو برو بات کر کے کوئی اچھا فیصلہ کر کے ہمیں اطلاع دو۔ چنانچہ وہ حاضر بارگاہ رسالت ہوا تو آپ نے اپنی وہی تقریر دہرائی جو اس سے قبل بدیل بن ورقاء خراعی کے سامنے کی تھی۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے اپنی جوابی تقریر میں کہا کہ آپ کے لئے اپنی قوم قریش سے لڑنا کسی طرح بھی مناسب نہیں اور کوئی دالیشمند اپنی اصل وجہ کو اکھٹڑنا پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو یہ ادھر ادھر سے جمع ہو کر آپ کے ہمراہ آپ کی محبت کا دم بھرنے والے لوگ دوڑ جائیں گے اور آپ کو تنہا مصائب میں چھوڑ جائیں گے (کیونکہ مشکل و مصیبت میں صرف اپنا خون ہی کام آتا ہے) یہ سن کر ابو بکر نے اس کو جھڑک کر کہا اُمّ مصدح بظن اللات۔ یعنی جاؤ اور لات کی شرمگاہ کو چاٹو۔ لات ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ مقصد یہ کہ تم اپنے بتوں کی پوجا کرو ہمیں یہ طعنہ کیوں دیتے ہو کہ ہم رسول اللہ کو چھڑ کر کہیں بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود نے پوچھا یہ کون شخص ہے تو اس کو جواب دیا گیا کہ یہ ابو بکر ہے۔ تو عروہ نے کہا کہ تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا تو میں تجھے اس کا جواب دیتا۔ اس کے بعد دوسری باتیں ہوتی رہیں۔

میغیرہ بن شعبہ حضور کے پاس کھڑا تھا اور عروہ جب بھی بات کرتا تھا تو حضور کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا تھا پس میغیرہ نے جھڑک کر کہا کہ اپنے بچس ہاتھ کو حضور کی ریش اقدس کے قریب نہ لے جاؤ ورنہ اس ہاتھ کو میں توڑ دوں گا۔ عروہ نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ میغیرہ بن شعبہ ہے۔ پس وہ کہنے لگا کہ یہ دھوکا باز آدمی ہے اس سے الجھنے کا کوئی فائدہ نہیں

اس کا واقعہ یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے طائف کے چند تاجروں کے ساتھ سفر تجارت میں شرکت کی تھی تو اس نے موقع پا کر ان سب کو قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ کر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ پس عروہ بن مسعود مقتولین کے وارثوں کے ہمراہ طائف سے چل کر مکہ میں اسی معاملہ کے فیصلہ کے لئے آیا ہوا تھا لیکن مغیرہ بن شعبہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کو قبول کر لیا اور وہی طائف کے تاجروں سے لوٹا ہوا مال بھی پیش خدمت کر دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تیرے اسلام کو ہم نے قبول کر لیا ہے لیکن تیرے اس لوٹ کھسوٹ کے مال کو ہم قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ٹھکی اور وضو کے کا مال ہے۔

بہر کیف عروہ بن مسعود ان تمام باتوں کا جائزہ لیتا رہا اور صحابہ کا حضورؐ سے برتاؤ کا طریقہ بھی دیکھتا رہا۔ جس سے وہ خود بہت متاثر ہوا۔ چنانچہ اُس نے دیکھا کہ آپؐ کی زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ صحابہ ضائع نہ ہونے دیتے تھے اور آپؐ کے حکم کی فوری تعمیل کرتے تھے اور جب آپؐ وضو فرماتے تو صحابہ کا ہر فرد ایک دوسرے سے بڑھ کر تبرک کے لئے وہ پانی حاصل کرنے کا خواہشمند ہوتا تھا جو آپؐ کے اعضا سے گرتا تھا۔ اور حضورؐ کے سامنے کوئی بھی صحابی بلند آواز سے بات کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا اور نہ کوئی حضورؐ کی آنکھ میں آنکھ ملانے کی جسارت کرتا تھا۔ پس ان تمام باتوں سے کافی تاثر لے کر عروہ بن مسعود واپس پٹنا تو کہنے لگا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں اور میں قیصر و کسریٰ و نجاشی ایسے حکمرانوں کے پاس بھی حاضر ہوا ہوں لیکن مجھ میں نے آج تک ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے ہم نشین اتنی کرتے ہوں جو محمدؐ کی تعظیم اس کے اصحاب کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب وہ حکم کریں تو تعمیل حکم میں وہ ایک دوسرے سے سبقت کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اُن کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لئے جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں وہ ان کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند نہیں کرتے اور نہ اُن کو تیز نگاہوں سے دیکھنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ بے شک انہوں نے تم لوگوں کی طرف اچھا پیغام بھیجا ہے لہذا تمہارا فرض ہے کہ اس کو قبول کرنے میں پس و پیش نہ کرو۔

اس کے بعد بنی کنانہ میں سے ایک شخص کو کفار قریش نے بطور وفد بھیجا۔ آپؐ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا یہ شخص اُس قوم میں سے ہے جو سبت اللہ کی قربانیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لہذا اس کے سامنے اپنی قربانیوں کو ظاہر کرو۔ تاکہ حقیقت اس کے سامنے کھل جائے۔ چنانچہ صحابہ نے اپنی قربانی کے جانوروں کو ظاہر کر کے تلبیہ کے کلمات اپنی زبانوں پر جاری کئے تو وہ شخص کافی متاثر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ قریش کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ان لوگوں کو سبت اللہ کی زیارت سے روکیں چنانچہ اُس نے کفار قریش کے سامنے واپس جا کر اپنے تاثرات پیش کر دیے اور ان کو غلط اقدام سے روکنے کی فہمائش کی۔ اس کے بعد کفار کی جانب سے مکہ میں حضورؐ کی خدمت کے لئے بارگاہِ نبویؐ میں پہنچا۔ لیکن یہ ایک فاسق و فاجر شخص تھا۔ حضورؐ بنی اکرمؐ کے ساتھ اس کی گفتگو کسی اچھے فیصلے تک نہ پہنچ سکی۔ اس کے بعد کفار کی طرف سے سہیل بن عمرو آیا اور حضورؐ نے اس کی آمد کو باہمی گفتگو اور اچھے فیصلے کے لئے نیک فال قرار دیا دیکھو کہ اس کا نام سہیل سہیل سے

شوق تھا جو سہولت اور آسانی کے معنی میں ہے) پس بات چیت نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور فریقین میں صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ اور تحریری طور پر اسے مکمل کیا گیا جس کی تفصیل آیت ۶۲ پر ابھی گزر چکی ہے۔

باہمی معاہدہ کی تحریری تکمیل ابھی نہیں ہوئی تھی کہ کفار قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل جس کو اسلام لانے کے جرم میں قریشیوں نے پابند سلاسل کیا ہوا تھا وہ اپنے زنجیروں اور بیڑیوں کو گھسیٹتا ہوا آن پہنچا اور اس نے اپنی مظلومیت کی درد بھری کہانی سنائی۔ اور مسلمانوں سے امداد اور فریاد رسی کی درخواست کی۔ سہیل بن عمرو نے اپنے مظلوم بیٹے کی حالت پر ترس کھانے کے بجائے انتہائی سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ معاہدہ کی رو سے میرے بیٹے ابو جندل کو تو آپ واپس کرنے کے پابند ہیں۔ حضور نے فرمایا ابھی تک چونکہ معاہدہ پر طرفین کے دستخط نہیں ہوئے لہذا دستخطوں کے بعد طرفین پر پابندی عائد کی جاسکے گی۔ تو ابو جندل کے سنگدل باپ نے کہا کہ آپ میرے بیٹے کو واپس نہیں کریں گے تو صلح نامہ بیکار منظور ہو گا۔ آپ نے فرمایا اس کو پناہ میں لے لو تو سنگدل باپ نے بیٹے کو پناہ دینے سے بھی انکار کر دیا اور حضور کے اصرار کے باوجود بھی وہ نہ مانتا تو ابو جندل نے پھر مسلمانوں کو خطاب کر کے اپنی مار پٹائی اور کفار کی جانب سے دی جانے والی اذیتوں کا ذکر کیا اور درخواست کی کہ مجھے واپس کفار کی طرف نہ بھیجا جائے لیکن حضور نے معاہدہ کی رو سے اس کی درخواست ٹھکرا دی۔ اسی مقام پر عمر بن خطاب نے کہا **وَاللّٰهُ مَا شَكَّكَتُ مَدَا سَلَّمْتُ الْاَيُّوْمَ مَعَكُمْ**۔ یعنی میں جس دن سے مسلمان ہوا ہوں خدا کی قسم اس دن کی طرح مجھے کبھی خیریت میں شک نہیں ہوا۔ اور میں نے رسول اللہ کے پاس جا کر عرض کی۔ کیا آپ بنی نہیں ہوا آپ نے فرمایا۔ میں بنی ہوں۔ تو میں نے کہا کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا بے شک ہم حق پر اور دشمن باطل پر ہیں۔ تو میں نے کہا پھر ہم اس قدر کوری کیوں کریں؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی کسی صورت میں نہیں کر سکتا اور وہی ہمارا مدگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم سبت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا بے شک میں نے کہا تھا لیکن میں نے اس سال کے لئے نہیں کہا تھا اور یقیناً ایک وقت آئے گا کہ ہم سبت اللہ کا اگر طواف کریں گے۔

پھر کہیں صلح نامہ کی تحریری تکمیل کے بعد حضور نے قربانیاں ذبح کر دیں اور سر منڈوا دیا اور مسلمان واپس مدینہ طیبہ کو آگئے کچھ دنوں بعد ابوبصیر نامی ایک قریشی مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگا اور مدینہ میں پہنچا تو اس کے پیچھے دو آدمی اس کو واپس لینے کے لئے آئے۔ پس معاہدہ کی رو سے حضور نے اس کو واپس کر دیا۔ جب مقام ذوالحلیفہ پر پہنچے تو ابوبصیر نے اپنے ان دو ساتھیوں میں سے ایک سے تلوار طلب کی کہ عمدہ تلوار ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس نے دے دی۔ پس مسلمان نے فوراً ہی اسی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ دیکھ کر دوسرا کافر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور مسجد نبوی میں اپنا کاپتا ہوا داخل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ شخص کسی حادثہ کا شکار ہے۔ چنانچہ اس نے قریب پہنچ کر اپنی داستان سنائی کہ میرا ساتھی قتل کیا جا چکا ہے اور میں بھی قتل کیا جانے والا تھا کہ جان بچا کر بھاگ آیا ہوں۔ اتنے میں ابوبصیر مسلم وارد مسجد ہوا۔ اور اس نے عرض کی حضور آپ

۶۷

۶۸

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جو تم حاصل کرو گے پس یہ غنیمت تم کو اُس نے فوراً دیدی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے اُس نے رکھنے اپنے کئے ہوئے عہد کی وفا کی تھی اور مجھے واپس بھیج دیا تھا لیکن خدا نے مجھے ان لوگوں سے نجات دے دی ہے سب نے اُس سے منہ پھیر کر صحابہ سے فرمایا کہ اس شخص نے پھر جنگ کی آگ کو بھڑکانے کی ابتدا کی ہے اسے واپس لے جاؤ۔ جب اُس نے یہ کلمات سُنے تو اُس کو یقین ہو گیا کہ مجھے دوبارہ کفار کی طرف لڑایا جائے گا۔ لہذا وہ فوراً مسجد سے نکلا۔ اور ساحل سمندر کا رخ کیا۔ اُدھر سے سیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل بھی کسی طریقہ سے قریش مکہ سے جان بچا کر ساحل سمندر پر ابوبصیر سے جا ملا اور ان کے بعد جو بھی آدمی مکہ میں مسلمان ہوتا وہ ماں سے بھاگ کر ان کے ساتھ جا ملتا۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں ان کی اچھی خاصی ایک جماعت بن گئی۔ پس قریش کی جو جماعت سفر تجارت میں شام کا رخ کرتی یہ لوگ اُن کو لٹٹے اور قتل کر ڈالتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے کفار قریش کا ناک میں دم کر دیا۔ پس انہوں نے مجبوراً حضور کی طرف ایک دفعہ بھیجا کہ خدا کے لئے ان مسلمانوں کو اپنے پاس بلا لیجئے اور اب جو بھی مسلمان ہم میں سے علیحدہ ہو کر آپ کے پاس پہنچے گا ہم اس سے متعرض نہ ہوں گے۔

وَعَدَ اللَّهُ۔ یعنی خدا نے مسلمانوں کے ساتھ بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جو تا قیام قیامت مسلمانوں کو حاصل ہوتی رہیں گی۔

فَعَجَلَ لَكُمْ۔ اس فوری غنیمت سے مراد غنیمت خیبر ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کو کافی مال و دولت ہاتھ آیا۔

كَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب حضور نے خیبر پر چڑھائی کا قصد فرمایا اور جا کر یہودیوں کا محاصرہ کیا تو قبیلہ اسد و غطفان کے لوگوں نے باہمی مشورہ کیا کہ اب مسلمانوں کی لڑاکا فوج خیبر کے محاذ پر یہودیوں سے بندہ آزمایا ہے اور مدینہ میں صرف عورتیں اور بچے موجود ہیں لہذا مدینہ پر حملہ کر کے ان کو لوٹ لیا جائے اور بعض روایات میں ہے کہ ان قبیلوں نے خیبری یہودیوں کے ساتھ فرجی امداد کا عہد و پیمان کیا تھا۔ بہر صورت خداوند کریم نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا کہ وہ اپنے ارادوں کو بائہ تکمیل تک پہنچانے سے قاصر رہے پس کچھ منازل طے کرنے کے بعد یثیام ہوئے اور واپس اپنے گھروں کو چلے گئے آیت مجیدہ میں خداوند کریم مسلمانوں کو قبائل عرب کے ارادہ ہائے فاسدہ کی اور اپنے احسان کی اطلاع دے رہا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں اس آیت مجیدہ کے شان نزول کے متعلق تین اقوال منقول ہیں (۱) حدیبیہ کے سال کفار قریش نے چالیس جوان بھیجے تھے تاکہ مسلمانوں پر اچانک حملہ کریں لیکن وہ سب کے سب گرفتار ہو گئے اور اللہ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے پالیا تو اُس حضور نے ان کو معاف کر دیا۔ کیونکہ آپ کا مقصد اعمال عمرہ کو بجالانا تھا (۲) اہل مکہ نے اسی آدمیوں کو بھیجا تھا جو صبح کی نائے کے وقت مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے کوہِ نعییم سے اترے لیکن گرفتار ہو گئے اور حضور نے ان کو رہا کر دیا (۳) صحابہ مکہ سے وقت تیس آدمیوں کا ایک دستہ مسلح ہو کر اچانک حملہ کرنے والا تھا کہ آپ کی بددعا سے وہ سب نابینا ہو گئے اور گرفتار کر لئے گئے پس آپ نے ان کو معاف کر دیا۔

جنگ خیبر۔ فتح حدیبیہ سے واپس آکر حضور نے بیس دن مدینہ میں آرام فرمایا اور پھر اسی فوج کے ہمراہ شہرِ مہجری میں

عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٢١﴾

دینے اور تاکہ (یہ غنیمت) مومنوں کے لئے (صدقہ اسلام کی) نشانی ہو اور تاکہ تم کو خدا صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے عازم خیر ہو گئے۔ کیونکہ یہودی خیر کافی دنوں سے مسلمانوں پر دانت پس رہے تھے اور دن بدن فوجی طاقت بڑھا رہے تھے۔ اور یہ دُر تھا کہ مبادا کسی دن مسلمانوں پر ایسا جنگ حملہ کر دیں۔ لہذا ان کی سرکوبی کے لئے لشکر کشی کرنا ضروری تھا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ سلمہ بن اکوع سے مروی ہے ہم نے رات کے وقت سفر کیا اور عمار نامی صحابی جو شاعر تھا۔ اس نے حدیٰ خوانی کے طور پر چند اشعار پڑھے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے تو جواب ملا کہ عامر ہے۔ آپؐ نے فرمایا **مِرْحَمَةُ اللَّهِ**۔ پس لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص شہید ہو گا کیونکہ آپؐ جنگ سے پہلے جس شخص کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے تھے وہ اس جنگ میں شہید ہو جاتا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سب سے پہلے مرحب کے ساتھ لڑتے ہوئے وہ مارا گیا تھا۔

پس مسلمانوں نے قلعہ خیر کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس محاصرہ نے کافی جلد کھینچا۔ اسلامی فوج نے اپنے مورچے مضبوط کر لئے اور لڑائی جاری رہی۔ حضورؐ نے فوج اسلام کا علم عمر بن خطابؓ کے حوالہ فرمایا لیکن ناکام واپس آئے وہ کہتا تھا سپاہی

بزدل تھے اور سپاہی کہتے تھے سالار لشکر نے بزدلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان دنوں حضرت نبی کریمؐ کو دردِ شقیقہ کی تکلیف تھی۔ لہذا باہر نہ آسکتے تھے جب درد کی شدت میں کمی ہوئی اور آپؐ تشریف لائے تو جنگ کی موجودہ پوزیشن کا جائزہ لینے کے

بعد فرمایا۔ **لَا عَظِيمَ الرَّايَةِ عَدَا رَجُلًا يَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ كَرَّارًا غَيْرَ فَرَادٍ لَا يَرْجِعُ حَتَّى يَقْتُلَ اللَّهَ عَلَى يَدَيْهِ**۔ یعنی کل فوج کا علم اُس شخص کے حوالہ کروں گا جو اللہ و رسول کو دوست

رکھتا ہو گا اور اللہ و رسول اُس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ کرار ہو گا فرار نہ ہو گا۔ اور فتح کے بعد وہ واپس نہ ہو گا۔ راوی کہتا ہے پیغمبرؐ کا فرمان سننے کے بعد تمام دلوں میں یہ تمنا نئے سرے سے پیدا ہو گئی کہ فوجی علم ایک بار عطا ہو۔ چنانچہ ساری

رات صحابہ بستروں پر پہلو بدلتے رہے لیکن جب صبح ہوئی تو حضورؐ نے علیؓ کو طلب کیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو طلب کر کے زبانِ وحی کا لعاب ان کی آنکھوں میں ڈالا۔ تو فوراً درد کا نور اور چہرہ سرور ہو

گیا۔ آپؐ نے اپنے دست حق پرست سے علم فوج حضرت علیؓ کے حوالہ کیا تو حضرت علیؓ نے عرض کی میں اُس وقت تک جنگ بند نہ کروں گا جب تک کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اہم جلیے نہ ہو جائیں گے۔ حضورؐ نے مشالیت کہتے ہوئے

فرمایا کہ سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دیجئے۔ اور حقوق اللہ کی ادائیگی کی تبلیغ کیجئے کیونکہ ایک آدمی کا بھی ہدایت پا جانا ہر بڑی سے بڑی غنیمت سے افضل ہے۔ پس حضرت علیؓ اپنی شجاعانہ شان اور مجاہدانہ انداز سے وارد میدان

کا رزار ہوئے۔

مرحب جو کفارِ یزید کا مایہ ناز مہیا در تھا وہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آیا اور اُس نے اپنے رجز یہ اشعار پڑھے۔

قَدْ عَلَتْ خَيْرُ اِنِّي مَرْحَبٌ شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مَّجْرَبٌ اِذَا الْحُرُوبُ اَقْبَلَتْ تَلَقَّبُ

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں سلاح پوش آزمودہ کار بہادر ہوں جبکہ لڑائی کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں

حضرت علی السلام نے اُس کے جواب میں رجز یہ اشعار میں اپنا تعارف ان لفظوں سے کرایا۔

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُمِّي حَيْدًا ۝ كَلَيْتَ غَابَاتٍ كُرِيهٍ اَلْمُنْظَرُ ۝

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں بیشہ شجاعت کا وہ شیر ہوں جس کے دیکھنے سے بہادروں پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے

اس کے بعد طرفین میں تلوار کی آمد و رفت ہوئی اور چند لمحوں بعد مرحب فی النار ہوا۔ ر اور پورا میدان علی کے رعب سے سکتے میں تھا، رسول اللہ کے علام نام کا بیان ہے کہ میں حضرت علی کے ہر کاب تھا جب آپ قلعہ خیبر کے قریب پہنچے تو یہودیوں کی پوری فوج مقابلہ کے لئے نکل کھڑی ہوئی اور حضرت علی نے گھمان کی جنگ لڑی۔ انصار عرب و ضرب میں ایک یہودی نے حضرت علی پر تلوار کا مار کیا جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں سے ڈھال گر گئی تو آپ نے فوراً ہی قلعہ خیبر کے دروازے میں ہاتھ ڈالا اور اُسے اکھیر کر ڈھال کی جگہ اُس کو استعمال کیا اور لڑائی کو برابر جاری رکھا۔ آخر کار یہودیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ تب حضرت علی نے اس دروازہ کو پھینک دیا۔ اُس کے بعد ہم سات آدمیوں نے اُس دروازہ کو پٹنا ناچا لیکن ہم اُس کو حرکت نہ دے سکے۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت علی کے دائیں ہاتھ میں تلوار تھی جس سے مسلسل جنگ کر رہے تھے تو دروازہ کو بائیں ہاتھ سے ہی اکھیرا ہو گا کیونکہ وہی فارغ تھا اور اُسی بائیں ہاتھ میں ہی اٹھا کر اسے ڈھال بنایا ہو گا۔ پس یہ علی کے بائیں ہاتھ کا کمال تھا اور دائیں ہاتھ کا کمال یہ تھا کہ یہودیوں کے ٹڈی دل لشکر کو تنہا علی نے مار مار کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک یا دو بہادروں کے مارے جانے سے ہتھیار نہیں ڈالے جاتے، بلکہ جب کام کے بہادر اور چوٹی کے جنگاور ختم ہو جائیں تو باقیوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علی نے خیبری جنگجو بہادروں کا پوری طرح صفایا کر دیا تھا اور مرحب کے بعد رہی سہی اُن کی شان و شوخی بھی جاتی رہی۔

جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے تنہا باب خیبر کو اٹھایا اور اس کے بعد تمام مسلمان اس پر سے گذر کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور جب آپ نے پھینک دیا تو چالیس آدمی مل کر بھی اس کو نہ اٹھا سکے اور دوسری روایت میں ستر آدمیوں کا ذکر ہے۔

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سردی اور گرمی میں موٹی قبازیب تن فرماتے۔ تھے تو لوگوں کو حیرت ہوتی کہ گرمی کے موسم میں اس قسم کی موٹی قبازیب میں روٹی بھی بھری ہے پہننا قابل تعجب ہے جب کہ موسم سرما میں بعض اوقات آپ باریک لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ راوی کہتا ہے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے باپ سے دریافت کرو کیونکہ وہ راست بھر حضرت علی کی خدمت میں رہتا ہے۔ چنانچہ میرے باپ نے موقع پا کر آپ سے پوچھ ہی لیا کہ آپ کا گرمیوں میں موٹی قبازیبنا اور سردیوں میں باریک لباس کا زیب تن کرنا باعث حیرت ہے۔ آپ اس کی حقیقت سے ہمیں مطلع فرمائیں تو فرمانے لگے کیا تم لوگ خیبر میں موجود نہیں تھے۔ راوی نے عرض کی کہ ہم موجود تھے تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں

معلوم نہیں کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو علم دے کر روانہ فرمایا تھا لیکن وہ شکست کھا کر واپس پلٹے پھر علم فرج حضرت عمرؓ کے حوالہ کیا لیکن اسے بھی شکست کھا کر پس پامنا پلٹ کر تب حضورؐ نے فرمایا۔ **لَا تُعْطِيَنَّ الشَّرَايَةَ الْيَوْمَ وَحَسْبُكَ حُجْبَةُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَقْتَضِي اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ كَثْرًا غَيْرَ فَرَادٍ** یعنی آج میں علم اس مرد میدان کے حوالہ کروں گا جو اللہ و رسول کا محبت اور محبوب ہوگا اور اس کے ہاتھوں اللہ فتح نصیب کرے گا۔ وہ کرار ہوگا فرار نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضورؐ نے وہ علم مجھے عنایت فرمایا اور دعا کی اللہم اكنه الحرد والبرد اے اللہ اس کو گرمی و سردی سے محفوظ رکھ۔ بس حضورؐ کی دعا کا یہی اثر ہے کہ مجھ پر گرمی و سردی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ سب دلائل النبوة بیقی سے منقول ہے۔ (مجمع البیان)

اور حبیب السیرؒ اسے اس طرح منقول ہے کہ پہلے حضرت عمرؓ دار جو کر گئے اور ناکام پلٹے تو دوسرے روز حضرت ابوبکرؓ تشریف لے گئے جب وہ بھی ناکام واپس آئے تو تیسرے روز پھر حضرت عمرؓ فرج کا علم لے کر میدان میں گئے لیکن عروس فتح و کامیابی سے ہٹنا نہ تو درکنار شکست خوردہ واپس آئے۔ تب حضرت پیغمبرؐ نے فرمایا کل میں علم فرج اس شخص کے حوالہ کروں گا جو کرار و غیر فرار ہوگا اور فتح کے بغیر واپس نہ پلٹے گا اودعه اللہ اور اس کے رسول کا محب و محبوب ہوگا۔

تاریخ کامل ج ۲ ص ۸۳ سے منقول ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام سرخ لباس زیب تن فرما کر عازم میدان حرب ہوئے جب قلعہ کے قریب پہنچے تو ایک یہودی نے قلعہ سے جھانک کر دریافت کیا کہ آپ کا نام نامی و اسم گرامی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں تو وہ یہودی کہنے لگا۔ اے قوم یہود اب تم مغلوب ہی ہو گے۔

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام علم لے کر سیدھے قلعہ قوص کے نیچے پہنچے اور ایک پتھر کی ٹیل میں علم کو نصب کر کے ٹیلے لگے تو بالا خانہ سے ایک یہودی عالم نے جھانک کر آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا نام و نسب کیا ہے؟ غالباً یہ وہی شخص ہے جس کو ذاکرین بخاری سے تعبیر کرتے ہیں واپس آپ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں تو وہ یہودی عالم اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا مجھے قذات کی قسم تم لوگ مغلوب ہو جاؤ گے کیونکہ یہ شخص فتح کے بغیر واپس ہرگز نہ جائے گا۔ اس خبر سے یہ بات عیاں ہے کہ وہ یہودی قذات سے حضرت علیؓ کے اوصاف اور آپؐ کی شجاعت کے کارناموں سے واقف تھا (درج النبوة ج ۲ ص ۱۳)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ دیمح اور قلعہ سلام پر حرب نامی بہادر کا قبضہ تھا اور انہی دو قلعوں پر گھسان کی جنگ ہوئی باقی تمام قلعے ان سے پہلے ختم کئے جا چکے تھے (سوانح حضرت عمرؓ ص ۵۵ مطبوعہ کتب خانہ)

جب حضرت امیر المومنین علیؓ علیہ السلام میدان کو فتح کر کے واپس پلٹے تو حضرت رسالت پناہ استقبال کے لئے خمیر سے باہر تشریف لائے اور گئے لگا کر پیشانی نورانی پر بوسہ دیا۔ اور حضرت علیؓ اس قدر خوش ہوئے کہ خوشی کے مارے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت رسالت مآبؐ نے دجہ دریافت کی تو علیؓ نے عرض کی حضور! یہ خوشی کے آنسو

ہیں۔ اور اس موقع پر میں کیوں خوش نہ ہوں جب کہ میرے کارنامہ سے آپ اس قدر خوشنود ہیں کہ بے انتہا استقبال خیمہ سے باہر تشریف لاکر مجھے اپنی رضامندی کا تحفہ دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تنہا راضی نہیں بلکہ خدا اور جبریل و میکائیل اور تمام ملائکہ آپ کے اس کارنامہ پر خوشنود ہیں (دارالرحم النبوة ج ۲ ص ۳۱)

مناقب اخطب خوارزم سے منقول ہے کہ اُس دن حضرت رسالت مآب نے حضرت علی سے فرمایا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تیرے بارے میں میری امت کے لوگ وہی عقیدہ رکھنے لگیں گے جو حضرت عیسیٰ کے متعلق نصرانیوں نے رکھا تھا تو میں تیرے متعلق ایسی بات بیان کرتا کہ تو مسلمانوں کے جس گروہ کے پاس سے گذرنا وہ تیرے قدموں کے نیچے سے خاک اٹھا کر اسے باعث شفا جانتے البتہ اتنا کہتا ہوں کہ تیری مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی (دارالمنقول بیابج الموصل) اکثر روایات میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام خیبر میں موجود تھے اور آشوبِ حشم کی وجہ سے شریکِ جنگ نہ ہوئے تھے اس لئے محاصرے نے طول کھینچا اور یہ تصریح کہیں نہیں مل سکی کہ حضور نے چالیس دن کا وعدہ فرمایا تھا اور چالیس دن ہی جنگ فتح ہوئی۔ بہر کیف اس جنگ میں فتح کا سہرا حضرت علی کے سر پر تھا اور آپ کی ہی بدولت یہودیوں کا تکبر و غرور خاک میں مل گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے سامنے دب کر زندگی گذارنے پر مجبور ہوئے اور جزیرہ کی پیش کش کر کے غلامی کی زندگی قبول کر لی۔ اور مقامِ عبرت و افسوس ہے کہ مسلمانوں نے حضرت علی کی سیرت و کردار کو ترک کر دیا اور اسوۂ نبوت کو چھوڑ بیٹھے جس کی بدولت مسلمانوں کو یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے کہ سمعی بھر یہودی تمام ممالک اسلامیہ سے ٹکرانے کی جرأت کر رہے ہیں اور اسرائیلی سلطنت اسلامی ممالک کے جسم میں ایک مستقل ناسور کی حیثیت سے ظاہر ہو گئی۔ خداوند کریم مسلمانوں کو اسلام کی صحیح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قوتِ ایمانی کے ساتھ پرچمِ حیدری ہاتھ میں تھامے ہوئے میدانِ کارزار میں قدم بڑھا کر تمام غیر اسلامی طاقتوں سے بردار بنا ہونے کی جرأت کا مظاہرہ کریں اور نعرۂ تکبر بلند کرتے ہوئے اسلامی شوکت و سطوت کے ساتھ پورے عالم میں اپنی فتح و کامرانی سے اسلامی صداقت کا راہِ امتزا سکیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یکے بعد دیگرے خیبر کے قلعے فتح کئے جاتے رہے اور مسلمان مالِ غنیمت کو اکٹھا کرتے رہے یہاں تک کہ قلعہ و طبع اور سلام تک پہنچے اور یہ آخری قلعہ تھے اور اسلامی فوج نے ان کا دس دن سے زیادہ تک محاصرہ جاری رکھا جب کہنا بن ابی الحقیق نامی یہودی کے مضبوط ترین قلعہ قوص کو فتح کیا گیا تو صفیہ بنت حمی بن اخطب کو ایک دوسری یہودیہ عورت کے ہمراہ گرفتار کر کے حضرت بلال خدمتِ نبوی میں لایا۔ جب ان دونوں عورتوں کو یہودی مقتول جوانوں کی لاشوں کے پاس سے گذارا گیا تو دوسری یہودیہ عورت نے اپنا سر اور منہ پیٹ لیا اور سر میں خاک ڈال دی حضور نے اس سے منہ پھیر لیا اور صفیہ پر اپنی چادر ڈال دی جس سے مسلمانوں کو علم ہو گیا کہ اس کو نرم نبوتی میں داخل کیا گیا ہے و پس آپ نے بلال سے فرمایا۔ اے بلال! کیا تمہارے دلوں میں اتنا رحم بھی نہیں کہ ان دونوں عورتوں کو ان کے مقتول مردوں کی لاشوں کے قریب سے گذار کر لائے ہو؟ اس کے بعد یہودی افواج نے مہتیار ڈالنے کا اعلان کر دیا اور جنگ بندی کا طریقہ سے خیر مقدم کیا گیا تو یہودی حکمران

نے قوص اس پیادہ کا نام ہے جس کے دامن میں یہ قلعہ واقع تھا اور اسی مناسبت سے اس کو قلعہ قوص کہا جاتا تھا۔

ابن ابی الحقیق نے تاجدار اسلام حضرت رسالت مآب سے نزاعات ختم کرنے کے لئے مصالحانہ گفتگو کا وقت مانگا چنانچہ آپ نے نہایت کشادہ روی سے وقت ملاقات کا تعین کر دیا اور آخر کار مندرجہ ذیل شرائط پر صلح ہو جانے کے بعد افواج اسلامی کو واپس بلانے کا حکم دے دیا گیا۔ اس جنگ میں ۵۱ مسلمان شہید ہوئے اور ۳۹ یہودی مارے گئے۔

(۱) یہودیوں کی لڑاکا فوج جو قلعہ بند تھی ان کو عام معافی دے دی جائے۔

(۲) یہودیوں کی تمام املاک مال و متاع اور جملہ نقدی مسلمانوں کی ملکیت منظور ہوگی۔ اور اگر کسی نے کوئی چیز چھپائی کی کوشش کی تو اس سے عام معافی کی رعایت سلب کر لی جائے گی۔

(۳) یہودی لوگ مزارعین و آباد کاروں کی حیثیت سے وہاں رہیں گے اور جملہ آمدنیوں کی بٹائی نصف و نصف ہوگی۔

(۴) ان کی نوعیت جرم بتائے بغیر بھی مسلمان جس وقت چاہیں گے ان کو زمینوں اور مکانوں سے بے دخل کرنے کے مجاز ہوں گے۔

ان شرائط پر طرفین متفق ہوئے اور صلحنامہ پر طرفین کے دستخط ہو گئے۔ چنانچہ بہت کافی غنائم مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور تمام منقول و غیر منقول مال کو فوری طور پر تقسیم کر دیا گیا۔ اور زمینوں پر یہودیوں کا قبضہ بحال رکھا گیا تاکہ مزارعین کی حیثیت سے کاشت کرتے رہیں۔ اور نصف حصہ مالکانہ اپنے مسلمان حصہ دار کو دیتے رہیں۔ جس کے حصہ میں وہ زمین بطور غنیمت آئی ہو۔ اور خیر سے اس قدر غنیمتیں مسلمانوں کو ہاتھ آئیں کہ اس قدر اور کسی جنگ میں ہاتھ نہ آئی تھیں۔ بعض مسلمانوں نے تو اس جنگ سے پہلے کبھی سیٹ بھر کر کھانا بھی نہ کھایا تھا لیکن فتح خیبر کے بعد مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور یہ سب ید اللہی احسان تھا جس کے سب مسلمان ممنون تھے۔

اسی جنگ سے واپسی کے موقع پر جب حضور منزل صہبا پر پہنچے تو نماز عصر پڑھ کر حضرت علیؑ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ ابھی تک حضرت علیؑ نے فرضیہ عصر ادا نہیں کیا تھا۔ حضور پر وحی کی آمد شروع ہو گئی۔ پس آفتاب غروب ہوا۔ تو اختتام وحی پر آپؐ نے علیؑ سے نماز عصر کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ نہیں پڑھ سکا تو حضورؐ نے دعا مانگی۔ اے پروردگار چونکہ علیؑ میری اور تیری اطاعت میں پابند تھا لہذا اس کے لئے سورج کو دوبارہ پلٹا دے تاکہ نماز پڑھ لے۔ چنانچہ فوراً سورج نے پلٹا کھایا اور حضرت علیؑ نے نماز عصر ادا فرمائی (مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۱۳) اور یہ روایت علامہ دیار بکری کی تاریخ پنجس ج ۲ ص ۶۶ سے بھی منقول ہے۔

د شمس

فدک

خیبر سے متصل علاقہ فدک بھی یہودیوں کی آبادی کا علاقہ تھا اور چونکہ یہودیوں کی عسکری قوت کارکنز اور فوجی چھوٹے گروہ خیبر ہی تھا۔ نیز یہودیوں کی آبادیوں میں سخت اقتدار بھی خیبر لوہ کے زیر نگیں تھا۔ اس لئے خیبر کی فتح سے پورے یہودی علاقوں پر اسلامی فتح کا جھنڈا اُٹھانے لگا۔ چنانچہ جب اہل فدک کو معلوم ہوا کہ خیبر میں یہودی افواج نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور متذکرہ بالا شرائط کے ماتحت صلح نامہ طے ہو چکا ہے تو انہوں نے حضورؐ سے غامش کی کہ ہم اپنا پورا علاقہ

چھوڑ کر چلے جاتے ہیں پس ہمارے اموال و اراضی سب کچھ آپ کے لیے لیکن ہمیں کسی قسم کا جانی نقصان نہ پہنچایا جائے آپ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ پس فک اور خیر کے اموال و غنائم میں یہ فرق واضح ہے کہ خیر چونکہ فوج کشی کے ذریعے سے فتح ہوا لہذا اس کے غنائم میں تمام مجاہدین کا حصہ تھا پس وہ سب میں تقسیم کیا گیا۔

لیکن چونکہ فک فوجی کاروائی کے بغیر ہاتھ آیا تھا لہذا وہ رسول اللہ کے لئے مخصوص تھا اور اس میں مجاہدین کا کوئی حصہ نہ تھا۔ سو انحضرت عمر حصہ دوم ص ۷۳ پر تفسیر درنشر کی جلد ۱۱ سے منقول ہے کہ فک کے صلحنامہ کے بعد سبیل کا نزول ہوا۔ اور آیت ذوالقربیٰ حقہ الایۃ انزی حضور نے جبریل سے پوچھا فدا القربٰ کون ہیں تو سبیل نے کہا کہ فک کو ناطقہ کے حوالہ کر دو۔ چنانچہ حضور نے جناب فاطمہ کو بلا کر ان کو فک کا رشیقہ تحریک کر دیا۔

جب مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی تنازعات کا دفاعی حل طے ہو گیا اور فوجی کاروائیوں کا ہمیشہ کے لئے سبب باب کر دیا گیا تو سلام میں شکم کی عورت زینب بنت حارث بومرہب کی بھتیجی تھی نے حضور کو کھانے کے لئے مدعو کیا اور کمرے کی چوڑی کو جو کہ آنحضرت کی محبوب ترین غذا تھی زہر آلود کر دیا۔ جب حضور کے سامنے کھانا رکھا گیا تو آپ نے اس زہر آلود ٹوکڑے سے ایک ہی لقمہ کھایا اور باقی کو رکھ دیا۔ آپ کے ہاتھ بشر بن البراء بن معرہ نے بھی کچھ کھایا لیکن باقی لوگوں کو آپ نے روک دیا اور فرمایا کہ کمرے کا بھونا ہوا گوشت مجھے اپنے زہر آلود ہونے کی اطلاع دے رہا ہے۔ چنانچہ زینب بنت حارث کو فوراً طلب کر لیا گیا تو معمولی پوچھ گچھ کے بعد ہی اُس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ جب حضور نے اس سے اس سنگین جرم کے ارتکاب کی وجہ دریافت کی تو اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ آپ کی قوم نے میری قوم سے جو سلوک کیا ہے وہ آپ سے معنی نہیں ہے۔ پس میں نے انتقامی کاروائی کے طور پر یہ عمل کیا ہے کہ اگر کچھ نبی ہو گا تو وہ خود اس سے مطلع ہو جائے گا لیکن اگر دنیاوی حکمران ہو گا تو ہم ہمیشہ کے لئے اس کی گرفت سے محفوظ ہو جائیں گے۔ پس آپ نے اس کو ہار کر دیا۔ چنانچہ بشر بن البراء تو اسی زہر کے اثر سے مر گیا اور حضور پر اس کا فوری اثر کچھ نہ ہوا۔ لیکن جب آپ بیمار ہوئے اور بشر کی ماں آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ گوشت جو میں نے تیرے بیٹے کے سمراتہ تناول کیا تھا اس کا اثر میرے جسم میں باقی رہا اور یہ بیماری بھی اسی کے اثر کے نتیجہ میں ہے۔ اسی بنا پر اہل اسلام کے نزدیک حضور کی موت شہادت کی موت تھی۔ (مجمع البیان)

وَأَخْرَی ص ۸۔ اس سے مراد یا تو دوسری غنیمتیں ہیں جیسے فک و داوٹی قری اور قبیلہ ہوازن وغیرہ سے حاصل شدہ اموال یا اس سے مراد دوسری بقیات ہیں جن کی پیشین گوئی اس آیت میں کی گئی ہے۔

قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ یا تو اس سے مراد علمی احاطہ ہے یعنی اللہ کے علم میں ہے کہ تم ان پر فتح پاؤ گے یا یہ کہ اس سے مراد ہے کہ خدا نے ان کو تمہارے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔ یعنی وہاں تم ہی حکومت کرو گے۔ کسی اور قوم کی وہاں دسترس نہ ہو سکے گی۔

داوٹی قری۔ خیر کی فتح کے بعد فک والوں نے اپنا تمام علاقہ حضور کے حوالہ کر دیا اور جب واپس روانہ ہوئے تو مقام مہبأ

وَاٰخِرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ اَقْدًا حَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

اور وعدہ کیا اور غنیمتوں کا جن پر تم کو قدرت نہیں ہوئی حالانکہ اللہ ان پر حاوی ہے اور اللہ ہر شے پر قدرت

سے گذر کر پیروں کی ایک آبادی دادی قری میں سینے۔ ان لوگوں نے افواج اسلامیہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن آخر تاب نہ لا کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئے اور یہ واقعہ جمادی الاخریٰ ۳۷ ہجری کا ہے۔ کافی مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور جزیرہ کی شرط

اگلے سال ۳۷ ہجری ماہ رمضان میں حضور نبی نفیس مسلمانوں کی دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ قریش نے صلح حدیبیہ کی شرائط کو پس پشت ڈالتے ہوئے عہد نامہ کو توڑ ڈالا تھا

فتح مکہ

اور بنو خزاعہ پر ظلم کیا تھا۔ یہ کیف آپ یکم رمضان کو روانہ ہوئے اور بلاروک ٹوک مکہ میں داخل ہوئے۔ افواج اسلام کا سپہ سالار

حضرت علی علیہ السلام کو مقرر کیا گیا تھا۔ حضور نے مکہ میں داخلہ کے بعد عام معافی کا اعلان کر دیا۔ طواف بیت اللہ کے بعد کعبہ

کے اندر تشریف لے گئے اور بتوں کو توڑ ڈالا۔ اور جو آپ نے رکھے ہوئے تھے ان کے لئے پہلے حضرت علیؑ نے کندھا جھکیا

کہ آپ سوار ہو کر خود گرائیں لیکن جب حضرت علیؑ کی کزوری محسوس کی تو آپ نے نبی نفیس اپنا کندھا جھکا کر علیؑ کو اوپر سوار

ہونے کی پیش کش کی اور بت شکنی کا حکم دیا۔ چنانچہ تعمیل حکم نبوی میں حضرت علیؑ نے دوش نبوت پر سوار ہو کر تمام بتوں کو

توڑ کر گرا دیا۔ اس وقت حضرت پیغمبرؐ نے پوچھا کہ یا علیؑ تم اپنے آپ کو کیا پاتے ہو؟ تو علیؑ نے عرض کی یوں سمجھتا ہوں کہ

میرے سامنے سے حجاب اٹھ گئے ہیں۔ اور میرا سر ساق عرش تک پہنچ چکا ہے۔ آپ نے فرمایا اے علیؑ تم خوش نصیب

ہو کہ اللہ کا کام کر رہے ہو۔ اور میں خوشا نصیب ہوں کہ حق کا بوجھ اٹھا رہا ہوں۔ بت شکنی کے بعد حضرت علیؑ دوش پیغمبرؐ

سے اترے تو مسکرانے لگے۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو علیؑ نے عرض کی حضور! اذراؤ تعجب مسکرا رہا ہوں کہ اس قدر بلندی

سے چھلانگ لگانے کے باوجود مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی تو آپ نے فرمایا جس کو محمدؐ اٹھانے والا ہو اور جبریل اتارنے والا

ہو اس کو چوٹ کیوں لگے؟ تاریخ خمیس دیا۔ بکری ج ۲ ص ۹۷ سے چند اشعار منقول ہیں جس میں شاعر نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے

(غالباً یہ اشعار حسان بن ثابت کے ہیں)

قِيلَ لِيْ قُلْ لِّعَلِيٍّ مَدْحًا ذِكْرُهُ يَخْجِدُ نَارًا مُّوَصَّدَةً

مجھے کہا گیا علیؑ کی تعریف کرو۔ جس کا ذکر جہنم کی جڑ کی ہوتی آگ کو بجھا دیتا ہے

قُلْتُ لَا اَقْدِمُ فِيْ مَدْحِ اَمْرٍ صَلَّى ذُو اللّٰبِ اِلٰى اَنْ عُبِدَ

(اذراؤ معذرت) میں نے کہا ایسے شخص کی تعریف میں نہیں کر سکتا جس کو صاحبان دانش نے جھک کر معبود ٹھہرایا

وَالَّذِيْ الْمُصْطَفٰى سَالَنَا لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ لَمَّا صَعَدَ

اور ہمیں نبی مصطفیٰؐ نے خبر دی جب وہ شب معراج مقام بلندی پر پہنچے

اور ہمیں نبی مصطفیٰؐ نے خبر دی جب وہ شب معراج مقام بلندی پر پہنچے

شَيْءٍ عَقْدِيرًا ۚ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا ذُبَابٌ مِّنْ

رکھنے والا ہے اور اگر لڑائی کرتے تم سے وہ جو کافر ہیں تو پشت رکھا کر بھاگ جاتے پھر

لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۚ ﴿٢٣﴾ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ

نہ پاتے اپنا کوئی دوست و مددگار اللہ کا طریقہ جو پہلے سے رائج ہے

وَضَعَ اللَّهُ بِطَهْرِي يَدَكَ ۚ فَاحْشَ الْقَلْبُ أَنْ قَدْ بَرَدَهُ

تو خدا نے میری پشت پر اپنا ہاتھ رکھا کہ دل نے اُس کی ٹھنڈک محسوس کی

وَعَلَىٰ وَاضِعٌ أَقْدَامَهُ ۚ فِي حَجَلٍ وَضَعَ اللَّهُ يَدَهُ

اور علی نے اپنے قدم اُس جگہ رکھے جہاں اللہ نے اپنا ہاتھ رکھا تھا

سوانح عمری حضرت عمرؓ دوم مطبوعہ کچھو کچھ ابھار حلاۃ اور یہ اشعار المجالس المرضیہ (علامہ محمد باقر مرحوم) میں بھی موجود ہیں

(اقول) شب معراج دوش پیغمبر پر اللہ کے ہاتھ رکھنے مقصد غالباً نہ نبوت ہی ہے کہ اس کی تحریر لَدَالِہِ الْاَلَا اللہ تھی کیونکہ

خداوند کریم ہم و جہانیاں سے پاک و مبرا ہے۔ یہ کہیں حضرت علیؓ علیہ السلام کا دوش پیغمبر پر قدم رکھنا وہ شرف ہے جس

میں ان کا کوئی بھی ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ اور مردی ہے کہ جب حضرت علیؓ کو مسند خلافت پیش کی گئی اور آپ منبر رسولؐ پر وہاں

بیٹھے جہاں حضرت پیغمبر تشریف رکھا کرتے تھے تو آپ سے پہلے خلفا چونکہ منبر کی سیڑھیوں پر بیٹھا کرتے تھے اور علیؓ اوپر

چلے گئے تو لوگوں نے عبرت سے دیکھا۔ پس حضرت علیؓ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا۔ اِنِّیْ وَضَعْتُ قَدَمَیْ هَاتِیْنِ

عَلٰی مَنْکِبَیْ رَسُولِ اللّٰهِ فَمَا هٰذِهِ الدَّعْوَاۃُ ؟ - یعنی میں نے تو یہ قدم دوش پیغمبر پر رکھے ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں

یہ لکڑیوں کا منبر کیا چیز ہے جس پر تم تعجب کر رہے ہو۔ (مجالس مرضیہ)

سُنَّةَ اللّٰهِ - مفعول مطلق ہے دراصل سُنَّةَ اللّٰهِ سُنَّةٌ تھائی۔ یعنی اللہ کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء کی مدد کرتا ہے اور کافروں

کو ذلیل کرتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اگر کفار قریش تم سے لڑ پڑتے تو وہ یقیناً ذلیل و رسوا ہوتے یا یہ کہ

خیبر کی طرف پیش قدمی کے زمانہ میں قبیلہ اسد و غطفان نے جو مدینہ پر چڑھائی کی تجویز بنائی تھی۔ اگر وہ حملہ آور ہو جاتے تو یقیناً

برہنہ طرح مار کھاتے اور ان کا کوئی مددگار و دوست نہ ہوتا جو ان کو رسوائی سے بچا سکتا اور یہ اللہ کی ہمیشہ سے سنت جاریہ ہے

جس کو کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کی بیعت کا ذکر اسی جلد کے آخر میں مذکور ہو گا۔

فتح حنین | فتح مکہ کے بعد اسی سال ۶ شہرہ مجری ماہ شوال میں معرکہ حنین پیش آیا کہ قبیلہ ہوازن ثقیف اہل طائف

اور بنو سعد نے اجتماعی طاقت کے ذریعے شوکتِ اسلامی کو ٹھانا چاہا تو آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے فوراً بعد مکہ

ہی سے ۱۲ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ چنانچہ وادی حنین میں پہنچے تو لشکر کفار پہلے سے

قَبْلَ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝۲۲ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ

اور ہرگز اللہ کے طریقے میں تبدیلی نہ پاؤ گے اور وہ ہے جس نے تمہاری اذیت سے ان کے ہاتھوں کو

أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ

روکا اور تمہارے ہاتھوں کو مکہ کے اندر ان (کے قتل) سے روکا بعد اس کے کہ تمہیں ان پر غلبہ دیدیا اور اللہ اُس سے

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝۲۵ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

جو تم کرتے ہو واقف ہے وہ وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد الحرام سے روکا

الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعَكُمْ فَاِنْ يَبْلُغْ فَجَلَهُ وَلَوْ لَا رِجَالٌ

اور قربانیوں کو اپنے مقام ذبیح تک پہنچ کر ذبح ہونے سے روکا اور اگر نہ ہوتے

اپنے مورچے سنبھال چکا تھا۔ اور انہوں نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ سے پہلے بار تو مسلمانوں کے حماس

ٹھکانے نہ رہے اور ان کے قدم اکٹھے گئے۔ حتیٰ کہ حضرت علی عقیل عباس۔ حارث۔ ابن زبیر اور خود زبیر اور اسامہ بن زید

کے علاوہ دیگر اکابر صحابہ سب دوڑ گئے۔ حضورؐ پیچھے سے پکارتے رہے اوس بیت رضوان والو ٹھہر جاؤ۔ لیکن کون سنتا

تھا؟ اور سیرت خلیبہ ج ۱ ص ۹ سے منقول ہے کہ صرف چار آدمی بچ گئے تھے۔ علی۔ عباس۔ حارث اور ابن مسعود۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس مقام پر خوب جوہر شجاعت دکھائے حتیٰ کہ کفار کی حملہ آور فوج کے حوصلے لپٹ ہو گئے

ستر آدمی فوج کفار کے بہادروں میں سے واصل جہنم ہوئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کی دوڑ جانے

والی فوج کی جان میں جان آئی اور وہ بھی واپس پلٹ کر آگئی۔ جنگ حنین کی فتح کے بعد مسلمانوں کو بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا

جو واپسی پر تقسیم کیا گیا اور اس تقسیم سے ان لوگوں کو بھی حصہ دیا گیا جو فتح مکہ کے وقت عام معافی میں شامل تھے۔ یہ کیفیت یہ سب وہ

میں جن کا اللہ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا۔ زنانہ پیغمبر میں ہی پورا ہوا۔ جنگ حنین کی تفصیل تفسیر کی جلد ۳ ص ۳ پر ملاحظہ ہو۔

هُوَ الَّذِي كَفَّ ۝ اس کا شان نزول یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے سال مشرکوں نے چالیس آدمی یا ہوایتے اسی آدمی مسلمانوں

پر اچانک حملہ کرنے کے لئے بھیجے تھے۔ لیکن وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوئے اور مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر کے خدمت

نبوتؐ میں حاضر کیا۔ اور حضورؐ نے کمال مہربانی سے ان کو معاف کر کے رہا کر دیا۔ پس مسلمان ان کی ایذا رسانی سے بال بال بچ گئے

اور طرفین کا جنگ سے بچ جانا اور صلح کا ہو جانا اہل اسلام پر خدا کا ایک عظیم احسان تھا۔

مَعَكُمْ فَاِنْ يَبْلُغْ فَجَلَهُ وَلَوْ لَا رِجَالٌ ۝۲۵ حال واقع ہوا ہے اس کا معنی ہے رکی ہوئی چیز جو کسی اور کام نہ آسکے۔ اور حکم شرعی یہ ہے کہ عمرہ کی قربانی کا مقام

ذبح مکہ ہوتا ہے اور حج کی قربانی کا مقام ذبح منی ہوتا ہے۔ چونکہ حضورؐ عمرہ کے اعمال کے لئے تشریف لا رہے تھے۔ لہذا

240

240

240

رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّمَمَهُ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ

مومنوں پر نازل کیا اور ان کو کلمہ تقویٰ (توحید) کا سہارا دیا اور وہ اس کے اہل اور حقدار

بہاؤا اہلہا وکان اللہ بکل شیء علیمًا ﴿۲۴﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ

بھی تھے اور اللہ ہر شیء کو جاننے والا ہے تحقیق سچا دکھایا اللہ نے اپنے رسول

رَسُولَهُ الرَّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

کو خواب حق کے ساتھ کہ ضرور داخل ہو گئے تم مسجد الحرام میں اگر اللہ نے چاہا

ہوتے تھے۔ کیونکہ اس میں وہ اپنی توہین خیال کرتے تھے۔ حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ نے بعینہ اسی قسم کی خود داری، اور عزت نفس کا اظہار کیا تھا کہ چونکہ محمدؐ ہمارے بزرگوں اور سرداروں کا قاتل ہے اگر وہ بلا مزا محنت مکہ میں چلا آئے۔ تو عرب قبائل میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ لوگ کہیں گے قریشی اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ آج محمدؐ ان کے گھروں میں ان کے سامنے کعبہ کا طواف کر رہا ہے اور وہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اور اسی جاہلانہ خود داری نے ان کو ایمان کے قبول کرنے سے روک رکھا۔ اور اسی بنا پر انہوں نے صلح نامہ کی تحریر کو بم اللہ سے شروع نہ کرنے دیا۔ اس آیت مجیدہ میں واضح کیا گیا ہے کہ کفار مکہ اپنی اس جاہلانہ حیثیت کی بنا پر عذاب کے مستحق تھے لیکن نادانانہ طور پر بعض مومنوں کے کچلے جانے کا ڈر تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو کفار قریش کے قتل عام سے روک دیا گیا۔ اور صلح کر لی گئی۔ اور یہ صلح جنگ سے بدرجہا بہتر اور فائدہ مند تھی۔ کیونکہ جو مومن سہمے ہوئے تھے۔ ان کو اعلانیہ طور پر مسلمان کہلانے کا موقع مل گیا۔ اور کافروں کو مسلمانوں سے مل جل کر رہنے۔ اور اسلام کے حقائق کو سمجھنے کا موقع دستیاب ہو گیا۔

فَاَنْزَلَ اللَّهُ۔ یعنی قریش مکہ کی مزاحمت اور صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کے جذبات تو ابھڑے تھے لیکن اللہ نے اپنی جانب سے رسول اللہ اور مومنوں کے دلوں میں سکون نفس اور اطمینان قلب کو نازل فرمایا اور کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا ان کو سہارا دیا جس کے وہ اہل تھے۔ حق اور احق میں اس طرح فرق ہے۔ جس طرح مستحب اور واجب دونوں حق ہیں۔ لیکن ان میں سے واجب احق ہے۔ اور بھلا میں حواء غنیمہ مجبور کا مرجع کلمہ التقویٰ یا دخول مکہ یا نزول سکینہ قرار دیا جاسکتا ہے لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ۔ مروی ہے کہ عمرہ کی طرف روانگی سے پہلے جناب رسالت مآبؐ نے خواب میں مسلمانوں کو مسجد الحرام میں داخل ہوتا دیکھا تھا۔ جب آپؐ نے صحابہ کو اطلاع دی تو وہ نہایت خوش ہوئے اور ان کو یقین تھا کہ اسی سال ہی تم مسجد الحرام میں داخل ہوں گے۔ لیکن جب ان کو اپنی توقع کے خلاف صلح کر کے واپس لیٹنا پڑا تو منافقوں نے غیب بعلیں سجائیں۔ پس مومنوں کو اور زیادہ رنج پہنچا تو خداوند کریم نے یہ آیت بھیجی کہ رسول اللہ کا قول سچا تھا اور اللہ نے ان کو سچا خواب دکھایا تھا جو ضرور پورا ہوگا۔ اور جب بھی اللہ چاہے گا۔ تم

رُكُوعٌ ۱۲

اٰمِنِيْنَ مُخْلِقِيْنَ رُّوْسِكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعِلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

پُر اس سرشت والے اپنے سروں کو اور تقصیر کرنے والے کہ نہ خوف کرو گے پس اس کو علم ہے جو تمہیں نہیں

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۲۸ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ

پس کر دی اس نے داخلہ مکہ سے پہلے قریبی فتح (فتح خیبر) وہ وہ ہے جس نے اپنا رسول بہ ایت کے

بِالْمُدَىٰ وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

ساتھ بھیجا اور دین حق کے ساتھ تاکہ اس کو غالب کرے تمام دینوں پر اور اللہ کافی ہے

شَهِيدًا ۝۲۹ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشْهَادُ عَلٰى

گواہ محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت

لوگ مکہ میں پُر امن داخل ہو گئے۔ تم میں سے بعض سرشت والے والے اور بعض تقصیر کرنے والے ہوں گے۔ اور کسی
مشرک کی مزاحمت کا تم کو خطرہ نہ ہو گا۔

اور چونکہ اس آیت کے نزول اور داخلہ مکہ میں ایک سال کا فاصلہ تھا۔ لہذا ان شاء اللہ کا استثناء کر دیا تاکہ جو
لوگ ان میں سے سال کے دوران میں مرجائیں ان کے حق میں آیت کا معنوں غلط ثابت نہ ہو۔

مُخْلِقِيْنَ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام سے خارج ہونے کے لئے حلق اور تقصیر میں اختیار ہے۔ حلق کا معنی
ہے سر منڈوانا۔ تقصیر کا معنی ہے سر یا ڈاڑھی یا مونچھوں میں سے کچھ بالوں کا کٹوا دینا۔ اور مروی ہے کہ جو شخص پہلی دفعہ
حج کو جائے اس کے لئے حلق یعنی سر کا منڈوانا افضل ہے۔ البتہ عورت پر تقصیر واجب ہے اس کے لئے حلق نہیں ہے۔

فَعِلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا۔ پیغمبر کے خواب کو سن لینے کے بعد مسلمانوں کا خیال تھا کہ اسی سال یعنی ۱۱ھ میں ہی ہم مکہ میں
بلا مزاحمت داخل ہوں گے۔ لیکن اللہ کو اس چیز کا علم تھا جس کا ان کو علم نہ تھا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک صلح حدیبیہ میں
مصلحت تھی اور اس صلح کے ذریعے سے کفار قریش کو اسلامی تعلیمات کے قریب لانا زیادہ آسان ہو گیا۔ اور کافی

لوگ ان میں سے صحیح معنوں میں اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اور دوسری طرف وہ مومنین مرد و عورتیں جو کھانہ کے ڈر سے
سہمے ہوئے تھے اور اٹھارہ اسلام نہ کر سکتے تھے وہ قتل ہونے سے بچ گئے۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد ان کو اعلانیہ اسلامی زندگی
کی سعادت نصیب ہو گئی۔ اور صلح حدیبیہ کے بجائے جنگ لڑی جاتی تو یہ فائدہ حاصل نہ ہو سکتا۔

مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ۔ یعنی اللہ نے داخلہ مکہ سے پہلے ایک اور فتح مسلمانوں کو عطا فرمادی۔ اور وہ تھی
فتح خیبر۔ یعنی صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ میں گئے اور وہاں میں روزہ قیام کے بعد خیبر کی طرف میں چلے گئے پھر خیبر

عمرہ قضا

الْكَفَّارِ رَحِمَاءَ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا

اور آپس میں رحیم ہیں ان کو دیکھتے گا کہ کوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے کہ چاہتے ہیں فضل اللہ کا

مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سَلِيمًا هُمْ فِيْ وَجْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ

اور اس کی رضا مندی اُن کی علامت اُن کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں وہ بوجہ جہان کی گئی ہیں

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ

اُن کی صفت تورات میں ہے اور یہی صفت ان کی انجیل میں ہے (وہ) اس انگوری کی مثل ہیں جو

شَطَاةً فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

اپنی کو نیل نکالے پس اس کو مضبوط کرے پس وہ سخت ہو جائے پس اپنی ساق بکھری ہو جائے کہ کاشت کرنے والے کو خوش کرے

دوسری قریٰ اصفہ کی فتوحات کے بعد اس پٹے پر اسی سال شہ ماہ ذوالقعدہ میں عمرہ فضل کے لئے مکہ روانہ ہو گئے اور بلا روک ٹوک سبھی الحرام میں داخل ہوئے

پس مسلمان تین دن مکہ مکرمہ میں رہے اور بعد میں واپس مدینہ کی طرف چلے گئے۔ حضرت رسالت مآب نے جناب

جعفر طیار کی وساطت سے میمونہ بنت حارث عامریہ کی طرف شادی کا پیغام بھجوا دیا۔ قرآن نے اپنے نکاح کا اختیار

اپنے بہنوئی حضرت عباس بن عبد المطلب کو دیا۔ حضرت عباس کی نوجوان بیٹی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام حضرت

عباس نے میمونہ کا نکاح حضرت رسالت مآب سے کر دیا۔ طواف کعبہ کے موقع پر حضور نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ اپنے

کندھوں سے چادریں سر کالیں۔ امد ایسی شان سے طواف کریں کہ کفار قریش پر ان کا عجب طاری ہو۔ پس جب یہ

لوگ طواف میں مشغول ہوئے۔ تو مکہ کے زن و مرد اور بچے بڑے جو ان سب ان کے طواف کی کیفیت کو دیکھنے کے

لئے اُدھر گرد جمع ہو گئے تھے۔ اور عبد اللہ بن رواحہ نے دوران طواف میں ایسیے رجزیہ اشعار پڑھے جن میں شوکت

اسلامی اور سطوت لیلیٰ کا برملا اظہار تھا۔

سُكُودٌ رَجْعٌ اس کا ابتداء محذوف ہے یعنی ہُوَ كَزَرْعٍ پس حضور کی مثل اس انگوری کی سی ہے اور صحابہ کی مثل

کو نیل کی ہے کہ ابتداء میں نہایت کمزور ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ طاقت و توانائی میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جاتی

ہے۔ اور آخر کار وہ وقت آجاتا ہے کہ کاشت کرنے والا اس سے خوش ہوتا ہے اور وہ اپنے پورے شباب پر

پہنچتی ہے۔ پس اسی طرح خدا نے مسلمانوں کو شوکت عطا فرمائی تاکہ کفار اندازہ غیظ و غضب دیکھتے اور جلتے رہیں اور

نتیجہ میں حق کا بول بالا ہوتا ہے اور باطل کا منہ کالا۔

ان آیات میں صلح حدیبیہ کے اسباب حقیقیہ پر خوب روشنی پائی گئی ہے۔ اور آخر میں حضرت رسالت مآب کی

لِيَغْضَبَ بِهِمُ الْكَفَّارُ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

(یہ اس لئے) تاکہ کفار کو غصہ میں لائیں (پس وہ جلتے رہیں) وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لا کر نیک اعمال بجا لائیں

مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۰﴾ ۶

بخشش کا اور اجر عظیم کا

پوزیشن کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی ان کا کفار کے ساتھ معاملہ صلح اپنی خواہشات کا ترجمان نہیں تھا بلکہ بحیثیت رسول اللہ ہونے کے انہوں نے صلح کا فیصلہ کیا تھا اور مسلمان چونکہ اس صلح کے انجام خیر سے واقف نہ تھے۔ اس لئے وقتی طور پر ان کے جذبات کو ٹھیس لگی۔ لیکن بعد میں سنبھل گئے لہذا ان کی بھی آخر میں تعریف کی گئی کہ وہ کفار پر سخت اور آپس پر رحم ہیں الخ اور ان سب صفات کا جامع حضرت علی علیہ السلام ہے۔

حضرت علی کی صلح تفسیر صافی میں آیات متذکرہ کے ذیل میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا حضرت امیر المومنین علیہ السلام جہانی طور پر طاقتور نہ تھے۔ اور اللہ کے دین کے معاملے میں مضبوط نہ تھے؟ تو آپ نے فرمایا وہ طاقتور اور مضبوط تھے تو مسائل نے عرض کی پھر کیوں خاموش بیٹھے رہے اور دفاع نہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کو قرآن مجید کی ایک آیت نے روک رکھا تھا تو اس شخص نے عرض کی کہ وہ کونسی آیت ہے؟ تو آپ نے سورہ فتح کی آیت ۲۶ پڑھی کہ جس طرح مکہ میں ایسے مرد و عورتیں اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے جن کو مسلمان نہیں جانتے تھے۔ اگر صلح حدیبیہ نہ ہوتی اور جنگ چھڑ جاتی تو وہ خفیہ ایمان رکھنے والے کافروں کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے جس کا مسلمانوں کو بعد میں رنج پہنچا اور ان کے دامن ایمان پر بے گناہ مسلمانوں کے قتل کا دھبہ لگ جاتا جس کا ان کو کفارہ یا دیت لو کرنی پڑتی۔ پس صلح حدیبیہ ان دونوں کے لئے رحمت ثابت ہوئی۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام اگر تلوار اٹھاتے تو منافقوں اور کافروں کی صلبوں سے قیامت تک پیدا ہونے والے مومن ضائع ہو جاتے۔ لہذا جب تک الشک وہ امانتیں جو منافقوں کے اصلا ب میں مخفی تھیں ظاہر نہ ہو جاتیں تلوار نہیں چلا سکتے تھے پس جب وہ ظاہر ہو گئیں تو جن کو قتل کرنا تھا علی نے قتل کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ آل محمد علیہ السلام کا بھی ظہور و خروج اس وقت تک نہ ہو گا جب تک کافروں کی منافق اصلا ب سے الشک امانتیں خارج نہ ہو جائیں۔ اقول۔ اور جس طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس لگی تھی اور کلمہ التقوی لا الہ الا اللہ سے ان کو سکون نفس عطا ہوا۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کی خاموشی سے ایمان علی کے جذبات کو جو ٹھیس لگتی ہے ان کو کلمہ التقوی (ولائے محمد آل محمد) سے سکون نفس و اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے چنانچہ تفسیر صافی میں متعدد روایات اس معنوں کی وارد ہیں کہ کلمہ التقوی حضرت علی اور اس کی اولاد طاہرین ہے اور حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ علی وہ کلمہ التقوی جو متقیوں کا سہارا قرار دیا گیا ہے۔

سُورَةُ الْحَجَرَاتِ

یہ سورہ مدینہ ہے۔

اس کی آیات بسم اللہ سمیت انیس ہیں۔

ابی بن کعب سے مروی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو شخص سورہ الحجرات کی تلاوت کرے گا تمام اطاعت گزاروں اور نافرمانوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج کی جائیں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورہ الحجرات کی تلاوت کرے گا بروز محشر حضرت رسالت مآبؐ کے زائرین میں محشر ہوگا۔ (مجمع البیان)

خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس سورہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے اور اس کے بعد کسی لڑائی یا جھگڑے میں شامل ہو تو اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور ہر نیکی کا دروازہ اس پر کھل جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس کو لکھ کر بتوجہ پر لٹکائے تو اس کا شیطان اس سے دور ہو جائے گا اور پھر ملٹ کر نہ آئے گا اور وہ ہر خوف سے محفوظ رہے گا۔

جو عورت اس کو دھو کر پانی پی لے تو اس کا دودھ زیادہ ہوگا بچہ محفوظ ہوگا اور وہ خود بھی ہر خوف و خطر سے محفوظ رہے گی۔ باذن اللہ (برہان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

رکوع نمبر ۱۳ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** - تفسیر مجمع البیان میں بروایت زرارہ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا نہ تلواریں سونتی گئیں نہ نماز و جنگ میں صف آرائی کی گئی نہ باوازا بلند اذان کہی گئی اور نہ کیا ایٹھا **الَّذِينَ آمَنُوا** کی کوئی آیت اُتری جب تک قبیلہ اوس و خزرج کے لوگ اسلام کے دامن سے وابستہ نہ ہوئے۔

لَا تَقْدُّمُوا - باب تفعیل سے ہے لیکن باب تفعیل کے معنی میں ہے اور فعل لازم ہے یعنی لا تَقْدُّمُوا (آگے نہ بڑھو) اس جگہ اس کے معانی میں چند اقوال ہیں ① اللہ اور اس کے رسول کی اطلاع کے بغیر کسی بھی معاملہ میں حتمی فیصلہ نہ کر لیا کرو ② اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے پہلے کسی معاملہ میں جلد بازی سے امر یا نہی کا فیصلہ نہ کیا کرو۔ ③ اللہ و رسول کے مقرر کردہ اوقات سے پہلے عبادت بجالانے میں جلد بازی سے کام نہ لیا کرو۔ ④ کہنے کرنے اور چلنے میں رسول اللہ سے سبقت نہ کیا کرو بلکہ رفتار و گفتار و کردار میں رسول اللہ کے نقش قدم پر چلنا تمہارا فرض ہے ⑤ ابن عباس سے مروی ہے کہ مجلس پیغمبر میں بیٹھنے والوں کو حضور سے پہلے لب کشائی سے روکا گیا ہے کہ جب کوئی آدمی آنحضرت سے کوئی مسئلہ پرچھنے کی غرض سے حاضر ہو تو تم خاموش رہا کرو۔ اور حضور کی بات سے سبقت نہ کیا کرو۔ ⑥ تفسیر برہان میں قہمی سے منقول ہے بعض بدتمیز آدمی جب رسول اللہ کو دروازے پر کھڑے ہو کر باوازا بلند بلاتے اور حضورؐ ہا ہر تشریف لاتے تو وہ آپ کے آگے آگے روانہ ہو جایا کرتے تھے۔ اس آیت مجیدہ میں ان کو غلط اقدام سے روکا گیا ہے۔

اس آیت مجیدہ میں ہر چھوٹے کو بڑے کا ادب کرنا سکھایا گیا ہے۔ اولاد کو چاہیے کہ اپنے والدین کے سامنے انہی آداب کی پاسداری کریں کہ ان سے کسی بھی معاملہ میں سبقت کرنے کی عادت کو ترک کر دیں۔ اسی طرح شاگرد کو چاہیے کہ معافی متذکرہ بالذکر روشنی میں اپنے استاد کے ادب کا پاس کرے۔ پس کسی بات میں استاد سے سبقت نہ کرے اور اس کا کردار و رفتار اپنے ربی استاد کی اتباع میں ہونا چاہیے۔ اور متعلم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ عالم سے استفادہ کرتے ہوئے آداب قرآنیہ کو اپنائے چنانچہ کسی بات میں عالم سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے اور اگر کوئی شخص عالم سے مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئے تو متعلم کا عالم سے پہلے جواب دینے کی کوشش کرنا اس کی گستاخی اور سوء ادب ہے۔ پس وہ خاموش سنتا ہے اور استفادہ کرتا ہے۔ ممکن ہے کوئی ایسی بات عالم کہہ دے جس سے اس کے علم میں اضافہ ہو۔ البتہ اگر عالم حکم دے تو پھر متعلم اس مسئلہ کا جواب سائل کو سمجھا سکتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا

اور اللہ سے ڈرو تحقیق اللہ سنے جانے والا ہے اے ایمان والو نہ بلند کرو

أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ

اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر اور نہ بلند آواز سے اس کو پکارو جس طرح ایک دوسرے کو

لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۳ إِنَّ الَّذِينَ

پکارتے ہو مبادا تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور ہی نہ ہو تحقیق جو لوگ

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ ۝۲ حضور کی آواز پر آواز کو بلند کرنے میں یا تو ان کی توہین لازم آئے گی جو کفر ہے اور یا گستاخی اور بے لابی

لازم آئے گی اور دونوں صورتیں نادرست ہیں لہذا ان کی آواز پر آواز کو بلند کرنا ممنوع ہے۔ اسی جگہ سے باقی صحابہ اور علی علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے مراتب میں کھلا ہوا فرق معلوم ہوتا ہے کہ باقی صحابہ اگر پیغمبر کی آواز سے آواز کو بلند کریں تو گستاخ اور بے ادب ہے

جائیں۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام حکم پیغمبر اگر مہربوب پر اپنے قدموں کو بلند کرے تو گستاخی و زنگار اسلام کی عظیم خدمت قرار

دی جائے۔

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ ۝۲ اس کے دو معانی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بازگاہ نبوی میں موجود ہونے کی صورت میں اگر حضور سے بات

کرنی ہو تو نہایت ادب کے ساتھ بات کرو۔ اور لہجہ میں نرمی اور تانت کا خیال رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کے باہمی مکالمات کی طرح حضور

سے بھی تند و تلخ لہجہ میں شوخی اور تیزی کے ساتھ بات کر دیں۔ جو یہ سویر ادب لازم آئے۔ اور دوسرے یہ کہ جس طرح ایک دوسرے

کو نام لے کر بلا تے ہو حضور کو نام لے کر نہ بلایا کرو بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر ادب سے حضور کو اپنی طرف متوجہ کیا کرو۔ اور حضرت

رسالت مآب کی عادات و شریعتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب کوئی ناواقف عرب آپ سے آپسچے لہجہ میں بات کرتا تھا

تو حضور اپنی آواز اس سے بھی بلند کرتے تھے تاکہ وہ شخص رسول کی آواز سے آواز بلند کر کے گنگنا کر نہ ہو اور اس کے اعمال ضائع نہ

ہوں۔ مروی ہے کہ ثابت بن قیس کی آواز میں قدرتی طور پر کوکبھی نہ تھوڑے بلند آواز تھا۔ وہ کہنے لگا میرے اعمال تو ضائع ہو

گئے۔ کیونکہ میری آواز رسول اللہ کی آواز سے بلند ہوتی ہے۔ پس حضور کے سامنے جب اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ ایسا

نہیں ہے بلکہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ ۝۳ اس کا شان نزول یہ ہے کہ بنی تمیم کا ایک وفد مدینہ میں پہنچا اور مسجد نبوی میں داخل ہو کر انہوں نے یا محمد کہہ کر

حضور کو آوازیں مارنا شروع کر دیا۔ حضور کو ان کے اس علیانہ خطاب سے اذیت تو ہوئی لیکن باہر تشریف لائے وہ کہتے

گئے ہم آپ کے ساتھ بحث کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں لہذا ہمارے خطیب شاعر کو اجازت دیجئے کہ وہ بات کو چنانچہ اپنے اجاتی تو نہیں

عطار و بن ماجہ نامی ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے تقریر شروع کی کہ اے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بادشاہ بنایا۔ اپنے

طہر

يَغْضُونَ أَسْوَاقَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ

رسول اللہ کے پاس اپنی آواز کو بیچا رکھتے ہیں وہ ہیں کہ آزما لیا ہے اللہ نے ان

قُلُوبِهِمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَاجْرَعْظِيمٌ ۝۴۱ إِنَّ الَّذِينَ ينادُونَكَ

کے دلوں کو تقویٰ کے لئے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے تحقیق جو لوگ آپ کو مجروح

مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝۴۲ وَلَوْ أَنَّهُمْ

کے پیچھے سے بلا تے ہیں ان میں سے اکثر عقل سے کورے ہیں ورنہ اگر وہ

فضل سے نوازا رہیں کافی مال و دولت عطا کی جس سے ہم اعلیٰ کام انجام دیتے ہیں۔ ہمیں اس نے عزت بخشی اور ہمیں کافی جمعیت بھی عطا فرمائی۔ اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں میں ہمارا کوئی جواب نہیں اور نہ ہمارے فخر و اعزاز میں کوئی ہمارا شریک ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو بے شک جہاد کے سامنے میدان میں آکر اپنے فضائل شمار کرے۔ میں نے محقر لفظوں میں اپنی قوی و غاندانی و جاہت کا تذکرہ کر دیا ہے ورنہ اگر میں چاہوں تو اس موضوع پر بہت کچھ بیان کر سکتا ہوں لیکن اسی قدر بیان کو اس مقام پر کافی سمجھتے ہوئے بات کو ختم کرتا ہوں پس وہ بیٹھ گیا اور حضور نے اس کی جوابی تقریر کے لئے ثابت بن قیس کو نامزد فرمایا تو اس نے کھڑے ہو کر اپنا بیان شروع کیا اس اللہ کی حمد ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو زیرِ تخلیق سے آراستہ فرمایا۔ ان میں اپنی تدبیر کو جاری کیا۔ اُس کا علم وسیع اور اس کا فضل ہر شے پر حاوی ہے۔ ہم پر اس کا اسان یہ ہے کہ اُس نے ہمیں ملوک بنایا۔ اپنی اعلیٰ مخلوق میں ایک ایسے شخص کو رسالت کے لئے منتخب فرمایا جو نسب میں کریم بات میں سچا اور حسب میں برتر ہے۔ پس اُس پر کتاب نازل کی اور اُس کو مخلوق پر امین مقرر کیا۔ جس نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی۔ پس اس کی قوم کے شریف ترین لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ اور ان کے بعد باقی تمام لوگوں سے پیشتر ہم لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ پس ہم ان کے انصار ہیں کہ ان کے پسینے پر اپنا خون بہانا سعادت سمجھتے ہیں اور ایمان کی خاطر جہاد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ پس جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لائیں تو اُن کے اموال اور جانیں محفوظ ہیں ورنہ ان کے ساتھ ہماری جنگ جاری رہے گی۔ آخر میں میں تمام مومنوں کے لئے استغفار کرتا ہوں اور آپ سے مرخص ہوتا ہوں۔ والسلام علیکم

اس کے بعد اُن کی طرف سے زبیر بن بدر نامی ایک شاعر اٹھا۔ جس نے اپنے خاندان کی تعریف پر مشتمل کچھ اشعار پڑھے۔ لیکن اس کے جواب میں حسان بن ثابت نے حضور کی تعریف اور اسلام کی حقانیت کے موضوع پر چند اشعار پڑھے تو اقرع بن حابس تمیمی جو غالباً اس پورے وفد کا قائد تھا، نے تسلیم کر لیا کہ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے افضل اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس وہ سب کے سب دولت ایمان سے سرفراز ہوئے اور حضور نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ کچھ عطیے دے کر ان کو مرخص فرمایا۔

صَبْرًا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۶

صبر کرتے تاکہ آپ خود ان کے لئے باہر آجائے تو ان کے لئے بہتری ہوتی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا۔ اس آیت مجیدہ کے شانِ نزول کے بارے میں تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ کہ ولید بن عقبہ کافس تھا۔ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو حضور نبی اکرم نے بنی المصطلق سے صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا جب ان لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ اکٹھے ہو کر اس کی تعظیم کے لئے نکلے چو نکہ ولید بن عقبہ اور ان لوگوں کے درمیان زمانہ جاہلیت سے دشمنی چلی آرہی تھی لہذا وہ سمجھا کہ شاید مجھ سے لڑنے کے لئے آ رہے ہیں پس وہ ڈر کے مارے بھاگ بھاگ اہوا اور واپس مدینہ میں پہنچ کر حضور نبی اکرم کو غلط رپورٹ دے دی کہ وہ لوگ صدقات دینے سے انکاری ہیں۔ حضور نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک جماعت کو بھیجا تو انہوں نے ازراہ معذرت عرض کی کہ وہ صاحب تو ہمارے پاس پہنچے ہی نہیں۔ ہم صدقات دینے کے لئے اُس وقت بھی تیار تھے اور اب بھی حاضر ہیں تب یہ آیت اتری۔ چونکہ اس شخص کے فاسق ہونے پر قرآن مجید کی نص موجود ہے لہذا بالعموم مسلمانوں کے دلوں سے اس کا اعتماد اٹھ گیا لیکن حضرت عثمان نے اس کو بھی اپنے اعتماد میں لے لیا اور حکومت کے ذمہ دارانہ مناصب پر اس کو تعینات کر کے مسلمانوں کے دلوں میں منافرت کا بیج بویا۔ چنانچہ مودودی صاحب نے خلافت و ملکیت میں بھی اس پر اظہارِ افسوس کیا ہے۔

تفسیر برہان میں احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ شام میں حضرت امام حسن علیہ السلام اور سعادیہ کے بعض ہم نشینوں کے درمیان جو ایک مباحثہ ہوا تھا۔ اُس میں امام حسن علیہ السلام نے اسی ولید بن عقبہ سے خطاب کر کے فرمایا تھا۔ اے ولید تو علی سے دشمنی رکھنے میں اس لئے پیش پیش ہے کہ انہوں نے شراب نوشی کی سزا میں تجھے اشی تازیانے لگوائے تھے۔ اور علی نے ہی تیرے باپ کو جنگ بدر میں واصل جہنم کیا تھا۔ اگر تو علی کو سب کرتا ہے تو تیرے اور علی کے درمیان ایک فرق واضح موجود ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید کی دس آیتوں میں حضرت علی کو مومن کہا گیا ہے۔ اور تجھے فاسق قرار دیا گیا ہے۔ اَقَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ۔ یعنی کیا مومن اور فاسق برابر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آیت مجیدہ اِنْ جَاءَكَ فَاسِقٌ فَلَا يَسْتَوِیْ لَیْسَ بِاِلٰہٍ شَیْءٌ مِّمَّا یَشْرٰوْنَ سے کیا واسطہ تو تو اہل صفوریہ میں سے ایک کافر کی اولاد ہے۔

اس آیت مجیدہ کے متعلق روایات اہل بیت میں ہے کہ اُم المومنین ماریہ قبطیہ کی پاکدامنی کے لئے اُتری اور جس نے ان کی پاکدامنی پر اعتراض کیا تھا اس کو فاسق کہا کہ اس کی سرزنش کی گئی ہے۔ جب حضرت ماریہ کے ہاں ابراہیم بن رسول اللہ پیدا ہوئے تو بعض حاسدین نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ رسول اللہ کا فرزند نہیں بلکہ ماریہ کے تعلقات جریج نامی ایک قبطی کے ساتھ

۲/۴

۷/۲

قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴿۱۰﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ

تکلیف پہنچاؤ نہ سہی میں ہیں اپنے کئے پر تمہیں پشیمانی لاحق ہو اور جانو کہ تحقیق تم میں رسول اللہ

رَسُولُ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ

موجود ہیں اگر وہ تمہاری بات مانیں بہت سی باتوں میں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے محبوب بنایا تمہارے

إِلَيْكُمْ الْإِيمَانُ وَزَيْنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ

لئے ایمان کو اور مزین کیا اس کو تمہارے دلوں میں اور ناپسند بنایا تمہارے لئے کفر

ہیں۔ اور یہ لڑکا اسی کا ہے۔ حضرت پیغمبر نے حضرت علی کو بھیجا کہ اگر وہ اس معاملہ میں مجرم ہو تو اس کا سر قلم کیا جائے۔ لیکن معلوم ہوا کہ بالکل نامرد تھا۔ اور اس نے حضرت پیغمبر کے سامنے اگر بیان کیا کہ قطعی سرداروں میں یہ رواج عام ہے کہ اپنے گھروں میں ملازم رکھنے کے لئے بچپن سے ہی ملازم بچوں کے عضو تناسل کو کاٹ دیتے ہیں تاکہ گھروں میں وہ آزادی سے آجاسکیں۔ پس حضور کی طبیعت سے وہ بوجھ بھکا ہوا۔ جو لوگوں کی بدگوئی کی وجہ سے ہو گیا تھا۔ اور قرآن مجید نے ماریہ کی پاکدامنی کی گواہی دیدی۔ اور حاسد کو فاسق کا خطاب دے دیا۔

تفسیر برہان میں ہے زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عامۃ المسلمین کے نزدیک اس آیت کا مصدق ولید بن عقبہ بن ابی معیط ہے جب کہ اس نے بنی خزمیہ کے متعلق غلط اور جھوٹی رپورٹ حضور کو دے دی کہ وہ کافر ہو چکے ہیں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن جو لوگ بیان کرتے ہیں وہ اس کا ظاہر ہے اور جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ اس کا باطن ہے۔ اسی قسم کا بیان تفسیر انوار النجف کی جلد ۱۷ صفحہ ۱۷ پر بھی گذر چکا ہے۔

علمائے اصولین نے اس آیت مجیدہ سے خبر واحد کی حجت ثابت کی ہے کہ آیت مجیدہ کا صریح معنی یہ خبر واحد کی حجت ہے کہ فاسق اگر کوئی خبر لائے تو بلا تحقیق اس کو نہ مان لو بلکہ اس کی تحقیق کرنا تم پر واجب ہے تاکہ بلا تحقیق اس خبر پر عمل کرنے کی صورت میں لاحق ہونے والی پشیمانی سے بچ جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ خبر جس میں جھوٹ کا امکان ہو اس پر عمل کرنے سے گریز کیا جائے تاکہ خبر کے خلاف واقع ہونے کی صورت میں پشیمانی سے بچا جاسکے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر خبر لانے والا عادل ہو تو اس کی خبر کو تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اگر عادل کی خبر کو بھی تسلیم نہ کیا جائے تو آیت مجیدہ میں خبر کے نہ تسلیم کرنے میں فاسق کی تخصیص خالی از فائدہ ہو جائے گی بلکہ اس سلسلہ میں عادل و فاسق کی مساوات لازم آئے گی۔

لَعَنَتُهُ۔ عننت سے ہے اور اس کا معنی مشقت و تکلیف ہے۔

حَبِيبُ الْإِيمَانِ۔ تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آیت مجیدہ میں ایمان سے مراد حضرت

وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ ﴿٥﴾ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً

اور فسق اور منافردانی کو ایسے لوگ ہی پڑایت پانے والے ہیں اللہ کے فضل و نعمت سے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا

اور اللہ جاننے والا دانا ہے اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں لڑیں تو ان کے درمیان

بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ أَحَدُهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى

صلح کرواؤ پس اگر ایک ان میں سے بغاوت کرے تو اس سے جنگ کرو جو باغی ہے تاکہ اللہ کے

امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور کفر فسوق اور عصیان سے مراد علی الترتیب دشمنان علی ہیں۔

۱۰۱
 اَمَلُکَ یعنی ایمان سے محبت اور کفر و فسوق و عصیان سے نفرت کرنا جن لوگوں میں یہ صفتیں پائی جاتی ہیں وہ رشد و ہدایت کے بلند ترین درجہ پر فائز ہیں۔ اور یہ بھی ان کا اپنا کمال نہیں بلکہ اُن پر اللہ کا فضل اور اس کی نعمت ہے۔

وَاِنْ طَائِفَتَانِ - اس آیت مجیدہ کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن ابی خرزجی اور عبداللہ بن رواحہ اسی کے قبیلوں میں لڑائی ہو گئی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت رسالت مآب گدھے پر سوار ہو کر عبداللہ بن ابی خرزجی کے پاس ٹھہرے تو آپ کے گدھے نے وہاں لید کر دی تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ناک پر ہاتھ رکھا تو عبداللہ بن رواحہ اسی کہنے لگا کہ تجھ سے اور تیرے باپ سے حضور کے گدھے کی لید کی بڑبڑ ہے۔ پس اُس کی قوم کو یہ بات بُری معلوم ہوئی۔ اور اسی بھی بگڑ گئے۔ پس کھجور کی لٹھیوں مکہ بازی اور جتوں سے خوب ایک دوسرے کی تواضع کی گئی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس کی تاویل تا قیامت جاری ہے اور آپس میں لڑنے والے دوسروں کے درمیان مسلح کرنا بہت بُری دینی و ملی خدمت ہے۔ اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ سچ بھلی کردہ مرنوں

کو آپس میں لڑا نہ سے وہ جھوٹا بد جہاں ہے جس کے ذریعے وہ لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائی جاسکے (دروغ مصلحت
آئینہ براہ راستی فقہ انگلیزا اس آیت مجیدہ کی تفسیر سے جنگ جمل اور جنگ صفین میں جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے
لڑائی کی۔ ان کو مومن ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ آیت میں اس بات پر کوئی دلالت نہیں کہ لڑنے کے بعد بھی
وہ صفت ایمان اپنے اندر رکھتے ہیں اور ان کو مومن کہا جاسکتا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ ابتداء میں وہ لوگ وہ مومن ہوں۔ اور ان
میں سے ایک ایمان کے تقاضوں کو بھلا کر آزادہ بغاوت دوسرے مومن گروہ سے برسرِ پیکار ہو جائے۔ پس اس صورت میں مومن
گروہ صرف ہر گاہ جو ایمان کے اصولوں پر ثابت قدم رہے لیکن جو باغی ہو چکا ہوگا یقیناً وہ مومن نہ کہلائے گا جب تک کہ وہ
اپنے عقائدِ فاسدہ سے تائب نہ ہو جائے۔

تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا

حکم کی طرف پلٹ آئے پس اگر پلٹ آئے تو صلح کراؤ دوز کے درمیان عدل سے اور انصاف کرو

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ

تحقیق اللہ انصاف والوں کو دوست رکھتا ہے کیونکہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے در بھائیوں کے درمیان

أَخَوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ ع

صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ رحم کئے جاؤ

بعض وہ ہیں جو تاویل پر جہاد کریں گے جس طرح میں نے تنزیل پر جہاد کیا۔ یہ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا وہ خاصہ النعل ہیں کیونکہ اس وقت حضرت علی علیہ السلام حضرت نبی کریم کی نعلین کو درست کر رہے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر جنگ جمل وصفین میں شریک تھے۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ ان کا قول ہے کہ میں نے اس علم کے نیچے حضرت رسول اللہ کی ہمراسی میں تین دفعہ جہاد کیا ہے۔ اور اب یہ جو چٹھی بار ہے۔ پس اگر وہ لوگ ہمیں قتل کریں تو ہمیں پورا یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ اور جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام نے اسی دستور پر عمل کیا۔ جو حضرت رسالت مآب نے اہل مکہ کے ساتھ اختیار فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے فتح مکہ کے روز اعلان فرمایا تھا کہ جو اپنا دروازہ بند کر دے وہ با امن اور اس کا جان و مال محفوظ ہوگا۔ جو ہتھیار ڈال دے وہ بھی با امن ہوگا۔ اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ بھی با امن ہوگا۔ اسی طرح بعض روایات کی بنا پر جناب ام ہانی کے گھر میں پناہ لینے والوں کو بھی محفوظ قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح جنگ جمل کی فتح کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اعلان عام کیا تھا کہ نہ ان کے بچوں کو قیدی بنایا جائے۔ نہ ان کے زمینوں پر تشدد کیا جائے۔ نہ بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے۔ اور جو بھی اپنا دروازہ بند کر لے یا ہتھیار ڈال دے اس کو محفوظ قرار دیا جائے۔

اور کافی سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ آیت مجیدہ کی تاویل جنگ بصرہ میں ظاہر ہوئی۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف بغاوت کرنے والے اس کے مصداق ثابت ہوئے۔ پس ان سے جنگ کرنا واجب تھا۔ جب تک کہ وہ نائب ہو کر راہ حق پر نہ آجائیں۔ الخ۔ اور جنگ جمل میں علی کے خلاف لڑنے والوں کو ناکشیں کہا جاتا ہے کیونکہ نکث کا معنی ہے بیعت کو توڑنا۔ چنانچہ سورہ الفتح کی گیارہویں آیت میں نکث کا معنی بیعت شکنی ہے اور چونکہ طلحہ و زبیر نے حضرت علی کی بیعت کی تھی اور اس کو توڑ کر حضرت عائشہ کے ہمراہ جنگ جمل میں شریک ہونے تھے۔ اس لئے ان کو اور ان کی جماعت کو ناکشیں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جنگ صفین میں معاویہ اور اس کی فوج کو قاسطین کہا جاتا ہے۔ اور جنگ نہروان میں حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے والے خارجیوں کو ہارقین

کہا جاتا ہے۔

جس طرح جنگ جبل میں حضرت علیؑ کے خلاف لڑنے والے باغی تھے۔ اسی طرح جنگ صفین اور نہروان میں بھی حضرت علیؑ کے خلاف لڑنے والے باغی تھے۔ اور حضرت عمارؓ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ہمراہ رہ کر معاویہ کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے اور جناب رسالت مآبؐ کی یہ حدیث اکثر مومنین نے نقل کی ہے کہ تَقَاتِلُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةَ۔ کہ اسے عمارؓ تجھے باغی گردہ قتل کرے گا۔ اور جب معاویہ کی فوج نے ہاتھوں عمارؓ قتل ہو گئے تو تمام مسلمانوں کو معاویہ کی جماعت کے باغی ہونے کا علم ہو گیا تھا اور اس حقیقت کو سید ابوالاعلیٰ مودودی نے خلافت و ملوکیت میں تسلیم کیا ہے۔

حدیث مواخات اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ۔ تفسیر برہان میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اُنزلی تو رسول اللہؐ نے مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم فرمایا۔ پس ابوبکرؓ و عمرؓ کو اور عثمانؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوفؓ کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی قرار دیا۔ اور باقی تمام صحابہؓ کے درمیان ان کی میلان طبع کے پیش نظر بھائی چارہ قائم کیا اور حضرت علیؑ علیہ السلام سے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے۔ اور میں تیرا بھائی ہوں۔ اور حدیث مواخات کتب فریقین میں تو اتر کا درجہ رکھتی ہے۔

و ایسے تو بالعموم تاقیامت مومن ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ لیکن صیغہ مواخات پڑھ لینے کے بعد ان کے ایک دوسرے پر حقوق پڑھ جاتے ہیں تفسیرانی میں مومنوں کی باہمی اخوت کی وجہ ایمانی وحدت کے علاوہ یہ بھی تحریر کی گئی ہے کہ مومنوں کی نسبت نبیؐ و علیؑ سے ہے چنانچہ خدا نے فرمایا۔ اِنَّمَا رِجَالُ النَّبِيِّ وَالْاٰمَنَاتِ (میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں) اور ایضاً اسے مروی ہے۔ امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ بِنُورِ الدِّينِ (مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے) تو آپؑ نے فرمایا کہ خداوند کریمؑ نے مومنوں کو اپنے نور سے خلق فرمایا اور اپنی رحمت سے ان کو تربیت دی اور اپنی معرفت کے ساتھ ساتھ ہماری ولایت کی معرفت کا ان سے عہد و پیمان لیا۔ پس ہر مومن دوسرے مومن کا پدری و مادر بھائی ہوتا ہے کہ نور اور رحمت سے ان کی پیدائش ہے۔ پس نور ان کا باپ اور رحمت ان کی ماں ہے۔ نیز ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جس طرح خونی رشتہ باہمی محبت و الفت کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح ایمانی تعلق بھی پائدار محبت اور دائمی الفت کا سبب بنتا ہے۔ پس ایک مومن دوسرے مومن کا اس لئے بھائی ہے کہ ایمانی رشتہ کی بدولت ان کا باہمی تعلق مضبوط اور پائدار ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن ایک ماں باپ کی اولاد کی طرح ہوتے ہیں کہ ایک کو تکلیف ہو تو سب اس کی تکلیف کی وجہ سے پریشان ہو جایا کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا ہر مومن دوسرے مومن کا بھائی اور سچا دوست اور پُر خلوص معاون ہوتا ہے نہ اس کی خیانت کرتا ہے نہ اس کو ظلم کرتا ہے نہ اس کی عیب جوئی کرتا ہے اور اس سے وعدہ شکنی کرتا ہے اور حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام نے امام حسنؑ علیہ السلام کو جو وصیت کی تھی اس کا مضمون یہ ہے کہ کم از کم مومن

۲۶/۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ

اے ایمان والو! تم میں سے) مرد دوسرے مردوں سے مسخری نہ کریں شاید وہ ان سے بہتر ہوں

کالمیں یہ یہی حق ہے کہ اُس کے لئے وہ چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو۔ اور اس کے لئے وہ چیز پسند نہ کر دو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔

فَاَصْلِحْ ذَاتَکُمْ ۙ۹۹ امام معمر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ جس صدقہ کو پسند فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ لڑتے ہوئے لوگوں کو صلح پر آمادہ کیا جائے اور مٹے ہوئے دلوں کو آپس میں ایک دوسرے کے قریب کیا جائے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ دنیا روں کا صدقہ دینے سے دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا مجھے محبوب تر ہے۔ اور مفضل سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص دو کے درمیان جو تہارے شیعہ ہوں۔ صلح کرانے پر جس قدر روپیہ خرچ ہو۔ میرے مال سے خرچ کر دیا کرو۔ اور فرمایا کہ جو شخص دو کے درمیان صلح کراتا ہے اسے جہنم میں بھیجا جاسکتا۔ یعنی مصالحت کے لئے اگر جھوٹ بھی بولے۔ تو اُس کا یہ گناہ قابلِ مواخذہ نہ ہوگا۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب ایک مومن دوسرے مومن کی حاجت کو پورا کرتا ہے تو خدا اس کی حاجت کو پورا کر دیتا ہے اور جو مومن کسی مومن کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔ خداوند کریم بروز قیامت اس سے بہت بڑی تکالیف کو دور کرے گا اور جو کسی مومن کو ڈھانپے خدا بروز قیامت اُس کو ڈھانپے گا۔ اور حضرت رسالت مآب نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ مریض کی عیادت کے لئے ایک میل جانا پڑے تو جاؤ جنازہ کی تشیع کے لئے دو میل تک چلے جاؤ کسی مومن کی دعوت پر تین میل تک چلے جاؤ کسی مومن کی نیارت کو خوشنودی خدا کے لئے چار میل تک چلے جاؤ۔ اور کسی غزوہ کی فریاد کو سُننے اور اس کی مدد کرنے کے لئے پانچ میل تک چلے جاؤ۔ اور مظلوم کی نصرت کے لئے چھ میل تک کی مسافت طے کرنے سے نہ گھبراؤ۔ اور تم پر ضروری ہے کہ اللہ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی بھی مانگتے رہو۔

دُخُوْع ۱۰۱ - لَا یَسْخَرُوْ - آیت مجیدہ میں مردوں اور عورتوں کو ایسی مسخری سے

مسخری کرنے سے منع

روکا گیا ہے جس میں دوسرے کی توہین مقصود ہو۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں اس کا شان

نزدول یہ بیان کیا گیا ہے کہ ثابت بن قیس صحابی جو کانوں سے بہرہ تھا۔ اور اس کا یہ دستور تھا کہ جب مسجد میں آتا تھا تو لوگ اس کے لئے راستہ چھوڑ دیتے تھے اور وہ اطمینان سے حضور کے قریب جا بیٹھتا تھا۔ ایک دن درادیر سے سچا جب کہ نماز ہو چکی تھی پس وہ لوگوں کے اشاروں پر ہاتھ رکھتا ہوا راستہ دور راستہ وہ کہتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ ایک شخص نے کہہ دیا یہ جگہ بھٹک ہے یہیں بیٹھ جاؤ آگے کیوں جاتے ہو؟ پس وہ غصے سے وہیں اس شخص کے پیچھے بیٹھ گیا۔ جب بھٹکڑی سی روشنی ہوئی تو اُس نے پوچھا یہ کون ہے۔ جس نے مجھے پیچھے جانے کو کہا تو اُس شخص نے فرمایا کہ میں فلاں آدمی ہوں۔ پس قیس بن ثابت نے کہا۔ اچھا فلاں عورت کے بیٹے ہونا! یعنی اس کی ماں کا نام لیا اور زمانہ جاہلیت میں اس کو شرمندہ کرنے کے لئے اس کی ماں کا نام لیا جاتا تھا۔ پس اب بھی خبر سے جمع میں جب اس کی ماں کا نام لیا گیا تو اس نے شرم کے مارے سر جھکا لیا۔ پس یہ آیت اُتری۔ اور

وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا لِّهِنَّ وَلَا تَلْمِزُوا النَّفْسَ الْفُسْكَ وَلَا تَابِزُوا

اور نہ عورتیں عورتوں سے (سخری کریں) شاید وہ ان سے اچھی ہوں اور نہ ایک دوسرے پر طعنہ بازی کرو اور نہ بُرے القاب سے ایسا کہنے والے کو سبزنش کی گئی۔ نیز دوسرے لوگوں کو ایسی حرکات سے روک دیا گیا۔

وَلَا تَلْمِزُوا عورتوں کو بھی دوسری عورتوں کے حق میں تہنک آمیز روئے اختیار کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس کے شان منہول کے متعلق مروی ہے کہ ام المومنین جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی کہ کو ایک سفید پارچہ سے باندھ لیا کرتی تھیں اور اس کی گرہ پشت کی طرف دے کر چھوڑ دیتی تھیں کہ اس کے دونوں سرے لٹکتے رہتے تھے۔ پس ایک دن حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ دیکھو اس کے پیچھے جو چیز لٹک رہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کتے کی زبان ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ام سلمہ کا قد چھوٹا تھا اور انہوں نے اس کو چھوٹے قد کا طعنہ دیا۔ اور تفسیر ربانی میں ہے کہ یہ صفیہ بنت حی بن اخطب کے متعلق ہے وہ بھی ام المومنین تھیں۔ اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ طعنہ کے طور پر ان کو کہا کرتی تھیں کہ تم یہود کی اولاد ہو۔ پس اُس نے حضور سے اس امر کا شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم ان کو جواب دیا کہ میرا باپ ہارون بنی اللہ ہے۔ میرا چچا موسیٰ کلیم اللہ ہے اور میرا شوہر محمد رسول اللہ ہے لہذا مجھ میں کوئی کمی ہے۔ الخ۔

وَلَا تَلْمِزُوا۔ لزم کا معنی ہے کسی کے متعلق تہنک آمیز پہلو اختیار کرنا اور عیب جوئی اور بُرے القاب سے منع اس کی توہین و تفتیش کا اظہار کرنا اور ہمز کا بھی یہی معنی ہے۔ بعض لوگوں

نے لزم اور ہمز کے معانی میں یہ فرق کیا ہے کہ کسی کے سامنے اُس کی موجودگی میں اس کے عیب کا اظہار لزم ہے۔ اور اس کی عدم موجودگی میں ہمز ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ لزم آنکھ زبان اور اشاروں سے بھی ہو سکتا ہے اور ہمز صرف زبان سے ہوا کرتا ہے۔ ہر صورت تو ہمیں آمیز لہجہ سے کسی کے متعلق کچھ اظہار کرنا یا آنکھوں اور ہاتھوں وغیرہ کے اشارے سے اس کے عیب کی نشاندہی کرنا یا کوئی دوسرا اس قسم کا رویہ اختیار کرنا جس سے کسی کی تہنک مقصود ہو سب حرام ہیں۔ اور آیت مجیدہ ایسے رویے

سے مومنوں کو باز رہنے کی تلقین کر رہی ہے۔

وَلَا تَنَابِزُوا۔ نیز کا معنی ہے کسی کو اچھے یا بُرے لقب سے یاد کرنا۔ اور آیت مجیدہ میں بُرے القاب سے کسی کو ذکر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی کو فقیہ، علامہ، مولوی اور قاضی وغیرہ کہنا ناجائز نہیں بلکہ ایسے القاب جن سے اس کی توہین مقصود ہو ان کا ذکر نا حرام ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ۔ یعنی جب وہ شخص مومن ہے تو اس کو ایسے نام سے یاد کرو جس کے شایانِ ہر اور ہر گز ایسے نام سے اُس کو نہ خطاب کرو جو مومن کی شان کے مناسب نہ ہو۔ لہذا ایمان لانے کے بعد اسمِ فوق یعنی کفریہ نام بُری حرکت ہے اس سے مومنوں کو بچنا چاہیئے۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص مومن پر اہتمام لگائے تو اُس کے دل سے

ظہر

بِالْأَلْقَابِ بُئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ

ایک دوسرے کو بلاؤ نام کفر برا ہے ایمان کے بعد اور جو توبہ نہ کریں وہ

هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ

ظالم ہیں اے ایمان والو بہت سے مقامات پر ظن سے پرہیز کرو کیونکہ بعض اوقات

بَعْضُ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ

ظن پر عمل کرنا گناہ ہوتا ہے اور نہ جاسوسی کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا

ایمان پھل کر ختم ہو جاتا ہے جس طرح پانی میں نمک پھل جاتا ہے۔ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے بھائی

مومن کے کسی فعل کو اچھائی پر ڈھال لیا کرو۔ اور مومن بھائی کے منہ سے نکلنے والی بات کو اُس وقت تک بُرائی پر محمول نہ کرنا

جب تک اُس سے کسی اچھے پہلو کے نکلنے کی صورت موجود ہو۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ انسان کفر

کے زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔ جب دینی و ایمانی بھائی کی لغزشیں اور غلطیاں تلاش کرتا پھرے تاکہ کسی دن اُس کو رسوا کر

سکے۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ - آیت مجیدہ سے صاف واضح ہے کہ مومن کی عیب جوئی۔ عیب گوئی اور بُرے القاب سے اس

کو بیزارنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور ان بدعادات کا مرتکب اگر توبہ نہ کرے تو وہ ظالم شمار ہوگا۔

اجْتَنِبُوا - آیت مجیدہ میں بدگمانی کرنے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی اہل ایمان پر

بدگمانی سے منع بدگمانی نہ کیا کرو۔ البتہ جو لوگ دائرہ ایمان سے خارج ہیں۔ ان کے اعمال کو ظاہر پر محمول کرنا۔ اور

ان کی تاویل نہ کرنا ممنوع نہیں ہے۔ نیز اگر کسی مومن کو مشکوک حالت میں دیکھا جائے جس سے بدگمانی کا پیدا ہونا لازمی

ہو تو اُس بدگمانی کو اپنے دل میں رکھے اور اُسے لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرے۔ کیونکہ بدگمانی کا ایسے حالات میں پیدا

ہو جانا اضطراری امر ہے۔ البتہ اس کا ظاہر کرنا اس کے پس میں ہے لہذا اُس سے گریز کرے۔ اور اسی لئے فرمایا ہے کہ

إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ - یعنی بعض ظن گناہ ہیں اور وہ وہ ہیں جن کو بیان کیا جائے۔ ورنہ جن کو اپنے دل میں رکھا گیا

اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا گیا وہ گناہ شمار نہ ہوں گے کیونکہ وہ فعل اضطراری میں داخل ہیں۔

بعض علمائے اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ چونکہ بعض فتنوں پر عمل کرنا واجب ہوا کرتا ہے بلکہ جن مقامات پر تحصیل

علم ممکن نہ ہو اور مکلف مقام عمل میں اس کا محتاج ہو تو ظن کا حاصل کرنا واجب ہوا کرتا ہے کیونکہ انسداد باب علم کی صورت

میں اگر ظن پر بھی عمل نہ کیا جائے تو بہت سے شرعی احکام میں تعطل پیدا ہو جائے گا۔ پس ایسی صورتوں میں شرعی اسباب

سے حاصل ہونے والا ظن علم کے قائم مقام ہوا کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی لئے آیت مجیدہ

اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا فَكْرِهُهُمْ هُوَ وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ

ہے نہ کھائے اپنے مردہ بھائی کا گوشت؟ پس اس کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو تحقیق اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ میں اکثر فتنوں اور مظنونات سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ تمام سے۔ کیونکہ علم کی تحصیل کے ممکن ہونے کی صورت میں طریق علم کو چھوڑ کر ظن کے پیچھے جانا گناہ ہے۔

تجسس سے منع وَلَا تَجَسَّسُوا۔ اس جگہ خداوند کریم نے دوسروں کی عیب جوئی سے کھلے لفظوں میں منع فرمایا ہے تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت عمر کو زمانہ خلافت میں رپڑٹ سنی کہ ابو محبی ثقفی شراب نوشی کرتا ہے تو انہوں نے رات کو چھاپہ مارا۔ لیکن اس سے کچھ بھی برآمد نہ ہو سکا۔ تو اس نے فوراً قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر خلیفہ کو اپنی غلطی پر ڈوکا کہ تجسس کرنا فعل حرام ہے۔ چنانچہ زید بن ثابت اور عبد اللہ بن ارقم نے بھی اس شخص کی تائید کی۔ پس خلیفہ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ عبد الرحمان بن عوف کو ساتھ لے کر ایک گھر میں داخل ہوئے تو عورت کچھ شعر پڑھ رہی تھی۔ اور اس کے مرد کے ہاتھ میں ایک جام تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو مرد نے خواب دیا کہ پانی ہے۔ اور عورت سے پوچھا تو کیا کہہ رہی تھی تو اُس نے وہ اشعار سنائے جو اُس نے پڑھے تھے۔ اس کے بعد صاحب خانہ نے کہا کہ آپ حکم خداوندی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ وَلَا تَجَسَّسُوا۔ پس وہ واپس آئے اور اس مضمون کی روایات کتب تاریخ میں اور بھی وارد ہیں۔ اور ایک قرأت میں جیم کے بجائے حاء وارد ہے۔ یعنی لَا تَجَسَّسُوا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تجسس اُمورِ شر میں ہوتا ہے اور جو شخص شر میں کسی کا راز دار ہو اُس کو جاسوس کہتے ہیں اور تجسس اُمورِ خیر میں ہوا کرتا ہے۔ اور جو شخص اچھے کاموں میں کسی کا راز دار ہو۔ اس کو اُس کا جاسوس کہتے ہیں۔ یہ کیفیت آیت مجیدہ میں مومنوں کی عیب جوئی سے منع کیا گیا ہے۔

غیبت سے منع وَلَا يَغْتَبِ۔ آیت مجیدہ میں صریح طور پر غیبت سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہ اس طرح ہے جس طرح کوئی کسی کا گوشت کاٹ کر کھائے۔ تفسیر مجمع البیان میں اس کے شان نزول کے متعلق وارد ہے کہ پیغمبر کے دو صحابیوں نے سلمان پاک کی غیبت کی اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے حضرت سلمان کو رسول اللہ کے پاس بھیجا تاکہ حضور سے کچھ کھانے کی چیز طلب کرے۔ آپ نے سلمان کو اُسامہ بن زید کے پاس جانے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ خزانہ دار تھا لیکن اُسامہ نے جواب دیا کہ اس وقت میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں رہی۔ سلمان خالی ہاتھ واپس آئے تو انہوں نے ایک طون اُسامہ کے متعلق بدگمانی کی کہ اُس نے بخل سے کام لیا ہے اور دوسری طرف حضرت سلمان کے متعلق کہنے لگے کہ یہ ایسا بے برکت آدمی ہے کہ اس کو پانی سے بھرے ہوئے کنوئیں پر پانی لانے کو بھیجا جائے تو اُس کنوئیں کا پانی بھی اس کے جانے سے خشک ہو جائے گا۔ پس وہ اُسامہ کی صداقت معلوم کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب حضور کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تمہارے منہ سے گوشت کی بو آتی ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور! ہم نے آج گوشت

رَحِيمٌ ۱۳ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ

مہربان ہے اسے لوگ تحقیق ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو

شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ

قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ پہچانے جاؤ تحقیق تم میں سے اللہ کے نزدیک عزت کا وہ تہی ہے جو اللہ سے زیادہ

قطعاً نہیں کھایا۔ آپ نے فرمایا تم نے سلمان اور اسامہ کا گوشت کھایا ہے۔

میں سے مروی ہے کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے ایک رنگی انسان کا مردہ رکھا گیا اور ایک طرف سے آواز آئی کہ اس کو کھائیے تو میں نے ازراہ معذرت کہا کہ اس کے کھانے کا مجھے کیوں حکم دیا جا رہا ہے تو جواب ملا کہ تیرے سامنے غلام آدمی کی غیبت ہوتی رہی اور توستنار ہا۔ پس میں نے کہا کہ میں نے زبان سے نہ اس کی بُرائی بیان کی اور نہ اچائی۔ تو جواب ملا کہ اگرچہ تو نے خود کچھ نہ کہا لیکن غیبت کرنے والے کی باتیں سُنتا رہا۔ اور اس پر راضی بھی رہا۔ کیونکہ تو نے اس کی تردید نہیں کی۔

تفسیر برہان میں حضرت امام مڑے کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی شخص کے ایسے عیوب و اخلاط بیان کرنا جن کو سننے والے پہلے سے جانتے ہوں۔ غیبت نہیں ہے لیکن اُس کے ایسے عیوب و اخلاط جن سے سامعین واقف نہ ہوں۔ ان کا ذکر کرنا غیبت ہے۔ اور اس کے متعلق ایسے عیوب کا ذکر کرنا جن سے وہ بُری ہو سکتا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا غیبت اُسے کہتے ہیں کہ مومن کا ایسا گناہ ذکر کیا جائے جو لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ اور خدا نے اس کا پردہ رکھا ہو۔ اور حضرت رسالت مآب نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جب بھی اُس کا ذکر ہو اُس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ زانی کی توبہ ہو سکتی ہے لیکن غیبت کرنے والے کی خدا توبہ قبول نہیں فرماتا جب تک کہ وہ شخص خود نہ معاف کہے جس کی غیبت کی گئی ہو۔

تفسیر صفائی میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص لوگوں سے معاملہ کرنے میں ظلم نہ کرے بات میں جھوٹ نہ بولے۔ اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔ پس وہ صاحبِ مروت اور عادل ہے۔ لہذا اس کی غیبت حرام ہے لہذا ایک حدیث میں ہے کہ فاسق کی غیبت جائز ہے تاکہ لوگ اس سے بچتے رہیں۔ اور حضرت نبی اکرمؐ سے منقول ہے کہ غیبت کا گناہ زنا سے زیادہ ہے۔

خلقناکم۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ فتح مکہ کے روز حضورؐ نے بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت نسلِ تغافر سے منع پر چڑھ کر اذان کہو۔ چنانچہ بلال نے اذان کہی تو عتاب بن اسید نے کہا اُس اللہ کا شکریہ ہے جس نے میرے باپ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہیں کیا۔ اور ابو جہل کے بھائی حارث بن شہام نے کہا کہ محمدؐ کا اس کالے کو لے کے علامہ کوئی دوسرا موزن نہیں مل سکا۔ اسی طرح باقی قریشی سرداروں نے بھی اپنے نسلِ فخر کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقرے کہے تو یہ

عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَمَا

ہوتا ہو تحقیق اللہ علیم وخبیر ہے بدویوں نے کہا ہم ایمان لاچکے اُن سے کہئے تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو ہم اسلام لائے اور ابھی تک

آیت نازل ہوئی کہ تم سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ اور یہ تو ہیں اور قبائل صرف باہمی شناخت کے لئے ہیں اور شعوب و قبائل کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (۱) شعوب کی لفظ غیر عربوں کے لئے ہے اور قبائل صرف عربوں کے لئے ہے۔ (۲) قبائل سے مراد بڑے خاندان جیسے مضروب و ربعہ وغیرہ اور شعوب سے مراد ان کی شاخیں ہیں۔ جیسے قبیلہ ربعہ میں سے بنی بکر اور قبیلہ مضرب میں سے بنی تمیم وغیرہ (۳) شعوب سے مراد بڑے خاندان اور قبائل سے مراد ان کی شاخیں یعنی دوسرے قول کا عکس۔

إِنَّا أَكْرَمُكُمْ مِّنْ بَنِي آدَمَ مَعْنَى اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ شخص ہے جو اُس کی نافرمانی سے بچے اور معیار فضیلت تقویٰ ہے اس کی اطاعت میں پیش پیش ہو۔ لہذا قومی بلندی قبائلی عظمت خاندانی شرافت اور نسلی تفوق

انسانی برتری کا معیار نہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ بعد عشر اللہ فرمائے گا کہ تم لوگوں۔ نے میرے اور امرواحکام کو پس پشت ڈال کر اپنے خاندانوں پر ناز کیا۔ آج میں تمہاری خاندانی بلندی کو پستی سے تبدیل کرتا ہوں۔ اور اپنی طرف غروب ہوئے والوں کو بلند کرتا ہوں۔ پس ارشاد ہو گا۔ کہاں ہیں متقی لوگ کیونکہ اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ انسانوں میں سے کون بلند تر ہے تو آپ نے دونوں ہاتھوں میں مٹی کو اٹھا کر فرمایا کہ ان دونوں میں سے کس کو فضیلت دی جاسکتی ہے؟ پس فضیلت اُس کے لئے ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جہاں اللہ نے لوگوں کے درجے کئے ہیں۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ تو مجھے ان دونوں میں سے بہترین حصے کا فرو بنایا۔ یعنی اصحاب الیمین سے قرار دیا۔ اور پھر اس نے جہاں لوگوں کو تین قسموں پر تقسیم کیا۔ اصحاب الیمین اصحاب المشئمہ اور سابقون تو مجھے بہترین قسم السابقون میں قرار دیا اور جہاں لوگوں کو قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین قبیلہ کا فرو بنایا۔ پس میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہوں۔ اور بلند مرتبہ ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں اور جب قبائل کو بیوت پر تقسیم کیا تو مجھے بہترین بیت میں رکھا۔ چنانچہ فرمایا اِنَّمَا يَسِرِدُ اللَّهُ الْخَلِیْقَ میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک و صاف ہیں (برہان و مجمع البیان)

تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں صحابہ ایک دوسرے پر نسلی تفاخر بیان کر رہے تھے۔ اور ان میں حضرت سلمان بھی موجود تھے۔ چنانچہ عمر بن خطاب نے اُن سے نسل و خاندان کا سوال کیا تو سلمان نے جواب دیا میں سلمان ہوں۔ اور اللہ کے ایک بندے کا بیٹا ہوں۔ گراہ تھا۔ اللہ نے حضرت محمد کے وسیلے سے مجھے ہدایت بخشی۔ میں فقیر و تنگ دست تھا۔ اللہ نے حضور کے وسیلے سے مجھے خوشحال کیا اور میں غلام تھا۔ پس اللہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے مجھے دولت آزادی بخشی۔ اور یہی میرا حسب و نسب ہے۔ اتنے میں حضور بنفس نفیس تشریف فرما ہوئے اور حضرت سلمانؓ نے آنحضرتؐ سے سارا ماجرا عرض کر دیا تو آپ نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا۔ اے گروہ قریش! انسان

کا حسب دین سے ہے۔ مروت کردار سے ہے۔ اور اصل عقل ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت مجیدہ پڑھی۔ اور فرمایا اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ صاحب تقویٰ ہے۔

جاس شیخ سے منقول ہے حضرت سلمانؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی بیماری کے زمانہ میں ایک دفعہ میں حاضر خدمت تھا اور جناب بول منظم بھی تشریف فرما تھے۔ جس کی کزوری کو دیکھ کر مخدرہ طاہرہ پر گریہ طاری ہوا۔ تو آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو اور میری بات سنو۔ اللہ نے تیرے باپ کو تمام مخلوق پر رسول مبعوث فرمایا اور پھر اُس نے علیؑ کو چن لیا۔ اور میں نے اُسی کے حکم سے تیرا عقد اُن کے ساتھ کیا ہے اور اللہ کے حکم سے میں نے اُن کو اپنا منیر و وصی نامزد کیا ہے۔ اے فاطمہ! علیؑ تمام مسلمانوں میں حق کے لحاظ سے عظیم۔ اسلام میں مقدم۔ علم میں برتر اور علم میں افضل ہے۔ پس جناب فاطمہ یہ سن کر خوش ہوئیں تو آپ نے فرمایا علیؑ اول مومن ہے۔ علیؑ نے اور تیری والدہ ماجدہ نے سب سے پہلے میرا بوجھ بھکا کیا۔ اور میرے شریک کار بنے۔ پس علیؑ میرا بھائی۔ میرا دوست اور میری اولاد کا باپ ہے۔ اور اللہ نے علیؑ کو جو کچھ عطا فرمایا ہے۔ نہ اس قدر اس سے پہلے کسی کو دیا ہے اور نہ بعد میں کسی کو عنایت فرمائے گا۔ پس اپنے اپنی رحلت کی پیشین گوئی فرمائی تو مخدرہ طاہرہ نے عرض کی اے اباجان! آپ نے مجھے خوش بھی کیا ہے۔ اور اپنی رحلت کی پیشین گوئی سے مجھے غمزدہ بھی کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ بیٹی دنیا میں سرور اور غم ہوا کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اللہ نے مخلوق کی دو قسمیں بنائیں۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ اور مجھے اور علیؑ کو بہترین قسم میں رکھا پھر اللہ نے مخلوق کو قبائل میں تقسیم کیا تو ہمیں بہترین قبیلے میں قرار دیا۔ اور اس کے بعد قبائل کو بیوت میں تقسیم کیا تو ہمیں بہترین بیت میں جگہ دی۔ چنانچہ فرمایا اِنَّمَا سُرِيْدُ اللّٰهِ لِح۔ اللہ نے مجھے اور میرے اہل بیت یعنی علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو اور مجھے برگزیدہ فرمایا ہے۔ پس میں تمام اولادِ آدم کا ستودہ سردار ہوں۔ علیؑ ستودہ العرب ہے۔ حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے ستودہ سردار ہیں۔ اور تو ستودہ النساء ہے۔ اور تیری ذریت میں سے یہودی ہوگا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

تنبیہ :- خداوند کریم نے انسانی برتری کے لئے قرآن مجید میں چار معیار قرار دئے ہیں (۱) صفتِ تقویٰ (۲) صفتِ جہاد۔ (۳) صفتِ علم (۴) سبقتِ ایمانی۔ اور حضرت علیؑ علیہ السلام ہر لحاظ سے تمام صحابہ کرام سے افضل و برتر تھے اور ہم نے اس مطلب کو اپنی کتاب اسلامی سیاست میں دلائل و براہین سے واضح کیا ہے۔

اسلام اور ایمان میں فرق

قَالَتِ الدَّعْوَاتُ :- تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ایک مرتبہ قحط سالی کے زمانہ میں بنی اسد کے کچھ لوگ صدقہ وصول کرنے کی غرض سے بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور اپنا مسلمان ہونا انہوں نے ظاہر کیا حالانکہ وہ دل سے مومن نہ تھے۔ پس یہ آیت مجیدہ اُتری اور تفسیر مجمع البیان میں وارد ہے کہ اسلام زبانی اقرار کا نام ہے جس کی بدولت اقرار کرنے والے کی جان و مال محفوظ ہو جاتی ہے۔ اور ایمان ظاہری اقرار کے ساتھ قلبی عقیدہ اور تصدیق سے حاصل ہوتا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اسلام اس ظاہری طریقہ کا نام ہے جس کو لوگوں

يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ

ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال کے ثواب

أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۵ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا

میں کسی نہ کرے گا کچھ بھی بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ تَمَلَّيْرَتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي

رسول پر ایمان لائیں پھر شک نہ کریں اور اپنی جائز اور مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں

سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ ۝۱۶ قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهُ يَدِينُكُمْ

جہاد کریں ایسے لوگ (اپنے دعویٰ میں) سچے ہیں۔ کہہ دیجئے کیا تم اللہ کو اپنا دیندار مانتے ہو

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۷ يَمُنُونَ

حالانکہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔ تجھ پر اپنے

نے اختیار کیا ہوا ہے۔ یعنی توحید و نبوت کی شہادت اور نماز زکوٰۃ حج اور روزہ وغیرہ اعمال کی بجا آوری یہ سب اسلام ہے

لیکن ایمان اس حقیقت کا نام ہے (ہماری ولایت) اگر انسان یہ معرفت نہ رکھتا ہو تو وہ صرف مسلمان ہی ہوگا۔ اور روایات میں

دارد ہے کہ ایمان کا درجہ اسلام سے بلند ہے۔ نیز ایمان خاص ہے اور اسلام عام ہے۔ پس جو شخص اسلام کے درجہ پر فائز ہو

مزدوری نہیں کر وہ مومن بھی ہو لیکن جو شخص درجہ ایمان پر فائز ہو گا وہ مسلمان ضرور ہو گا کیونکہ اسلام صرف اقرار لسانی کا نام ہے

اور ایمان میں اقرار لسانی کے ساتھ تصدیق قلبی بھی ضرور ہر اگتی ہے۔ اور متعدد روایات میں حضرت نبی اکرمؐ سے منقول ہے

أَوْيَمَانٌ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَاقْرَاءٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَذْكَانِ۔ یعنی ایمان دل کی معرفت زبان کا اقرار

اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔

لَا يَلِتْكُمْ۔۔ اجرت پائی ہے۔ اس کی اصل لیت ہے جس کا معنی ہے کمی کرنا۔

أَتَعْلَمُونَ۔۔ بنی اسد کا جو گروہ حضورؐ کے پاس ایمان کا دعویٰ دار بن کر حاضر ہوا تھا انہوں نے اپنے صحیح دیندار ہونے کی

قسمیں کھائیں۔ اور یقین دہانی کرائی۔ تو خداوند کریمؐ نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ مجھے اپنا دیندار ہونا نہ بتاؤ۔ کیونکہ میں سب

کچھ جانتا ہوں۔

يَمُنُونَ۔۔ تفسیر برہان میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر پیغمبرؐ کے پاس

موجود تھا۔ جب خندق کھودی جا رہی تھی اور لوگ اپنے فرضیہ میں مشغول تھے تو حضرت علیؑ کی کھدائی کو دیکھ کر حضورؐ نے

۱۰۸

عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ

اسلام کا احسان جلاتے ہیں کہہ دیجئے مجھے اپنے اسلام کا احسان نہ جلاتو بلکہ اللہ کا

يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۸۸﴾

تم پر احسان ہے کہ تمہیں اس نے ایمان کی ہدایت کی اگر تم سچ کہنے والے ہو

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۸۹﴾

تحقیق اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے

فرمایا۔ میرا باپ اس کھودنے والے پر قربان ہو۔ جبریل اس کے سامنے صفائی کرنے والا ہے۔ اور میکائیل اس کا معادن ہے۔ حالانکہ اس نے اس سے پہلے کسی انسان کی مدد نہیں کی۔ پس آپ نے عثمان کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم بھی خندق کی کھدائی کرو تو اس نے اپنا اسلام لانا جتلیا۔ پس یہ آیت اُتری۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمار بن یاسر کھدائی میں مشغول تھے کہ عثمان کا ادھر سے گذر ہوا تو گرد و غبار سے بچنے کے لئے عثمان نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ تو عمار نے کہا مساجد تعمیر کرنے والوں اور منہ پر غبار سے بچنے کے لئے کپڑا ڈالنے والوں میں بڑا فرق ہے۔ یہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے تو عثمان نے کہا اے سوداء عورت کے بیٹے تم مجھے کہہ رہے ہو۔ پس یہ کہہ کر سیدھے حضرت نبی اکرم کے پاس پہنچے اور عرض کی حضور! ہم اسلام میں اس لئے داخل نہیں ہوئے کہ ہماری عزت پر حملہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا اسلام تمہارا محتاج نہیں ہے۔ پس یہ آیت اُتری۔ اور جنگِ خندق کی مفصل رواد ہم نے تفسیر کی جلد ۱۱ میں ذکر کی ہے۔

سُورَةُ

یہ سورہ مکہ ہے۔ حرف آیت ۳۹ مذنیہ ہے۔

آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر چھیالیس بنتی ہے۔

حضرت نے فرمایا جو شخص اس سورہ مجیدہ کی تلاوت کرتا رہے اس پر سکرات موت آسان ہوگی۔
جو شخص فرائض و نوافل میں اس کو پڑھے اس کا رزق وسیع ہوگا۔ بروز عشر اس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا
 اور اس کا حساب آسان ہوگا۔ (مجمع البیان - برہان)

اگر اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر مرگی والے انسان کو تعویذ دیا جائے تو وہ اس سے محفوظ ہوگا۔

اگر اس کو برتن میں لکھ کر دھو کر تھوڑے دودھ والی عورت پئے تو اس کا دودھ زیادہ ہوگا۔ (برہان)
 مصباح کفعمی سے منقول ہے اگر اس کو لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر پیا جائے تو پیٹ اور منہ کی تکلیف دور
 ہو جائے گی اور اگر اس پانی سے بچے کا منہ دھو یا جائے تو اس کے دانت آسانی سے نکلیں گے۔ اور مروی ہے
 کہ جس کی آنکھ میں درد ہو تو تین مرتبہ پانی پر یہ آیتیں پڑھے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاكَ فَبَصَّرَكَ الْيَوْمَ
 حَدِيدٌ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ۔ پس اس
 پانی سے منہ کو دھو یا جائے تو درد ختم ہو جائے۔ انشاء اللہ (فوائد القرآن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۱ ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ ۲ بَلْ عَجَبُوْا

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں) ق اور قرآن مجید کی قسم (محمد اللہ کا رسول ہے) بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ

ق۔ مقطعات قرآنیہ میں سے ہے اور بعضوں نے اس کا معنی کیا ہے قَضٰی الدَّامِر۔ یعنی تمام ہونے والے امور کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ قاف ایک سبز رنگ کا پہاڑ ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ زبرجد سبز کا پہاڑ ہے۔

تفسیر برہان میں کتاب منہج التعمیق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے اپنے باپ سے عرض کی کہ ہمیں اپنے فضل و کرامت میں سے کچھ دکھائیے۔ چنانچہ آپ حضرت امام حسنؑ اور حضرت سلمانؑ رضی اللہ عنہما کو لے کر دوش ہوا پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوہ قاف پر جا پہنچے وہ زبردست پہاڑ تھا جس پر ایک فرشتہ موجود تھا۔ اُس نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کو سلام کیا اور کچھ پوچھنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ تو حضرت خضرؑ کی زیارت کرنا چاہتا ہے؟ اُس نے عرض کی۔ جی ہاں! آپ نے فرمایا۔ جا تجھے اجازت ہے۔ پس اُس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو زبان پر جاری کیا۔ اور چلا گیا۔ اور ہم اس پہاڑ پر محدود اس جگہ پہنچے کہ وہ فرشتہ حضرت خضرؑ کی زیارت سے فارغ ہو کر واپس اپنے مقام پر پلٹ کر آ گیا۔ حضرت سلمانؑ کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ مجھے اس اللہ کی قسم جس نے آسمانوں کو ستاروں کے بغیر کھڑا کیا۔ ان میں سے کوئی بھی ہمارے اذن کے بغیر اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا۔ اور میرے بعد حضرت حسنؑ کا بھی یہی مقام ہو گا۔ اور اس کے بعد حضرت حسینؑ اور پھر مجھے بعد دیکھے ان کی اولاد سے نو اماموں کا یہی منصب ہو گا تو ہم نے سوال کیا کہ کوہ قاف پر سوکل فرشتے کا نام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس کا نام ترجائیل ہے تو سلمان نے عرض کی حضور! آپ کس طرح ہر رات اس مقام پر آتے اور پھر واپس پلٹ جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا جس طرح اب تمہیں لے آیا ہوں۔ اور مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا۔ میرے پاس آسمانوں اور زمینوں کے ایسے راز ہیں کہ ان میں سے بعض کو بھی تم لوگ برداشت نہیں کر سکو گے۔ تحقیق خداوند کریم کا اسم اعظم ۲۷ حرفوں پر ہے۔ اور آصف بن برخیا کے پاس حرف ایک حرف تھا۔ جس کی بدولت تخت بلقیس تک کی درمیانی زمین دھنس گئی تھی۔ اور اُس نے تخت بلقیس کو اپنے مقام سے اٹھا کر سلیمان کے پیش کر دیا تھا۔ اور چشم زدن سے پہلے پھر زمین دوبارہ اپنی جگہ پر پلٹ کر آ گئی تھی۔ اور خدا کی قسم ہمارے پاس اسم اعظم کے بہتر حروف ہیں۔ اور ایک حرف جس کا تعلق علم غیب سے ہے۔ وہ اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے بعد آپ نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ پڑھا۔ اور فرمایا جو ہمیں سچا بتاتا ہے وہ سچا بتاتا ہے اور جو ہمارا انکار کرتا ہے وہ انکار کرتا ہے۔ الحمد للہ

کِتَابٌ حَفِیْظٌ۔ اگر فاعل کے معنی میں ہو تو مقصد یہ ہے کہ وہ کتاب (روح محفوظ) ان کی تعداد اور ناموں کی محافظ ہے اور اگر مفعول کے معنی میں ہو تو مقصد یہ ہو گا کہ وہ کتاب (روح) محفوظ ہے۔ تغیر و تبدل سے اور کنگی و فنا سے بھی وہ محفوظ ہے

أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكُفْرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ③

ڈرنے والا انہی میں سے ان کے پاس آگیا پس کافروں نے کہا یہ عجیب بات ہے (کہ یہ رسول ہو گیا)

وَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ④ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ

کیا جب ہم مریں گے اور خاک ہو جائیں گے (تو پھر زندہ ہو کر پلٹیں گے) یہ پلٹنا مشکل ہے ہمیں پتہ ہے

الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِیْظٌ ⑤ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ

جو کچھ زمین ان کے درگشت وغیرہ سے اکٹھا ہے اور ہمارے پاس محفوظ کتاب موجود ہے بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب

لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِیْجٍ ⑥ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ

ان کے پاس پہنچا لیں وہ خود اپنے نظریے میں متوجہ ہیں کیا وہ اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے

فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ⑦ وَالْأَرْضِ

ہم نے اس کو کیسے بنایا اور اسے زینت بخشی کہ ہمیں کوئی رخسہ نہیں اور زمین کو

مَدَدْنَاهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَیْجٍ ⑧

ہم نے بچایا اور اُس پر پہاڑ ڈال دیئے اور آگاہی ہم نے اس میں ہر قسم کی پُروقتی (انگوٹیاں)

تَبْصِرَةٍ وَذَكَرَى لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ⑨ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

بصیرت اور نصیحت ہر بڑے کرنے والے عبد کے لئے ہے اور ہم نے آسمان سے مبارک پانی نازل

مَبْرُكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَبْتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ⑩ وَالنَّخْلَ بَسِیْقًا

کیا لیں اس کے ذریعے ہم نے باغات اور کھجے والے فصلات آگائے اور بلند کھجوریں جن کے شکوفے

أَمْ مَرِیْجٍ - یعنی وہ خود ایک نظریے پر قائم نہیں کسی دقت دیوانہ کہتے ہیں۔ اور کسی دقت جادوگر کہہ دیتے ہیں۔ یعنی وہ ان کے بارے میں متوجہ و مضطرب ہیں۔

مِنْ كُلِّ زَوْجٍ - یہ پہلی زوج سے مراد نر و عورت ہے اور ممکن ہے جوڑا جوڑا مرد ہو کیونکہ ماہرین نباتات کے نزدیک نباتات میں بھی نر و مادہ موجود ہیں۔

بَیْجٍ - یہ سبوح ہے کے معنی میں ہے یعنی ایسی دل کش جس کو دیکھنے والا بھرت اور خوشی میں آجائے۔

لَهَا طَلْعٌ لِّضِدِّ ۝ رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَاهُ بِلَدِّهِ مَيِّتًا ۚ كَذَلِكَ

تہ بہ تہ ہیں (یہ سب) بندوں کی روزی کے لئے ہے اور ہم نے اس کے ذریعے زندہ کیا مردہ شہر کو اسی طرح (قبروں سے)

الْخُرُوجِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝

نکلنا ہوگا جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح، اصحاب الرس، قوم عاد

وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ ثَبَعٍ ۚ

لوط کی برادری نے اور اصحاب ایکہ اور تبث کی قوم

حَبَّ الْحَصِيدِ - وہ کیتیاں جو پکنے کے بعد کاٹی جاتی ہیں جیسے گندم وجود وغیرہ اور یہاں حصید معنی مٹھوہ ہے۔
كَذَلِكَ الْخُرُوجِ - خداوند کریم نے آیات متذکرہ میں اپنے نشانہائے قدرت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جس طرح ان چیزوں کو میں نے ایجاد کیا ہے اس طرح مرنے کے بعد قبروں سے زندہ کر کے دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہوں۔ لہذا تمہارا تعجب بے جا ہے۔

أَصْحَابُ الرَّسِّ :- یہ پیامہ کے علاقہ میں بسنے والی قوم تھی۔ ان کی عورتوں میں سخت (حقیقی) کاگناہ عام تھا۔ ان کی آبادی کنوؤں پر منحصر تھی۔ انہوں نے اپنے نبی کو ایک کنوئیں میں گرا کر اوپر سے بند کر دیا تھا اور رس اسی کنوئیں کا نام ہے آخر کار ان پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ ہلاک ہو گئے اس کی تفصیل تفسیر کی جلد ۱ ص ۱۱۱ ملاحظہ ہو۔

وَإِخْوَانُ لُوطٍ :- حضرت لوط کی قوم کو ان کی برادری اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ ان کی اپنی قوم تھی۔
وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ :- یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ ان کا ذکر تفسیر کی جلد ۲ ص ۲۰۹ تا ص ۲۱۱ مذکور ہے اور قوم شعیب پر عذاب کی کیفیت تفسیر کی جلد ۲ ص ۲۱۳ تا ص ۲۱۵ گہر چکی ہے۔

وَقَوْمُ ثَبَعٍ :- تفسیر برہان میں اسمعیل بن جابر سے مروی ہے کہ میں اور میرا ایک دوست ایک دفعہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ جمع تھے اور انصار کے متعلق گفتگو چل نکلی کہ یہ کس قوم کے افراد ہیں۔ کسی نے کہا یہ مینی لوگ ہیں۔ کسی نے کچھ اور کہا چلتے چلتے ہم ایک درخت کے پاس جا پہنچے جہاں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فروکش تھے تو آپ نے ہمارے پوچھے بغیر بات شروع کر دی کہ تبث بادشاہ جب عراق سے حجاز کی طرف آیا تھا تو اس کے ہمراہ علماء اور اولاد انبیاء کی اچھی خاصی جماعت تھی۔ جب وہ اس وادی میں پہنچے جہاں ہم موجود ہیں۔ اس زمانہ میں یہاں قبیلہ ہذیل کے لوگ آباد تھے تو کچھ لوگ تبث کے پاس آئے اور انہوں نے اہل مکہ پر حملہ کرنے کے لئے اُسے اکسایا۔ چنانچہ اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ مکہ پر چڑھائی کر کے ان کے مردوں کو قتل کیا جائے۔ عورتوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے مقدس گھر یعنی خانہ کعبہ کو گرا دیا جائے۔ جو نبی اس نے اس ارادہ فاسدہ کو دل میں جگہ دی بدورت خدا اُس کی دونوں آنکھیں پھیل کر بہ گئیں اور رخساروں تک جا پہنچیں۔ اُس نے اُسی وقت

كُلُّ كَذِبٍ رُّسُلَ فَحَقٍّ وَعَيْدٌ ۝۱۵۝ اَفَعَيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي

سب نے رسولوں کو جھٹلایا پس میری دھمکی سچی ثابت ہوئی۔ کیا ہم پہلی دفعہ ان کو پیدا کرنے سے عاجز تھے؟ بلکہ وہ موجودہ علماء اور اولادِ انبیاء کو دربارِ شاہی میں حاضر ہونے کا فرمان جاری کیا۔ چنانچہ سب کے سب فوراً حاضر ہو گئے۔ تو بادشاہ نے اپنی سلیف کا ذکر کیا۔ اور اس کی وجہ اور اس کا علاج ان سے دریافت کیا۔ وہ خاموش رہے تو بادشاہ نے ان کو قسم دے کر دوبارہ استفسار کیا۔ انہوں نے کہا بادشاہ سلامت کیا آپ کے دل میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے؟ تو بادشاہ بتنے کے جواب دیا کہ بے شک میں نے اہل مکہ کو قتل کرنے اور ان کی ذریت کو اسیر کرنے اور ان کے مقدس گھر کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا ہے تو علماء و اولادِ انبیاء نے جواب دیا کہ تیری اس تکلیف کا باعث یہی چیز ہے تو بادشاہ نے اس کی وجہ دریافت کی۔ پس انہوں نے جواب دیا کہ یہ شہر حرست والا شہر ہے اور اس میں تعمیر کردہ مقدس گھر بیت اللہ ہے اور اس جگہ کے رہنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ بتنے کے جواب دیا کہ بے شک مجھے اس ارادہ کا بارہ کی سزا دی گئی ہے لیکن اب اس کا علاج کیا ہوگا؟ تو انہوں نے کہا اپنے سابق ارادہ کو ختم کر کے اچھا ارادہ کر لو تو ممکن ہے اللہ تمہاری اس تکلیف کو دور کر دے۔ چنانچہ اس نے غلط ارادہ کو بدل کر نیک ارادہ کر لیا۔ پس اس کی آنکھوں کی تکلیف ختم ہو گئی اور وہ بالکل تندرست ہو گیا اور جن لوگوں نے اس کو غلط مشورہ دیا تھا۔ ان سب کو قتل کر دیا اور اس جگہ قوم بت سے مراد غالباً یہی لوگ ہیں جن کو بت نے مرواڑا تھا اس کے بعد پوری عقیدت مندی کے ساتھ وہ مکہ میں داخل ہوا۔ بیت اللہ کی زیارت کی اور غلاف پڑھایا۔ اور ستواتر ایک ماہ تک لوگوں کو کھانا کھلایا کہ ہر دن ایک سوانٹ سخر کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ حیوانوں کے لئے پیادوں کی چوٹیوں پر گشت رکھا جاتا تھا اور صحرائی جانوروں کے لئے وادیوں میں خوراک کھدی جاتی تھی۔ پس وہاں سے اس نے مدینہ کا رخ کیا اور اہل مین میں سے قبیلہ غسان کے کچھ لوگوں کو وہاں ٹھہرنے کا حکم دیا اور انہی کی اولاد انصار ہیں۔ اور اس روایت کا بقیہ حصہ تفسیر کی جلد ۲ یُسْفَرُ حُور کی تفسیر میں دوسرے ایڈیشن ص ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔ گویا قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج مین کے قبیلہ غسان کی شاخیں تھیں۔ اور بت نے بوقتِ ردا نگلی ان کو حکم دیا تھا کہ جب حضور ظہور فرمائیں تو تم لوگ حضور اس کی نصرت کرنا۔ اور اس وقت اگر میں ہوتا تو اس کی غلامی کرتا۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ بت مسلمان بادشاہ تھا جلد ۱۲ ص ۲۶ پر بھی بت کا ذکر گزر چکا ہے۔

تفسیر برہان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا نے جب سے زمین کو پیدا فرمایا ایسا دعوالم اور قدرتِ خدا ہے اس میں سات عالم پیدا کئے۔ جن میں لولا و آدم نہ تھی۔ پس وہ زمین سے پیدا ہوئے اور یکے بعد دیگرے رہے۔ ان کے بعد اللہ نے اس آدم کو پیدا کیا جو انسانوں کا باپ ہے اور اس سے اس کی ذریت کو پیدا کیا خدا کی قسم جنت جب سے پیدا ہوئی۔ اوداج مومنین سے خالی نہیں ہوئی اور جہنم کو جب سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ بھی کھارونا و فرائض سے کبھی خالی نہیں ہوا۔ اور تم کیا سمجھتے ہو کہ جب قیامت قائم ہوگی اور جنتی بدن اپنے اوداج کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے اور جہنمی روح اپنے بدن کے ساتھ جہنم میں جائیں گے تو خدا کی عبادت کرنے والا باقی کوئی نہ ہوگا۔ نہیں نہیں بلکہ خدا بھرند مادہ

لَبَسَ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۱۶ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ

نئے سرے سے دوبارہ پیدا کرنے میں شک رکھتے ہیں اور تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو اس کا نفس و سو سے

بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝۱۷ إِذْ تَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ

ڈالتا ہے اور ہم شہ رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں جب آپس میں ملتے ہیں دو ملنے والے (فرشتے)

کے بغیر ایک مخلوق پیدا کرے گا۔ جو اس کی عبادت اور تسبیح و تحمید کرتے رہیں گے۔ اُن کے لئے ایک زمین بھی ہوگی۔ اور ایک آسمان بھی ہوگا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ الْآثَرِ۔

ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا نے تمہارے علاوہ اور کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔ نہیں نہیں بلکہ اس نے اس سے پہلے ہزار ہزار عالم پیدا کئے اور ہزار ہزار آدم خلق فرمائے اور تم آخری عالم میں موجود ہو۔ (یعنی اس کے بعد جو ہوگا وہ کوئی اور مخلوق ہوگی جو اللہ کی عبادت کرے گی)

أَفَعِثْنَا۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی کیا ہم پہلی دفعہ خلق کرنے سے عاجز تھے؟ پس جب وہ مانتے ہیں کہ پہلی دفعہ کا خالق میں ہوں۔ تو دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہوں۔ اس میں ان کو شک نہیں کرنا چاہیئے۔

حَبْلِ الْوَرِيدِ۔ بعض کہتے ہیں ایسی رگ ہے جس کا دل سے تعلق ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا خلق سے تعلق ہے۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ ایسی رگ ہے جس کی شاخیں پورے بدن میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور تمام جسمانی نظام پر وہ اثر انداز ہے اور اسی دہ رگ کہتے ہیں۔

إِذْ تَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ :- اذ طرفوں کا متعلق اقرب ہے۔ ان دو فرشتوں میں سے جو دائیں طرف ہے وہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور جو بائیں طرف ہے وہ برائیاں نوٹ کرتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں محافظ فرشتے چار ہیں۔ دو دن کے لئے اور دو رات کے لئے ہوتے ہیں۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر دل کے دو کان ہوتے ہیں۔ ایک کان پر فرشتہ اور دوسرے پر ایک شیطان مسلط ہوتا ہے۔ پس فرشتہ اس کو برائی سے روکتا ہے۔ اور شیطان اس کو برائی کا حکم دیتا ہے۔

اور تفسیر برہان میں حضرت نبی اکرم سے مروی ہے کہ انسان جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے پس اگر عمل نہ کرے تو ایک نیکی کا می باقی ہے۔ اور اگر عمل کرے تو دس نیکیاں اُس کے ایمان میں درج کی جاتی ہیں۔ اور جب برائی کا ارادہ کرے پس اگر عمل نہ کرے تو کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔ اور اگر کرے تو سات گنٹے مہلت دی جاتی ہے۔ کیونکہ دائیں جانب والا فرشتہ اسے حکم دیتا ہے کہ جلدی نہ کر۔ شاید کوئی ایسی نیکی کرے جس سے اُس کا وہ گناہ مٹ جائے۔ اللہ فرماتا ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّيْئَاتِ۔ یعنی نیکیاں برائیوں کو مٹاتی ہیں پس اگر وہ توبہ کرے تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا۔ لیکن اگر اسے گنٹے گزر

عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ

ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف جو ہر وقت اس کے ساتھ ہیں نہیں بولتا کوئی بات مگر یہ کہ اس کے ہی پاس ایک نگہبان

عَتِيدٌ ۝ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝

حاضر موجود ہوتا ہے اور آئے گی موت کی تلخی برحق (کہا جائے گا) یہ وہ ہے جس سے تو گھبرا کر ہٹا تھا

جائیں۔ اور وہ نہ کوئی نیکی بجالائے۔ اور نہ توبہ و استغفار کرے تو دائیں جانب والا کہتا ہے اس بد بخت انسان کا عمل لکھ لو۔

اور مروی ہے کہ فرشتہ صرف اس دعا اور قرأت کو نائے اعمال میں لکھتا ہے جو سنی جائے اور جو ذکر پروردگار انسان دل ہی دل میں کرتا رہے اس کو فرشتہ نہیں لکھ سکتا بلکہ اس کا ثواب صرف اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہوا میں خدا نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جس کے ماتحت تین لاکھ فرشتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے۔ اور یہ سب بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ جب سال ختم ہوتا ہے تو سجل نامی ایک فرشتہ تمام صحائف اعمال کو ایک جگہ لپیٹ کر محفوظ کر لیتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ انسان جب نیکی یا بدی کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتوں کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے منہ سے ایک خوشبو نکلتی ہے جس سے وہ سمجھ جاتا ہے کہ اب اس کا نیک ارادہ ہے۔ لہذا وہ ایک نیکی لکھ لیتا ہے۔ اور جب وہ عمل کرے تو دس نیکیاں لکھتا ہے۔ اسی طرح جب برائی کا ارادہ

کرے تو ایک قسم کی بدبو اس کے منہ سے نکلتی ہے جس سے فرشتہ سمجھ جاتا ہے کہ اب اس کا برائی کا ارادہ ہے پس جب گزرے گا تو اس کی زبان تلخ اور اس کی شکر سیاہی بن جاتی ہے۔ اور وہ عمل درج ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ صبح سے شام تک اس کی برائی نہیں لکھی جاتی۔ اور اس دوران میں اگر تائب ہو جائے تو وہ مٹ جاتی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مومن میں برس گزرنے کے بعد بھی استغفار کرے تو اس کا گناہ مٹ جاتا ہے۔ لیکن کافر آدمی کو فوراً ہی بھول جاتا ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت آدمؑ نے عرض کی اے پروردگار! تو نے شیطان کو میری اولاد پر مستطد کر دیا ہے، تو مجھے بھی کچھ عطا فرما۔ پس ارشاد ہوا کہ تیری اولاد اگر برائی کا ارادہ کرے گی تو کچھ نہ لکھا جائے گا۔ اور برائی کرنے کے بعد ایک ہی لکھی جائے گی۔ اور اگر نیکی کا ارادہ کرے گی تو ایک درج ہوگی۔ اور عمل کرے گی تو دس گنا لکھی جائے گی۔ پس حضرت آدمؑ نے مزید طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ میں نے ان کے لئے مرتے دم تک توبہ کی گنجائش رکھی ہے۔ تو آدمؑ نے کہا پس کافی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس اسحق بن عمار آیا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنے دروازے پر دربان کھڑے کر دیئے ہیں۔ اس نے عرض کی میں نے شہرت کے ڈر

وَنَفَخَ فِي الصُّورِ ذَٰلِكَ يَوْمَ الْوَعِيدِ ۝۳۱ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا

اور صور میں پھونکا جائے گا (کہا جائیگا) یہ وعید کا دن ہے اور ہر نفس آئے گا کہ اس کے ہمراہ ایک

سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝۳۲ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكُشِفْنَا عَنْكَ

چلائی والا اور ایک گواہ ہوگا تحقیق تو اس بات سے غافل تھا پس ہم نے تیرے پردے کھول دئے

سے ایسا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا شہرت سے ڈرتا ہے اور مصیبت سے نہیں ڈرتا۔ کیا تجھے معلوم نہیں جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملاقات کرے اور مصافحہ کرے تو ان پر اللہ کی رحمت برسی ہے۔ اور جب باتیں کرنے بیٹھ جائیں تو لکھنے والے فرشتے بھی دور ہٹ جاتے ہیں کہ شاید ان کی آپس کی راز کی بات ہوگی۔ سائل نے پوچھا پھر مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ لَّعَلَّ لَكَ مَلَأَ لَكَ کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا۔ فرشتے نہیں سنتے تو خدا تو سنتا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے جب ایک دوسرے کو دوسرے من گھڑے لگاتے ہیں تو ان کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں۔

سید سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا دوست اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اور جیتے مرتے بھی خدا کی عبادت کیا کرتا ہے۔ میں نے عرض کی سونے اور مرنے کے بعد عبادت کا کیا مقصد ہے۔ تو آپ نے فرمایا جب وہ سوتا ہے تو خداوند کریم زمین کے فرشتوں کو حکم دیتا ہے جو اس کی بیزاری تک عبادت کرتے ہیں۔ اور اس کا ثواب اس مومن کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے کہ ان کی ایک رکعت آدمیوں کی ہزار نمازوں کے برابر ہوتی ہے۔ اور مومن جب مرتا ہے تو اس کے دو فرشتے اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارا ساتھی مر چکا ہے۔ اب اس کے اعمال لکھنے کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ لہذا ہمیں اجازت دی جائے تاکہ آسمان یا زمین کے کسی گوشے میں ہم عبادت کریں تو ان کو جواب ملتا ہے کہ آسمانوں میں میرے عبادت گزار کافی ہیں اور زمین میں بھی عبادت گزار موجود ہیں۔ پس تم اس کی قبر پر جاؤ اور عبادت کرو۔ پس ان کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج ہوگا۔ اور ان کی ایک رکعت آدمیوں کی ہزار نمازوں کے برابر ہوگی۔ الحدیث

نَفَخَ فِي الصُّورِ: اس کی تشریح تفسیر کی جلد ۱۲ ص ۱۳ پر گذر چکی ہے۔

سَائِقٌ وَشَهِيدٌ: یعنی ہر روز محشر ہر انسان کے ہمراہ دو فرشتے ہوں گے ایک اس کو دربار میں پیش کرنے کے لئے۔ اور دوسرا اس کے اعمال کی گواہی کے لئے ہوگا۔

فَكُشِفْنَا عَنْكَ: مقصد یہ ہے کہ اس دن تمام حقائق سامنے ہوں گے اور ہر آدمی اپنا انجام معلوم کرے گا۔ اور اس فقرے کو حدیث تک ہر روز صبح کی نماز کے بعد کم از کم سات مرتبہ پڑھا جائے تو آنکھوں کی بیماریوں سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

الْقُبَا فِي جَهَنَّمَ: تفسیر برہان میں سید رضی کی کتاب مناقب فاخرہ سے منقول ہے۔ کہ علی قسیم الجنۃ والنار ابن سعد کہتا ہے میں ایک دن حضرت رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی:-

غَطَاؤُكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿۲۳﴾ وَقَالَ قَرْنِيَّةُ هَذَا مَالِدِي

لہذا تیری نظر آج تیز ہوگی اور اس کا سامتی کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس

اے آقاؐ نے نامدار! مجھے حق دکھائیے تاکہ میں اس کی اتباع کروں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابن مسعودؓ کہ میں داخل ہوجاؤ چنانچہ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام حالت نماز میں تھے اور زمانہ کے بعد انہوں نے دعا مانگی۔ اے اللہ اپنے عبد و رسول حضرت محمد مصطفیٰؐ کے صدقے میں میرے شیعوں کے گناہ بخش دے۔ پس میں وہاں سے نکلا تاکہ اس امر کی اطلاع دینے کے لئے حضرت رسول خداؐ کے پاس جاؤں۔ چنانچہ وہاں پہنچا تو حضرتؐ کو دیکھا کہ عبادت کے بعد دعا مانگ رہے ہیں تھے اللہ اپنے عبد علیؑ کے صدقہ میں میری امت کے گنہگاروں کو بخش دے۔ ابن مسعود کہتا ہے مجھے حیرت ہوئی اور مدہوش سا ہو گیا۔ اتنے میں حضورؐ نے سجدے سے سر اٹھایا تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ اے ابن مسعود ایمان کے بعد کفر نہ کرنا۔ میں نے عرض کی حضور! میں نے علیؑ کو دیکھا تو وہ آپؐ کا واسطہ دے کر دعا کر رہے تھے۔ اور آپؐ کو دیکھا تو علیؑ کا واسطہ دے کر دعا فرما رہے ہیں۔ حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ اے ابن مسعود خدا نے مجھے اور علیؑ و حسینؑ کو تمام مخلوق سے دو ہزار سال پہلے اپنے نورِ عظمت سے پیدا فرمایا جب کہ نہ تسبیح تھی نہ تہجد پس۔ اور میرے نور سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا لیکن میں آسمانوں اور زمین سے افضل ہوں۔ اور علیؑ کے نور سے عرش و کرسی کو پیدا کیا لیکن علیؑ عرش و کرسی سے افضل ہے۔ حق کے نور سے روح و قلم کو پیدا کیا۔ اور حسینؑ روح و قلم سے بہتر ہے اور حسینؑ کے نور سے جنت اور حور عین کو خلق فرمایا لیکن حسینؑ جنت اور حور عین سے افضل ہے۔ پس مشرق و مغرب میں ایک مرتبہ تاریکی چھا گئی تو فرشتوں نے دعا مانگی۔ اے پروردگار! ان پاک افراد کے صدقے میں ہم سے تاریکی کو دور فرما۔ پس خداوند کریمؐ نے ایک روح اور ایک نور کو خلق فرمایا اور نور و روح کو ملا کر اس سے جناب فاطمہؑ زہراؑ کو خلق فرمایا۔ جس کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ اے ابن مسعود! قیامت کے دن خدا مجھے اور علیؑ کو فرمائے گا۔ جسے چاہو جہنم میں داخل کرو۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ۔ پس کفار سے مراد ہر وہ شخص ہے جو میری نبوت کا انکار کرے اور عنید سے مراد ہر وہ شخص جو علیؑ اور اہل بیتؑ کا انکار کرے حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے مروی ہے کہ بروز قیامت حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت علیؑ مرتضیٰ صراط پر کھڑے ہوں گے اور صراط سے کوئی نہیں گذر سکے گا۔ مگر وہ جس کے پاس برأت نامہ ہوگا۔ محمد بن حمران راوی کہتا ہے میں نے پوچھ لیا کہ برأت نامہ سے کیا مراد ہے تو آپؐ نے فرمایا حضرت علیؑ اور اس کی اولاد اطہارین کی ولایت کی سند۔ پس اُس وقت ایک منادی ندا کرے گا اے محمدؐ اے علیؑ جہنم میں ہر اس شخص کو ڈالو جو نبوت سے کفارہ منکر اور ولایت سے عنید یعنی سرکش ہو۔

ایک روایت میں حضرت رسالت مآبؐ سے جب آیت مجیدہ کا معنی دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اے علیؑ جب قیامت کے روز خدا لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا تو میں اور تو عرش کے دائیں جانب ہوں گے۔ پس اللہ ہم کو حکم دیکھا

۷۰

۷۰

۹

۳

۲۰

۲۰

۲۰

۲۰

۲۰

۲۰

عَتِيدٌ ۲۷) اَلْقِيََانِ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عِنْدِ ۲۵) مِّنَّا عِلَّٰلٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ

حاضر ہے (حکم ہوگا) جہنم کے دو جنہم میں ہر منکر سرکش کو جو خیر سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا اور

مُرِيبٌ ۲۶) اَلَّذِي جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرًا لِّقِيَةِ فِي الْعَذَابِ

شکی ہے جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود ٹھہرایا ہوا تھا پس اسکو سخت عذاب میں

الشَّدِيدِ ۲۷) قَالَ قَرِيبُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلٰكِنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ

ڈال دو اس کا گمراہ ساتھی کہے گا اے پروردگار میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا لیکن خود وہ گہری گمراہی میں

بَعِيدِ ۲۸) قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ۲۹)

تھا (اللہ) کہے گا میرے پاس جھگڑا نہ کرو اور میں تمہارے پاس وعید پہلے بھیج چکا ہوں

اپنے دشمن و مخالفت کو جہنم میں ڈال دو۔

تفسیر مجمع البیان میں بروایت ابوسعید خدری حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ بروزِ محشر ندا مجھے اور غسلیٰ کو

فرمائے گا کہ اپنے دشمن کو جہنم میں ڈال دو۔ اور اپنے محبت اور دوست کو جنت میں داخل کرو۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے

قیم الجنۃ والنار ہونے کی احادیث بکثرت وارد ہیں جو کہ ستر تو اتنی تک پہنچی ہوئی ہیں۔ حدیث وسیلہ بھی اس مضمون پر مشتمل ہے

جو تفسیر کی دوسری جلد میں مفصل مذکور ہے اور مقدمہ تفسیر میں بھی اس مضمون کی احادیث نقل کی جا چکی ہیں۔

مِّنَّا عِلَّٰلٍ لِّلْخَيْرِ :- خیر سے روکنے والے اس کا ظاہری مصداق ولید بن مغیرہ کو قرار دیا گیا ہے کہ اُس سے اپنے بھتیجوں نے

اسلام لانے کا مشورہ دیا تھا تو اُس نے اُن کو منع کیا تھا لیکن تاویل کے لحاظ سے اتیامت دوسروں کو کارِ خیر سے

روکنے والے اس آیت کے ذیل میں داخل ہوتے رہیں گے۔

اِلٰهًا اٰخَرًا :- یعنی وہ شخص ہے جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کو لائقِ عبادت اور مقصودِ حاجات ٹھہرایا ہوا تھا۔

قَالَ قَرِيبُهُ :- اس جگہ قرین سے مراد وہ شیطان ہے جس نے اُس کو گمراہ کر کے غلط راستے پر لگایا ہوا تھا یا اس سے

میرا وہ علماءِ سُوء ہیں جنہوں نے غلط اور نابالغ عقائد اس کو تعلیم کئے تھے۔ قیامت کے دن وہ اس سے بیزار ہوں گے

اور کہیں گے ہم نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود گمراہ تھا۔ تو اس کے بواب میں ارشادِ خداوندی ہوگا کہ اب میرے

دربار میں جھگڑانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تم پر اقامِ محبت کر چکا ہوں۔ اور اپنے مانع سے بھیج کر اس جہنم سے تم کو ڈرنے

کا پیغام دے چکا ہوں لیکن تم نے پرواہ نہ کی۔ اب میرا قول تبدیل نہیں ہوگا وہ یہ کہ نافرمانوں کے لئے دائمی آتشِ جہنم ہے اور

یہ میرا ظلم نہیں بلکہ عدل ہے کیونکہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

مَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٣٠﴾ يَوْمَ نَقُولُ لَجَهَنَّمَ هَلِ

میرے پاس بات تبدیل نہیں کی جاسکتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں

أَمَلْتُ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ﴿٣١﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ

یک ہے ؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے ؟ اور جنت قریب کی جائے گی متیقروں کے کہ نہ دور ہوگی۔

بَعِيدٌ ۝ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۝ ۳۳ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ

دکھا جائے گا، یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ہر توبہ کرنے والے بچنے والے کے لئے ہے جو تنہائی میں بھی خدا سے

بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ﴿٣٢﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ﴿٣٥﴾

ڈرتا ہوا اور حُرع کر نواے دل کے ساتھ (اسکی بارگاہ میں) آئے اس جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ یہ ہمیشگی کا دن ہے

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ﴿٣٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ

ان کے لئے وہ سب کچھ ہو گا جو مرادیں حاصل کئے اور ہمارے پاس بہت کچھ ہے اور کس قدر ہم نے ہلاک کیا ان سے پہلے

عَلَّامٌ زَبِيدٌ۔ عامۃ المسلمین نے اس جگہ سخت ہٹ کر کہا ہے کہ جب خدا جنم کو کہے گا کیا تو

بھرجلی ہے دوبہ مزید بی طالب ہوئی۔ جب مام و نساں حد اعمہ بہیم ہو جائیں گے تب بھی وہ کل ان مرید کی رٹ لگاتی رہے گی۔ پھر اس کے اندر پہاڑوں کو داخل کیا جائے گا۔ تب بھی اُس کی ہوس پوری نہ ہوگی۔ آخر کار فیض

الْحَبَّارُ فِيهَا قَدْ مَدَّ - یعنی خدا اینا تمام اس میں رکھے گا تودہ کہے گی - قَطَّ قَطَّ یعنی میں بھر چکی ہوں (مشکوٰۃ و بخاری وغیرہ)

اور اہل محمد جو ابوابِ مدینہ عظام ہو یہ ہیں ان سے عظیمِ قرآن حاصل نہ کرے گے یہی ہیں اس قسم کی صفیاں عموماً کے
 صادر ہوئیں حالانکہ خدا جسم و جسمانیات سے مبرا و منزہ ہے۔ اور شیعہ کے نزدیک وہ خدا خدا نہیں جو اپنے تمام کونہ میں ڈالنے

والا ہو۔ پس اس حکم کے عمل میں مزید کا استفہام انکاری ہے۔ یعنی جب اس سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تو یہ ہے؟ تو

وہ ازراہِ اسرار پہنچ کر اسی عید اور ہی باقی ہے۔ جیسی میں سیر ہو چکی ہوں۔ جج میں مرید کی جاس نہیں ہے۔ راجہ اور اس کے

کو استغناء انکار ہی نہ بھی قرار دیا جائے تو ضروری نہیں کہ خدا کو ہی اپنا پاؤں اس میں ڈالنا پڑے حالانکہ وہ اس سے

منزلہ ہے بلکہ جہنم کی وسعت و قوت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

فتقبوا :- نقب کا معنی راستہ پتہ نامہ جہت مانتا ہے ۔ اور اس جگہ مقصود یہ ہے کہ انہوں نے دور دور تک شہروں اور

ملکوں میں فترحات حاصل کیں اور اپنی آمدورفت کے لئے یہاں سے وہاں تک راستے بنا ڈالے۔ اس لئے کہ وہ خوب

منزلہ ہے بلکہ جہنم کی وسعت و قوت کو ظاہر کرنا مقصود ہے ۔

وَأَزَلْفَتْ: ازلان کا معنی ہے قریب کرنا اور زلفی بمعنی قریب اسی سے ہے۔

فَتَقَبَّوْا:۔ نقب کا معنی راستہ بنانا ہوتا ہے۔ اور اس جگہ مقصود یہ ہے کہ انہوں نے رُور دُور تک شہروں اور

میلوں میں کمرحات حاصل تیں اور اپنی آمدورفت کے لئے یہاں سے وہاں تک پہنچنے کے لئے اس کے لئے ایک

مَنْ قَرْنٌ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّخِصٍ ۝۳۶

قوموں کو جہان سے طاقت میں مضبوط تر تھیں جنہوں نے ملک فتح کئے کیاران کے لئے ۱ کوئی بچاؤ تھا

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝۳۷

تحقیق اس میں نصیحت اس کے لئے جو صاحب دل ہو یا کان لگا کر سننے اور اس کی طرف دیرا متوجہ ہو

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا

اور تحقیق ہم نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو کچھ ان کے اندر ہے چھ دنوں میں اور ہمیں کوئی تھکان

مِنْ لُغُوبٍ ۝۳۸ فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ

نہیں ہوئی پس وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے سورج نکلنے سے

الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝۳۹ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝۴۰

پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کے بعض حصہ میں اس کی تسبیح کرو اور سجدہ کے بعد

وَأَسْمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝۴۱ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ

اور کان دھر کے سنو جس دن پکارے گا پکارنے والا نزدیک کے مکان سے جس دن یہ لوگ حق کی آواز

سنوں اور طاقت ور تھے۔

حَضْرَتِ عَلِيِّ كِي فَضِيلَت | كَانَ لَهُ قَلْبٌ :- تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسالت مآب کے پاس دو اونٹنیاں بطور ہدیہ کے پہنچیں تو آپ نے

صحابہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص ایسی دو رکعتیں ادا کرے جن میں کوئی دنیاوی خیال اس کے دل پر نہ گذرے

تو ان میں سے ایک اونٹنی اس کو دوں گا حضور نے یہ اعلان تین بار دہرایا کسی کو لبیک کہنے کی جرات نہ ہوئی پس حضرت علی

علیہ السلام نے لبیک کہی چنانچہ جب دو رکعت ادا کر چکے تو حضرت جبریل کا نزول ہوا کہ خدا تعالیٰ درود و سلام کے بعد فرماتا ہے

جسے حسب وعدہ ایک اونٹنی علی کے حوالے کر دیجئے آپ نے فرمایا میں نے شرط لگائی تھی کہ خیال اس کے دل میں کوئی نہ گذرے

لیکن علی نے حالت تشہد میں یہ خیال کیا تھا کہ ان میں کوئی لوں تو جبریل نے دوبارہ پلٹ کر عرض کی کہ خدا فرماتا ہے علی کا وہ

خیال دنیاوی نہ تھا بلکہ میری خوشنودی کے لئے تھا۔ کیونکہ علی نے سوچا تھا کہ ایسی اونٹنی لوں گا جو زیادہ موٹی ہو تاکہ اس کو خر کے مساکین پر صدقہ کروں گا پس خوشی کے مار رسول اللہ پر گریہ طاری ہوا اور وہ دونوں اونٹنیاں حضرت علی کے حوالے کر دیں اور

بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ﴿۴۳﴾ اِنَّا نَحْنُ نَحْيُ وَنُمِيتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿۴۴﴾

سب سے بڑے یہ اٹھنے کا دن ہوگا تحقیق ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم مارتے ہیں اور ہماری طرف بازگشت ہوگی

يَوْمَ تَشْقُقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا لَيْسِيرٌ ﴿۴۵﴾

جس دن زمین شگافتہ ہوگی اُن سے دنگلیں گھا جلدی یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكَرْ

ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور تو اُن کے اوپر جبر کرنے والا نہیں ہے پس قرآن کے

بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿۴۶﴾ ۱۷۷

ساتھ نصیحت کرو اس کو جو وعید سے ڈرتا ہے

یہ آیت اُتری پس ذوالقلب بھی اس آیت میں علیؑ ہے اور شہید بھی علیؑ ہے۔ چنانچہ ایک خطبے میں بھی آپ نے اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ذوالقلب ہوں۔

فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ - آسمانوں اور زمین کی چھ دنوں میں پیدا کرنے کی تشریح تفسیر کی جلد ۶ جلد ۱۹۶ جلد ۱۷۲ پر ملاحظہ ہو۔
سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ - تین اوقات نماز کا بیان ہے طلوع شمس سے پہلے صبح کی نماز غروب سے پہلے دو نمازیں ظہر و عصر اور اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہرین کا آخر وقت غروب آفتاب ہے۔ اور رات کی نمازیں مغرب اور عشاء ہیں۔ اور دوبار السجود سے نافذ مغرب یا جملہ فرائض کے بعد والے نوافل یا نماز وتر یا تعقیبات نماز باختلاف اقوال مراد لئے گئے ہیں۔ اور اوقات نماز کا بیان اس سے پہلے تفسیر کی جلد ۲۴۵ پر گذر چکا ہے۔ اور اس آیت میں پانچ نمازوں کے لئے تین اوقات کا ذکر ہے۔

يَعْنَا دِ الْمُنَادِ - یہ دوسری دفعہ اسرافیل کے صر پھونکنے کا ذکر ہے اور مکان قریب سے مراد یہ ہے کہ لوگوں معلوم ہوگا کہ بالکل قریب کہیں سے آواز آ رہی ہے۔ یعنی سر آدمی اس کو اپنے قریب سمجھے گا۔ تفصیل جلد ۱۷۲ جلد ۱۷۳ پر گذر چکی ہے۔

۷. ۱۷۷

سُورَةُ الذَّارِيَاتِ

یہ سورہ مکیہ ہے۔

آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت اکسٹھ ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآب سے منقول ہے جو شخص سورہ الذاریات کی تلاوت کرے اس کو ہر چلنے والی ہوا سے دس گنا زیادہ نیکیاں عطا ہوں گی۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص دن یا رات میں اس سورہ کو پڑھتا رہے خدا اس کی روزی آسان کرے گا اور اس کا رزق وسیع ہوگا نیز قبر میں اس کو ایک نور عطا ہوگا جو تاقیامت اس کی قبر میں روشنی کا موجب ہوگا۔

خواص القرآن سے منقول ہے۔ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا جو شخص اس کو ہر تن میں لکھ کر دھو کر پئے تو اس کے پیٹ کا درد ختم ہو جائے گا اور اگر حاملہ عورت پر باندھا جائے تو وضع حمل آسان ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر اس کو قریب الگ شخص کے پاس لکھا جائے تو اس کے روح کا نکلنا آسان ہوگا۔ بازن اللہ۔

اگر کسی عمل کے ذریعے سے مرد کو عورت کے قریب جانے سے باز رکھا گیا ہو تو زیتون کے دو پتے لے کر ایک پتے پر سورہ ذاریات کی آیت ۴۸ وَالْتَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا الخ کو لکھ کر مرد کو کھلا دیں اور دوسرے پتے پر آیت ۴۹ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا الخ لکھ کر عورت کو کھلا دیں، انشاء اللہ ان کی بندش دور ہو جائے گی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ① وَالذَّرِيتِ ذُرَّوْا ② فَالْحُمِلَتْ

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے در شروع کرتا ہوں قسم ہے ذرات کو بھرنے والی ہواؤں کی پانی کا بوجھ اٹھائیوے

وَقَرَّ ③ فَالْجَرِيتِ يُسْرًا ④ فَالْمَقْسِمِتِ أَمْرًا ⑤ إِنَّمَا تُوعَدُونَ

باروں کی اور آسانی سے پانی کی سطح پر چلنے والی کشتیوں کی پس امر کو تقسیم کرنے والے فرشتوں کی بے شک جو تم سے وعدہ کیا گیا

لَصَادِقٌ ⑥ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ⑦ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ⑧

سے وہ سچ ہے اور تحقیق جزاء واقع ہونے والی ہے اور آسمان کی قسم جس میں دھاریاں ہیں

وَالذَّرِيتِ ① ذُرَّاءُ يَذُرُّوْا سے ہے ہوا کا مٹی کے ذرات یا سکوں کو اڑانا اور فضا میں بھیرنا۔ آیت رَكُوعٌ ۱۸ مجیدہ میں ہواؤں کی قسم ہے۔ یا یہ کہ اس کا مضاف معذون ہے۔ یعنی رَبِّ الذَّارِيَّاتِ اور معنی ہوگا

ہواؤں کے رب کی قسم۔ فَالْحُمِلَتْ وَقَرَّ ③۔ وقراءت میں یہ فرق ہے کہ وقراءتوں کے برہن کو کہا جاتا ہے اور وقراءت کو کہا جاتا ہے۔ جو پشت پر اٹھایا جائے پس حالات کا موصوف معذون ہے۔ یعنی پانی کا بوجھ اٹھانے والے بادلوں کی قسم یا مضاف معذون ہونے کی صورت میں ان کے رب کی قسم۔

فَالْجَرِيتِ يُسْرًا ④۔ اس کا موصوف سفن معذون ہے یعنی پانی پر چلنے والی کشتیوں کی قسم جو آسانی سے پانی کی سطح پر تیرتی ہیں فَالْمَقْسِمِتِ ⑤۔ اس کا موصوف ملائکہ معذون ہے یعنی امور کے تقسیم کرنے والے ملائکہ کی قسم یا ان کے رب کی قسم۔ اگر مضاف کو معذون مانا جائے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بندوں کے لئے غیر اللہ کی قسم کھانا ناجائز ہے۔ لیکن اللہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی قسم کھائے جائز ہے۔

لَصَادِقٌ ⑥۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے لیکن مصدر کے قائم مقام ہے یعنی وہ جو وعدہ کیا گیا ہے وہ سچ ہے۔ کیونکہ وعدہ کو سچ کہا جاتا ہے اور وعدہ کرنے والے کو سچا کہا جاتا ہے۔

وَإِنَّ الدِّينَ ⑦۔ یعنی قیامت کا دن ضرور آئے گا جس میں نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ دیا جائے گا۔ ذَاتِ الْحُبُكِ ⑧۔ جبک کا واحد جبک یا جبکہ آتا ہے اس کا معنی ہے طرائق یعنی دھاریاں۔ اور پانی کی سطح پر ہوا کی دھبے سے پیدا ہونے والی لہروں کو بھی جبک کہا جاتا ہے اور جبک کا معنی خوشنما ہونا اور دلکش ہونا بھی منقول ہے۔ اور امام علی رضا علیہ السلام سے اس کا معنی ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہونا مذکور ہے۔ چنانچہ آپ نے زمین پر ایک ہاتھ رکھا پھر اس کے اوپر دوسرا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ نیچے اس طرح زمین ہے اور اس کے اوپر آسمان کا گنبد ناشا سیاہ ہے پھر زمین پھر اور پر آسمان و علیٰ ہذا القیاس۔ سات زمینیں اور سات آسمان اور سب کے اوپر اللہ کا عرش ہے (مجمع البیان) اور ممکن ہے

طہ

طہ

۹ ۱۰ ۱۱ اَنْكُم لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلَفٍ ۙ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اَفَكَ ۙ قِتْلَ الْخَرَّاصُونَ ۙ

تحقیق تم (محمد کے متعلق) مختلف نظریے رکھتے ہو اس سے پھیر دیا جاتا ہے جو درحق سے، پھیر دیا جائے ملعون ٹھہرے شک کرنے والے

الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۙ يَسْأَلُونَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ۙ يَوْمٌ

جو گمراہی کی گہرائی میں بھٹکنے والے ہیں وہ پوچھتے ہیں جزا کا دن کب آئے گا ؟ جس دن

هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۙ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ

وہ آگ پر عذاب دئے جائیں گے (کہا جائے گا) پکھڑا پنا عذاب یہ وہ ہے جس کی تم جلدی

تَسْتَعْجِلُونَ ۙ اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِيْ جَنَّتٍ وَعُيُونٌ ۙ اخِذِيْنَ مَا

پاسپتے تھے تحقیق متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے لیکن گے در جو ان

اس سے سات سیاروں کی آبادیاں مراد ہوں۔ اور ہر ایک کا آسمان اسی طرح ہو جس طرح زمین والوں کا آسمان ہے اور تحقیقات حاضرہ سے کسی حد تک اسی امر کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے اور شیخ ابوالحسن شترانی عثمی مجمع البیان فرماتے ہیں کہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ سیاروں میں سے ہر کرہ ایک زمین ہے۔ اور وہ فضا کے محیط جس میں وہ چکر لگاتا ہے اس کا آسمان ہے۔ روایت سابقہ میں اس آیت مجیدہ سے استشہاد کیا گیا ہے۔ خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ الْاَيَّة۔ یعنی اللہ نے سات آسمان بنائے اور ان جیسی زمینیں بھی۔ ان کے درمیان امر نازل ہوتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب الامر بنی اور اس کے بعد اس کا قائم مقام ولی ہوتا ہے۔ جس پر اوپر سے امر نازل ہوتا ہے۔ اور فرمایا عمارے نیچے صرف ایک زمین ہے۔ باقی چھ زمینیں عمارے اوپر ہیں مجمع البیان والبریلان،

قَوْلٍ مُّخْتَلَفٍ۔ اس آیت کی ظاہری تفسیر تو ظاہر ہے کہ مشرکین کے متعلق قسم قسم کی باتیں کہتے تھے۔ کبھی کہتے تھے۔ شاعر ہے کبھی کہتے تھے۔ دیوانہ ہے اور کبھی جاؤ کر کہہ دیتے تھے۔ اور چونکہ قرآن مجید قیامت تک زندہ کتاب ہے لہذا اس کی تاویل کا قیامت موجود رہنا ضروری ہے۔ اور اسی بنا پر تفسیر بریلان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبر کے بعد ان کے قائم مقام ولی کے متعلق امت میں جو اختلاف پیدا ہوا۔ یہ آیت مجیدہ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے پس جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت میں داخل ہو گئے وہ جنتی ہوئے اور جو آپ سے منحرف ہوئے وہ جہنمی ٹھہرے اسی بنا پر یُؤْفَكُ عَنْهُ۔ میں ضمیر غائب کا مرجع جنت ہے اور معنی یہ ہے کہ جنت سے پھیر دیا جائے گا۔ وہ جو علی کی ولایت سے پھیر جائے گا۔ اور اسی معنی کی روایت تفسیر قمی سے بھی نقل کی گئی ہے۔

الْخَرَّاصُونَ۔ یعنی جو لوگ رسول اللہ کے متعلق اندازے اور گمان کی باتیں کہتے ہیں (خرص کا معنی اندازہ کرنا ہوتا ہے)

اَتُحَدَّرُ بِهِمُ اَنْهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُجْسِنِينَ ﴿۱۷﴾ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ

کوب نے دیا کیونکہ وہ اس سے پہلے دنیا میں احسان کرنے والے تھے (۱) رات (۲) کو کم

الَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿۱۸﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۱۹﴾ وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ

سوتے تھے اور سحر کے وقت (۳) استغفار کرتے تھے اور ان کے مالوں میں

حَقٌّ لِّلْساۗئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۰﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوقِنِ ﴿۲۱﴾ وَفِي

سائل اور محروم کا حق ہوتا ہے اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور تمہارے

وہ متقی نفرین و لعنت ہیں۔

فِي غَمُوۡةٍ۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ جہالت کا پہلا درجہ سہو پھر غفلت اور آخری درجہ غمہ کہلاتا ہے مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ کے متعلق مختلف قسم کی باتیں کرنے والے اور اپنے اندازے اور فتن سے قیاس آرائیاں کرنے والے جہالت کی آخری سیج پر پہنچے ہوئے ہیں۔

يَسْتَلُوۡنَ۔ وہ ازراہِ تسخر پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ ان کو سرزنش کی گئی ہے کہ آخر قیامت ضرور آئے گی۔ ان کو اس وقت پتہ چلے گا جب جہنم کی جھٹی میں ان کو جھونک دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ اس عذاب میں جلتے رہو۔ کیونکہ یہ وہی ہے جس کے جلدی آنے کی تم خواہش کرتے تھے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيۡنَ۔ نافرمانوں اور منکروں کے لئے جہنم کے ذکر کے بعد نیک اور متقی لوگوں کے لئے جنت کا ذکر فرمایا تاکہ طالب

ہدایت کے سامنے دونوں پہلو موجود ہوں۔ اور وہ اپنے اندر یہ کو فیصلہ کن مرحلہ تک پہنچانے میں آسانی محسوس کرے پس فرمایا کہ متقی لوگ جنت میں اللہ کے عطا کردہ انعامات میں بسر کریں گے۔ ان کی علامتیں یہ ہیں کہ وہ دنیا میں احسان کرنے والے ہیں اور ساری رات نہیں سویا کرتے بلکہ ان کی عادت یہ ہے کہ سوتے کم ہیں اور جاگ کر عبادت پر دو گار میں زیادہ وقت خرچ کرتے ہیں۔ اور سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سحر کے وقت استغفار

کرنے سے مراد نماز وتر کے دُعا ئے قنوت میں ستر دفعہ استغفار پڑھنا ہے۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا رات کو ہر بندہ خود بخود تین مرتبہ جاگتا ہے۔ اگر پھر بھی نہ اُٹھے تو شیطان اس کے کان میں پشیاب کر کے چلا جاتا ہے۔

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ۔ یعنی متقی اور جنتی لوگوں کی علامات میں سے ہے کہ ان کے اموال میں سے حقوق واجبہ زکوٰۃ و فطر و نذر وغیرہ مستحقین تک پہنچتے ہیں۔ خواہ وہ سائل ہوں یا محروم ہوں۔ سائل سے مراد وہ متقی ہے جو اپنا استحقاق ظاہر کر کے سوال کر کے وصول کرے۔ اور محروم سے مراد وہ متقی ہے جو سوال کرنے کا عادی نہ ہو۔ اور اس کو محروم اس لئے کہا گیا ہے کہ چونکہ وہ سوال نہیں کرتا اس لئے دینے والے لوگوں کو اس کے استحقاق کا پتہ نہیں چلتا لہذا وہ شخص عمومی عطیات سے محروم رہتا ہے۔

۹۷۱

۹۷۲

۹۷۳

أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢٢﴾ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٣﴾ فَوَ

نفسوں میں بھی کیا تم بصیرت حاصل نہیں کرتے اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تم وعدہ کئے گئے ہو پس آسمان و

لہذا جس شخص کو معدوم ہو کہ فلاں مستحق ہے لیکن سوال نہیں کرتا۔ تو اُس کو دینا دوسروں کو دینے سے افضل ہے۔

ولیل توحید

ایسی کھلی ہوئی کتاب ہے جس کی ہر ہر سطر پر توحید پروردگار کا واضح بیان موجود ہے۔ اور زمین یا عالم ممکنات کی دوسری اشیاء سے غرض بصر کرنے کے بعد انسان اپنے وجود میں اگر دھیان کرے تو اس کے حتم کا ہر حصہ خون کا ہر قطرہ رگ رگ۔ پیچھے پیچھے۔ جوڑ جوڑ اور بال بال اپنے خالق کی یکتائی کا پتہ دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا **وَفِي أَنْفُسِكُمْ**۔ یعنی تمہارے اپنے نفسوں میں توحید صانع کے دلائل و براہین موجود ہیں تم کیوں غور نہیں کرتے؟ تفسیر برہان میں ہے جب ابن ابی العوجاء کے سامنے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے توحید پروردگار پر استدلال قائم فرمایا تو اُس نے اعتراض کیا کہ اگر اللہ موجود ہے تو وہ رسول کیوں بھیجتا ہے۔ خود سامنے آ کر مخلوق کو اپنی عبادت کی دعوت کیوں نہیں دیتا۔ وہ خود پوشیدہ کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تیرے لئے مقام افسوس ہے کہ سمجھتے نہیں ہو جس کے آثار قدرت تیرے اپنے اندر موجود ہیں۔ وہ تجھ سے مخفی اور پوشیدہ کیونکر ہے؟ تیرا نہ ہونے کے بعد ہو جانا۔ پیچنے کے بعد جوانی بڑھاپا۔ طاقت کے بعد کمزوری یا کمزوری کے بعد طاقت تندرستی کے بعد بیماری۔ یا بیماری کے بعد تندرستی۔ غصے کے بعد رضا مندی یا رضا مندی کے بعد غصہ۔ خوشی کے بعد غمی یا غمی کے بعد خوشی۔ نجات کے بعد نفرت یا نفرت کے بعد محبت۔ سستی کے بعد عمل یا عمل کے بعد سستی۔ کراہت کے بعد چاہت یا چاہت کے بعد کراہت۔ ڈر کے بعد رغبت یا رغبت کے بعد ڈر۔ نا اُمیدی کے بعد اُمید۔ یا اُمید کے بعد نا اُمیدی۔ اسی طرح بھول کے بعد یاد یا یاد کے بعد بھول وغیرہ۔ یہ سب اس کے وجود کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ کتاب ہے کہ آپ اسی طرح مسلسل میرے اندر پیدا ہونے والی انفسی کیفیات کو ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ اللہ میرے سامنے موجود ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقٌ مِّن رَّبِّكَ يُمْرُ الْبَارِشِ ہے جو زمینی آبادی کا باعث بنتی ہے یا یہ کہ آسمان میں لوح محفوظ ہے جس میں تمہارے رزق معین کر دے گئے ہیں اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یعنی ثواب و عقاب اور جنت و نار یہ بھی آسمان میں ہے۔
إِنَّهُ لَحَقُّكُمۡ، یعنی جو کچھ قرآن مجید میں موجود ہے یا جو کچھ میرا حبیب میری طرف سے تم کو بیان کرتا ہے وہ سب حق ہے۔ اور اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں جس طرح تم کو اپنے بولنے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔

مثلاً ما۔ اگر مثل پر فہم پڑھا جائے تو حق کی صفت واقع ہوگا کیونکہ مثل اور غیر اس قدر سمجھیں کہ مضاف ہونے کے بعد بھی ان کی تنکیر باقی رہتی ہے۔ اس لئے یہ نکتہ کہ صفت واقع ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اس پر فہم پڑھا جائے تو یہ معلوم فرور اور لفظاً مبنی علی الفہم ہوگا۔ کیونکہ بعض نحو لوں نے کہا ہے کہ جس طرح باقی اسماء مضاف ہر مضاف الیہ سے تعریف یا تخصیص حاصل کرتے

رَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ﴿٢٣﴾ ع ۱۸

زمین کے رب کی قسم بے شک یہ حق ہے جس طرح کہ تم بولتے ہو

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٤﴾ اِذْ دَخَلُوا

کیا تمہارے پاس حضرت ابراہیم کے مکرم سہاؤں کی خبر پہنچی ہے جب وہ آپ کے

عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ

پاس آئے تو سلام کہا آپ نے جواب سلام کہا رادرول میں کہا، کہ یہ ادھر سے لوگ ہیں پس چپکے سے گھر گئے تو

نَجَاءً يَجْعَلُ سَمِينَ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٢٧﴾ فَأَوْجَسَ

کائے کے موٹے تازے بچھڑے (کا بھڑا ہوا گوشت) لائے اور ان کے آگے رکھ دیا پھر کہنے لگے کیا کھاتے نہیں ہو؟ پس اُن سے

مِنْهُمْ خِيفَةٌ قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشِّرُوهُ بَغْلَمٍ عَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ فَأَقْبَلَتْ

ڈر محسوس کرنے لگے تو انہوں نے کہا ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک دانا بیٹے کی خوشخبری بھی سنائی (یہ سنتے ہی) ان کی بڑی جینتی

امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿٢٩﴾

ہوئی آئی پس اس نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہنے لگی میں تو ایک بڑھیا بانجھ عورت ہوں

قَالُوا كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٣٠﴾

انہوں نے کہا اسی طرح تیرے رب نے فرمایا ہے بے شک وہ دانا بینا ہے

ہیں۔ اسی طرح اسماء و سہمہ مصافات الیہ سے بنا یعنی بنی ہونا حاصل کرتے ہیں جس طرح یَوْمَئِذٍ خَبَرْتُمْ عَذْرَاءَ

مِثْلَ مَا۔ اور بعض غویلوں نے آیت مجیدہ میں مِثْلًا کو ایک کلمہ قرار دیا ہے اور ما کو زائدہ بھی قرار دیا گیا ہے اور اَنَّكُمْ

تَنْطِقُونَ۔ مغرور کی تاویل میں ہے یعنی مِثْلَ نَطَقِكُمْ

هَلْ أَتَاكَ ۚ۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو معذب کرنے کے لئے فرشتے آئے تو پہلے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشکل انسانی پہنچے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو نہ پہچانا اور ان کو اطلاع

دیئے بغیر گھر میں ان کے کھانے کا بندوبست کرنے کا حکم دیدیا۔ زور و غلامی سے کسی کو اطلاع دیئے بغیر کھک جانا

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو بتائے بغیر اس لئے کھانے کا انتظام فرمایا کہ اگر ان کو بتایا جائے تو مبادا ازراہ

تکلف کہہ دیں کہ حضور تکلیف نہ فرمادیں۔

رکوع ۱۹

بِعَجَلِ سَبِّیْنِ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کی گائے اور بیلوں میں منحصر تھی۔ پس جب وہ گائے کا سرٹا
 تازہ بچھڑا ذبح کر کے بچوں کے لائے تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے خطرہ محسوس
 ہوا کہ یہ کہیں ڈاکو لٹیہ سے نہ ہوں تب انہوں نے کہا کہ ہم خدا کے فرستادہ فرشتے ہیں لہذا غذا کھانے کی ضرورت نہیں رکھتے اور ساتھ ساتھ
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ولادتِ فرزند کی بشارت بھی انہوں نے دی جس پر ان کی عمر سیڑھوی جناب سارہ نے منہ پیٹ لیا
 کہ میں بڑھیا اور بانجھ عورت ہوں جو اولاد جنمنے کے قابل ہی نہیں کیسے بچہ جنوں کی رشتہوں نے جواب دیا اللہ حکیم و علیم ہے
 اور اُس نے یہی حکم دے کر ہمیں بھیجا ہے۔ یہ واقعہ جلد ۷، صفحہ ۲۳ پر بیان کیا جا چکا ہے۔

۲۷
 پارہ

الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٨﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ

عذاب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰ کے قصہ میں دیکھی نشانی ہے ہماری قدرت کی احباب ہم نے اس کو واضح معجزہ دیکھ فرعون

مُبِينٍ ﴿٣٩﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنَيْهِ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٤٠﴾ فَأَخَذْنَاهُ

کی طرف بھیجا تو وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اڑ گیا اور کہنے لگا یہ جادوگر یا دیوانہ ہے پس ہم نے اس کو

وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُمْ مُّوَلِّوْنَ ﴿٤١﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا

اور اس کے لشکر کو اپنی گرفت میں سے لیا پس ان کو سمندر میں ڈال دیا کہ وہ قابل ملامت حال میں تھا اور قوم عاد کی ہلاکت بھی نشانی ہے جب

عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمَ ﴿٤٢﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَنتَ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلْتَهُ

ہم نے اُن پر غیر فائدہ مند تیز و تند ہوا بھیجی جو کسی چیز کو نہ چھوڑتی تھی جہاں سے گذرتی تھی مگر یہ کہ اُسے ریزہ ریزہ کر

كَالرَّمِيمِ ﴿٤٣﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَسْعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٤﴾

ڈالتی تھی اور قوم ثمود (کا عذاب بھی نشانی ہے) جب اُن سے کہا گیا کہ فائدہ اٹھا کر ایک وقت تک انہوں نے اپنے

فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٤٥﴾

رب کے فرمان سے سرکشی اختیار کی تو دیکھتے ہی دیکھتے ان کو بجلی نے پکڑ لیا

فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ ﴿٤٦﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ

پس نہ وہ اٹھ سکتے تھے اور نہ کسی کو مدد کے لئے بلا سکتے تھے اور قوم نوح (کا عذاب بھی قدرت خداوندی کی نشانی ہے)

یقیناً ان پر آ کے رہے گا۔ چنانچہ اُن پر عذاب آیا اور وہ نیست و نابود ہو گئے۔ مفصل واقعہ اس سے پہلے جلد ۲۳ ص ۲۳ تا ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیے۔ اور اسی جلد میں سورہ القمر کی تفسیر میں بھی مذکور ہو گا۔

وَفِي مُوسَىٰ :- مفصل واقعہ تفسیر کی دوسری جلد پہلا ایڈیشن ص ۱۲ پر اور جلد ۱۸ ص ۱۸ پر ملاحظہ ہو۔

وَفِي عَادٍ :- اس کا واقعہ تفسیر کی جلد ۲۵ ص ۲۵ پر۔ اور اسی جلد سورہ القمر کی تفسیر میں بھی آئے گا۔

وَفِي ثَمُودَ :- مفصل واقعہ تفسیر کی جلد ۲۲ ص ۲۲ پر اور جلد ۶ ص ۶ پر۔ اور اسی جلد میں سورہ القمر کی تفسیر میں بھی آئے گا۔

وَقَوْمَ نُوحٍ :- مفصل واقعہ تفسیر کی جلد ۲۰ ص ۲۰ تا ۲۲ ص ۲۲ پر۔ اور اسی جلد میں سورہ القمر کی تفسیر میں بھی بیان ہو گا۔

رَكُوعٌ ۚ خَلَقْنَا دُجَجِينَ :- خداوند کریم نے جس طرح ذی روح مخلوق کو جوڑا جوڑا خلق فرمایا ہے۔ اسی طرح

مِنْ قَبْلِ اِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۴۷﴾ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا يَدٍ وَّ

جو ان سے پہلے گذری کیونکہ وہ بھی فاسق لوگ تھے اور آسمان کو ہم نے اپنی قدرت سے بنایا اور

اِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿۴۸﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ﴿۴۹﴾

ہم وسیع قدرندہ رکھنے والے ہیں اور زمین کو ہم نے بچھایا پس بہتر بچھانے والے ہیں

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۵۰﴾ فَفِرُّوْا

اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو پس اللہ کی طرف

اِلَى اللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ

(عذاب سے) دوڑ کے جاؤ تحقیق میں تمہارے لئے اس کی جانب سے صاف ڈرائیوالا ہوں اور نہ تمہارا اللہ کے ساتھ اور

اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّیْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۲﴾ كَذٰلِكَ مَا اَتٰی

معبود تحقیق میں تمہارے لئے اس کی جانب سے صاف ڈرائیوالا ہوں اسی طرح نہیں آیا ان کی طرف جو

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مُجْنُوْنٌ ﴿۵۳﴾

ان سے پہلے تھے کوئی رسول مگر یہ کہ انہوں نے کہا جادوگر یا دیوانہ ہے

اَتَوَاصُوْا بِهٖۤ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَآغُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاَقُولُ عَنْهُمْ مَّا اَنْتَ

کیا انہوں نے اس بات کا کٹھ جوڑ کیا ہوا ہے ؟ بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں پس ان سے روگردانی کرو پس تم ملزم

بِمَلُوْمٍ ﴿۵۵﴾ وَذِكْرُ فَاِنَّ الَّذِیْ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا

(دعا) نہ ہوگے اور نصیحت کرو کیونکہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے اور میں نے

غیر ذی روح نباتات و جمادات کو بھی جوڑا جوڑا خلق فرمایا ہے بلکہ حالات و کیفیات بھی جوڑا جوڑا ہیں۔ مثلاً وہ سکہ

سردی گرمی۔ رات دن اور آخرت میں جنت و دوزخ اور دنیا میں ایمان و کفر وغیرہ۔ اور یہ چیزیں غور و فکر کے بعد

ہر ذی شعور کو جو خالق اور اس کی مکتبائی کا پتہ دیتی ہیں۔

اَتَوَاصُوْا بِهٖ۔ یعنی ان لوگوں نے ایک دوسرے کو وحییت کر رکھی ہے کہ نبیوں کی اطاعت نہ کرنا یعنی کیا گزشتہ کفار

آنے والی نسلوں کو یہ وصیتیں کرتے چلے گئے ہیں ؟ اللہ فرماتا ہے کہ ایسا نہیں بلکہ ان کی سرکشی نے ان کو انبیاء کی دعوت

خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادُونَ ﴿۵۷﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا

جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں میں نہ ان سے کوئی نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں اور نہ یہ

أُرِيدُ أَنْ يُلْطِعُمُونَ ﴿۵۸﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿۵۹﴾

چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا دیں کیونکہ تحقیق اللہ ہی ہر ایک کو رزق دینے والا صاحب قوت طاقت ور ہے

فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحِبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۶۰﴾

پس تحقیق ظالم کرنے والوں کے لئے اتنا ہی عذاب ہے جتنا ان جیسے گزشتہ لوگوں کا ہے پس وہ جلدی کی خواہش نہ کریں

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ﴿۶۱﴾

پس ویل ان کے لئے جنہوں نے کفر کیا اُس دن سے جس کا وعدہ کئے گئے ہیں

کو رو کرنے پر آمادہ کیا ہے۔

فَمَا أَنْتَ بِمَكْرُومٍ - یعنی جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کوئی فائدہ نہ نکلتا ہو وہاں امر و نہی کا ترک کرنا فلاح

لامت نہیں ہے۔

ذُنُوبًا - ذنوب کا معنی بڑا ہوا گناہ ہے اس جگہ مراد یہ ہے کہ جس طرح گزشتہ قومیں اپنے زمانہ کے نبیوں کی تکذیب کرتے

مستحق عذاب ہوتی رہی ہیں یہ ہیں اسے ہی مستحق عذاب ہوں گے۔ یعنی جو ڈول ان کے تھے۔ ان کے لئے بھی ان جیسے ہونگے

لہذا ان کو جلدی کی مسامحہ نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ وقت آنے پر یہ زرخیز گرفتار عذاب کر لئے جائیں گے۔

سُورَةُ الطُّورِ

یہ سورہ بکیتہ ہے۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت پچاس ہے۔

حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ الطور کی تلاوت کرتا ہے۔ اللہ پر ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنے عذاب سے امن میں رکھے اور اس کو جنت کی نعمات سے بہرہ اندوز فرمائے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ الطور کی تلاوت کرے اللہ اس کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی جمع کر دے گا۔

اور خواص القرآن سے منقول ہے حضور نے فرمایا جو قیدی اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے اُس کی رہائی آسان ہو جائے گی۔ اگرچہ وہ سچ مچ ہی مجرم ہو۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو مسافر اس سورہ مجیدہ کی تلاوت کرے وہ اپنے سفر میں نالیندیدہ اُمور سے محفوظ رہے گا۔

اور بچہ کے کانٹے ہوئے آدمی پر اگر چھس جائے تو وہ صحت یاب ہوگا (ان شاء اللہ)
اور بعض روایتوں میں کہ یہ سورہ مجیدہ پانی پر پڑھ کر بچہ کے کانٹے ہوئے پر چھڑکا جائے تو تندرست ہو جائے

گاہ - (برہان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ① وَالطُّورِ ② وَكِتَابٍ مُسْطُورٍ ③

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں) ۱ طور کی قسم اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم

فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ④ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ⑤ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ⑥

جو کھلے ہوئے ورقوں میں ہے اور بیت المعمور کی قسم اور بلند چھت کی قسم

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ⑦ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ⑧ مَّالَهُ مِنْ دَافِعٍ ⑨

اور پھیلنے والے سمندر کی قسم بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہوگا جس کو کوئی دفع کرنے

دَافِعٌ ⑨ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ⑩ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ⑪

والا نہیں جس دن آسمان چکڑ لگائے گا اور پہاڑ چل پڑیں گے

وَالطُّورِ ۱۲ ہر پہاڑ کو طور کہا جاتا ہے لیکن جب اس پر الف و لام داخل ہو جائے تو خاص پہاڑ مراد لیا جاتا ہے اور اس جگہ کہ سینما مراد ہے جو ارض مقدسہ میں واقع ہے۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے

رُكُوعٌ ۳

اللہ کا کلام ہوا تھا۔

وَكِتَابٍ مُسْطُورٍ ۱۳ اس کی مراد میں مفسرین کا اختلاف ہے ۱۴ اس سے مراد وہ کتاب ہے جس کو فرشتے دیکھ کر گزشتہ و آئندہ حالات کو معلوم کرتے ہیں ۱۵ اس سے مراد قرآن مجید ہے اور رقی منشور سے مراد لوح محفوظ ہے ۱۶ اس سے مراد صحیفہ اعمال ہے ۱۷ اس سے مراد تورات ہے ۱۸ اس سے مراد قرآن مجید ہے جسے لوگ کاغذات میں لکھ کر اپنے ہاں تلاوت کے لئے محفوظ کر لیتے ہیں۔ اور تفسیر بیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے کتاب میں لکھا جا چکا ہے کہ اے آل محمد کے شیعو! آغا سے پہلے میں تمہاری حاجات پوری کر دوں گا۔ سوال سے پہلے تمہیں دے دوں گا اور اگر تم استغفار کرو گے تو تمہارے گناہ معاف کر دوں گا۔

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۱۹ چوتھے آسمان پر کعبہ کی سجدہ میں ہے جس میں فرشتے ہر وقت عبادت کرتے ہیں۔ اور منقول ہے کہ ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ اور جناب نبی کریم سے مروی ہے کہ آسمان چہارم پر ایک حشمہ ہے۔ جس میں آب حیات ہے۔ اور جبریل صبح سویرے ہر روز اُس میں غسل کرتا ہے جب اُس سے باہر نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتا ہے تو اس سے ستر ہزار قطرہ گرتا ہے۔ اور ہر قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ سب بیت المعمور میں داخل ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ اور بعض روایات میں پہلے اور چھٹے آسمان پر البیت المعمور کا ہر نام بھی منقول ہے اور یہ کہ اُس کا دوسرا نام صراح بھی ہے اَلْمَسْجُودِ ۲۰ یہ سجدہ سے ہے جس کا معنی ہے پڑھنا اور سقف مرفوع سے مراد آسمان ہے۔

فَوَيْلٌ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ﴿١٣﴾

پس ویل ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے جبرِ فضول باتوں میں دل بہلاتے ہیں

يَوْمَ يَدْعُونَ إِلَى تَارِجِهِمْ دَعَا ۖ ﴿١٣﴾ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا

جس دن آن کو آگ کی طرف دھکیل دیا جائے گا یہ وہی آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے ہو

تُكَذِّبُونَ ۝ ١٥ اَفَسِحْرُ هَذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝ ١٦ اِصْلَوْهَا

کرتے تھے کہنا یہ جادو سے یا تم دیکھتے نہیں سو؟ اس کو تاپ

فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا إِنَّمَا تُحْزَنُونَ مَا كُنْتُمْ

یہیں صبر کرو ! نہ صبر کرو تمہارے لئے برابر ہے بجز اس کے نہیں کہ تمہیں اپنے کئے کی جزا

تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٥﴾ فَكِهِينَ بِمَا

دیجئے گی بے شک متقی لوگ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے خوش ہوں گے اُس پر

أَتَهُمْ رَبُّهُمْ وَرَقَهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ①۹ كُلُوا

جو اُن کو ان کے رب نے عطا کیا اور سچا مانا ان کو رب نے دوزخ کے عذاب سے (کہا جائے گا) کھاؤ

وَأَشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ مُتَكِدِينَ عَلَى سُرُرٍ

اور یہ خوشگوار لوح اس کے حوتم عمل کرتے تھے

لَوْ تَقَوُّدًا: یہ کار میوز موزا سے ہے جس کا معنی ہے آگے پیچھے ہونا مضطرب اور متحرک ہونا یا جکڑ لگانا۔

خَوَص :- یعنی کفار مکہ کا دستور تھا کہ ہر وقت حضورؐ کا شکوہ کرتے اور اسلام پر نکتہ چینیاں کر کے اپنا دل بہلاتے تھے۔

اور یہ اُن کا کھیل اور شغل تھا۔

مَدْعُون : مضاعف کے باب فَعْرَضُ سے ہے۔ دَعَا دَعَا دَعَا اور اس کا معنی ہے نور سے چھینکنا

یعنی جنم لے کر کدھر ان کے ہاتھوں کو گرو نوں سے مانعہ دیا جائے گا۔ اور ان کے قدم ان کی میثانی کی طرف جوڑ کر جنم میں

تَوَخَّذُوا بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ - یعنی قدموں

اور پیشانی پر سے کٹ کر گدا مارا۔

۱۰۰۰ سے زائد کے لئے آراہ اور شان سے مٹھنا اور ستر جمع سے ستر کی جس کا معنی تخت

مَصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۲۱ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ

جو صف بستہ ہوں گے اور ہم ان کی کٹھن چٹم حوروں سے شادی کریں گے اور جو مومن ہوں اور ان کے پیچھے چلی ہوں ان کی

ذُرِّيَّتَهُمْ بِإِيمَانٍ الْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلْتَنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ

اولاد ایمان کے ساتھ ہم ملا دیں گے ان سے ان کی اولاد کو اور نہ کی کریں گے ان کے اعمال کی جزا سے

مِّنْ شَيْءٍ كُلِّ امْرِيٍّ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۲۲ وَأَمَدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ

کچھ بھی ہر شخص اپنی کمائی سے وابستہ ہوگا اور ان کو بار بار دیتے رہیں گے میوے

وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَمُونَ ۲۳ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا

اور گوشت جو وہ چاہیں گے ایک دوسرے کو دیں گے ایسے (شراب کے) پیالے جن میں نہ بیہودگی ہوگی

وَلَا تَأْنِيهِمْ ۲۴ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ

اور نہ گناہ اور ان پر چکر لگائیں گے ایسے لڑکے ان کی خدمت کے لئے جو محفوظ مورتوں کی طرح

ہوتا ہے۔ تختوں کے اوپر قالین اور نرم نرم غالیچے رکھے ہوں گے جن پر وہ مزے سے بیٹھے ہوں گے۔ اور تقدیر عبارت اس طرح

ہے۔ مُتَكَلِّمِينَ عَلَىٰ نَمَارِقٍ مَّوْضُوعَةٍ عَلَىٰ سُرُرٍ۔ یعنی وہ ایسے غالیچوں پر آرام سے تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے جو عالیشان

تختوں کے اوپر بچے ہوں گے۔ اور وہ تخت صاف صاف ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں گے۔ اور کٹھن چٹم حوروں سے ان

کی شادی ہوگی۔ خود جمع خوراک کی ہے۔ یعنی نہایت خوبصورت اور عین جمع ہے اچین کی۔ جس کا معنی ہے کٹھن چٹم تفسیر مجمع البیان

میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اہل کتاب میں سے ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی کہ

کیا اہل جنت کھائیں گے اور پیئیں گے تو آپ نے فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ایک جنتی

کھانے پینے اور جماع کرنے میں ایک سو مرتبہ کی طاقت رکھتا ہوگا۔ اُس نے عرض کی کہ پھر حاجات ضروریہ کے لئے کیا ہوگا؟ تو

آپ نے فرمایا اُس کے جسم سے سپینہ جاری ہوگا جس کی خوشبو عطر و کستوری کی طرح ہوگی جس کی وجہ سے ان کی غذا سب کی

سب معقم ہو جائے گی اور سپٹ ہلکے ہر جائیں گے۔

وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ ۲۵۔ یعنی ایمان والے جنت میں جائیں گے اور ان کی وہ اولاد جو ایمان میں اُن کے پیچھے چلنے والی تھی۔ ان کے ساتھ

ملا دی جائے گی۔ اور اس میں مومنوں کی چھوٹی بڑی سب اولاد شامل ہے کیونکہ جو بڑے ہوں گے وہ تو اپنے ایمان سے ان

کے تابع ہوں گے اور جو چھوٹے ہوں گے وہ مومن کی اولاد ہونے کی حیثیت سے ان کے پیچھے ہوں گے کیونکہ سچے ایمان و کفر

میں والدین کے تابع ہوا کرتا ہے۔ اور اولاد اس لئے ان کے ساتھ ملائی جائے گی تاکہ ان کے سرور اور خوشی میں اضافہ کی باعث

مَكْنُونٌ ۲۵) وَاقْبَلْ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۲۶) قَالُوا إِنَّا

ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے اور جواب دیں گے کہیں گے تحقیق ہم

كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۲۷) فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقْنَا عَذَابَ

پہلے دنیا میں، اپنے گھروں میں تھے (عذاب سے) پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں اس نے دوزخ کے

السَّمُومِ ۲۸) إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۲۹)

عذاب سے بچا لیا تحقیق ہم پہلے (دنیا میں) اس کو پکارتے تھے بے شک وہ محسن و مہربان ہے

ہو۔ اگرچہ اولاد کے اعمال کو ذرا بھی ہوں گے تاہم اپنے نیک والدین کے صدقے سے وہ بھی ان کے ساتھ چلے جائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ مومنوں کے چھوٹے بچے جناب فاطمہ کے زیر تربیت ہوتے ہیں جو بروز محشر مومنوں کو بطور ہدیہ پیش کئے جائیں گے۔ (ربطان ۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ آیت مجیدہ حضرت محمد و آل محمد کے حق میں اتاری ہے۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو جانب عرش سے ایک منادی ندا کرے گا۔ یَا مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ غُضُّوا الْبُصَادَ كَمَا حَتَّى تَسْمُرَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ۔ یعنی اسے لوگو آنکھیں بند کر لو۔ تاکہ جناب فاطمہ بنت محمد گزر جائیں پس سب سے پہلے لباسِ جنت میں طوبس ہوں گی۔ اور بارہ ہزار خورانِ جنت ان کا استقبال کریں گی۔ جن کے پیچھے پچاس ہزار ملائکہ ہوں گے جو یا قتی رنگ کی سواریوں پر سوار ہوں گے جن کی مہاروں میں موتی جڑے ہوں گے۔ ان کے کجاوے زبرجد کے ہوں گے جن پر سندس کی تہیں لگی ہوں گی۔ پس بی بی صراط سے گزر کر فردوس میں قدم رکھیں گی۔ اور نور کے تخت پر جاوے گی۔ اور ان کے آس پاس خورانِ جنت ہوں گی۔ زیر عرش دو محل ہوں گے۔ ایک سفید جس میں ستر ہزار عالی شان بیٹے ہوں گے جن میں محمد و آل محمد کی رہائش ہوگی۔ اور دوسرا زرد جس میں ستر ہزار بیٹے ابراہیم و آل ابراہیم کے لئے مخصوص ہوں گے۔ پس ایک فرشتہ جانب پروردگار سے بی بی کی طرف پیغامِ سلام پہنچائے گا۔ اور عرض کرے گا کہ خدا فرماتا ہے جو کچھ طلب کرو میں دینے کو تیار ہوں۔ پس بی بی کے گئی کہ میں اپنی اولاد اور حیداروں کے لئے شفاعت کرتی ہوں تو وہ فرشتہ جانب پروردگار سے پھر پیغامِ سلام پہنچائے گا کہ آپ کی شفاعت مقبول ہے۔ پس بی بی حمد پروردگار بجالائے گی۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یہ حدیث پڑھ کر بعد میں اسی آیت مجیدہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

تفسیر ربطان میں امالی شیخ سے منقول ہے۔ محمد بن مسلم کہتا ہے میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام دونوں سے سنا ہے کہ خداوند کریم نے امام حسین علیہ السلام کو شہادت کے صلے میں چار نعمات عطا فرمائے ہیں ۱) ان کی اولاد میں امامت (۲) ان کی تربیت میں شفا (۳) ان کی قبر کے پاس دعا کا مستجاب ہونا (۴) جو شخص ان کی زیارت

فَذِي رُفْمًا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿۳۰﴾ اہ

پس نصیحت کر دیکر بخیر آپ رب کی نعمت و مہربانی سے نہ کاهن ہیں نہ دیوانے

يَقُولُونَ شَاعِرٌ تَتَّبِعُ بِهِ رَيْبَ الْمُنَرِّينَ ﴿۳۱﴾ قُلْ تَرَبَّسُوا

کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم انتظار کر رہے ہیں کہ مرت یا زائد کے حادثہ اسکو اپنی لپیٹ میں لے لیں کہہ دیجئے تم انتظار کرو

۷۰ کے لئے جائیں تو اُس کی آمد و رفت کا زمانہ اس کی عمر میں شمار نہیں ہوتا۔ راوی کہتا ہے میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور والا یہ چیزیں تو حسین علیہ السلام کے صدقہ میں دوسروں کو ملیں گی۔ اُن کو کیا ملا؟ تو آپ نے فرمایا۔ خدا نے ان کو اپنے جہاندار کے ساتھ ملا دیا۔ پس وہ رسول اللہ کے پاس اُن کے درجہ میں ہوں گے۔ اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔
وَالْحَقُّنَابِهَصْرٍ فَرِّقْتَهُمُ - الْاٰیۃ۔

۹۴ ایک روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومنوں کے بچے حضرت ابراہیم اور جناب بارہ علیہما السلام کے زیر تربیت ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کو جنت کے ایک درخت سے غذا پہنچاتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کو بہترین لباس اور عمدہ خوشبو سے آراستہ کر کے ان کے والدین کو بطور دیدار پیش کریں گے۔ پس وہ جنت میں اپنے ماں باپ کے ہمراہ شان و شوکت سے رہیں گے پھر آپ نے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔

۹۴ دَمَا اَلشَّاءِ - یعنی مومنوں کو ان کے اعمال خیر کی جزا دہی دے دینے کے بعد انعام و اکرام کے طور پر ان کی خوشی و سرور میں مزید اضافہ کرنے کے لئے ان کے بچے ساتھ دئے جائیں گے۔ اور ان کے اعمال کی جزا کو اس نعمت میں شمار نہ کیا جائے گا۔ پس ان کی جزا دہی ہوگی جس میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

لَا نَعُوْ فِيْهَا - یعنی جنت کا شراب پاکیزہ ہوگا۔ اس میں دنیاوی شراب کی طرح بیہودگی و بدعادات و گناہ کے خواص نہ ہوں گے نہ باہمی گالی گلوچ ہوگی اور نہ اُس سے عقل زائل ہوگی۔

وَعِلْمَانٌ - جنیتوں کی خدمت کے لئے خوبصورت لڑکے بھرے ہوئے محفوظ موتیوں کی طرح معلوم ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ راوی نے پوچھا حضور! جب غلام موتیوں کی طرح ہوں گے تو ان کے سردار کیسے ہوں گے؟ پس آپ نے فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ خادم پر مخدوم کی برتری اس طرح ہوگی جس طرح چودھویں کے جاندار کے ستاروں پر برتری حاصل ہوتی ہے۔

۹۴ اَقْبَلْ بَعْضُهُمْ - یعنی جنتی لوگ جنت میں جب اکٹھے بیٹھیں گے تو ایک دوسرے کے ساتھ اپنی گزشتہ دنیاوی زندگی کی باتیں کریں گی اور ایک دوسرے سے احوال پرسی کریں گے کہ ہمیں دنیا میں یہ تکلیف تھی وہ تھی وغیرہ۔

عَذَابُ السَّمُومِ - سوزم جنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ پس مومن ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ تم کس طریقہ سے

فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿٣٢﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَاءُ مُهْمٍ بِهَذَا أَمْ

ہیں میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر نیواں میں ہوں کیا ان کو ان کی عقلیں اس کا حکم دیتی ہیں ؟ بلکہ وہ سرکش

هُمْ طَاغُونَ ﴿٣٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٤﴾ فَلْيَاثُوا

رگ ہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے پھر لائیں اس

بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ

جیسا کلام اگر سچے ہیں اگر یہ گھڑ سکتا ہے تو وہ بھی گھڑ لیں کیا وہ پیدا کئے گئے بغیر کسی غرض کے (عجب ! یا کیا

هُمْ الْخَالِقُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٣٧﴾

وہ خود اپنے خالق ہیں ؟ یا کیا انہوں نے آسمان و زمین پیدا کئے ؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے

جنت میں آگئے تو وہ کہیں گے ہم دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے کیونکہ اشفاق کا معنی ہے رقت قلب اور اس کے مقابلہ میں ہے غفلت یعنی سخت دلی۔ اور سموم اس گرمی کو بھی کہا جاتا ہے۔ جو سمات کے ذریعے سے انسان کو پہنچتی ہے اور اسے تکلیف دیتی ہے۔

فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتٍ رَبِّكَ ۖ - یعنی اللہ کے فضل و کرم سے آپ دیوانہ یا کاہن نہیں جس طرح کہ مشرکین کہہ سکتے ہیں بلکہ آپ برحق نبی ہیں۔ لہذا آپ اپنا فرض تبلیغ ادا کریں۔ کاہن وہ لوگ تھے جن کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ ان کو جن غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔ مشرکین کہہ گئے کہ اپنے مقام پر یقین رکھتے تھے کہ محمد مصطفیٰ کا بیان و فرمان حق ہے۔ اور ان کی نصیحت واجب الاتباع ہے لیکن آزارہ حسد و عناد آپ کو دیوانہ کاہن کہہ کر ایک طرف اپنے آپ کو دھوکے میں ڈال کر وہ خود فریبی میں مبتلا تھے اور دوسری طرف لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈال کر ان کو راہ حق سے برگشتہ کرتے ہوئے آتش حسد و عناد کو ٹھنڈا کرتے تھے۔

شَاعِرٌ تَوَلَّىٰ ۖ - کسی وقت حضور کو شاعر کہہ کر دل بہلا لیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دوسرے شعراء کی طرح یہ بھی ایک دن حوادثِ زمانہ یا موت کا شکار ہو جائے گا۔ اس لئے وہ درپے ایذا رہتے تھے اور آپ کو قتل کرنے کی سازشیں سرچتے تھے تاکہ ان کی تسلیم سے گلو خلاصی ہو جائے۔

قُلْ تَرَبَّصُوا ۖ - اللہ فرماتا ہے بے شک بلا جھجک ان سے فرمادیں گے کہ تم میری ہلاکت و موت کا انتظار کرتے رہو اسی طرح میں بھی تمہاری موت کا منتظر ہوں۔ اور اللہ ہمارے درمیان خود ہی فیصلہ کرے گا۔ اور نتیجہ کے طور پر بالآخر حق کا بول بالا ہو گا اور باطل کا منہ کالا۔

أَمْعِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ ﴿۳۸﴾ أَمْ لَهُمْ

کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں یا کیا وہ لوگوں پر حکمران ہیں ؟ یا کیا ان کے

سَلَامٌ لِّسَمْعُونَ فِيهِ فَلْيَاتِ مَسْتَمِعُهُمْ بِلُطْفٍ مِّمَّنْ ﴿۳۹﴾

پاس کوئی بیڑھی ہے کہ اس پر چڑھ کر (وحی کو) سنتے ہیں (پس اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں) تو ان میں سے جو سننے والا ہے وہ واضح دلیل لائے

أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمْ الْبَنُونَ ﴿۴۰﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ

یا کیا اُن کے لئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں ؟ یا کیا آپ اُن سے مزدوری مانگتے ہیں کہ وہ

مَغْرَمٌ مُثْقَلُونَ ﴿۴۱﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ﴿۴۲﴾

تو ان ادا کرنے سے گہرا بوجھ ہے یا کیا ان کے پاس غیب ہے پس وہ لکھ لیتے ہیں

أَمْ يَقُولُونَ :- یعنی کفار کہ اسلام کو قبول نہ کرنے کا جو بھی بہانہ پیش کریں وہ سب باطل اور غلط اور بے بنیاد ہے ۔ پس ان کے پاس جس قدر بہانے ہو سکتے تھے ۔ ان آیات میں اُن کو شمار کیا گیا اور سب کا جواب دے دیا گیا کہ اگر وہ کہیں کہ اس نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے تو فرماتا ہے اگر یہ گھڑ سکتا ہے تو تم بھی فصحاء و بلغاء اور اپنی زبان کے ماہر لوگ ہو اس جیسا کلام گھڑ لاؤ۔ اور اگر تم اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہو تو یقین جان لو کہ یہ اس کا گھڑا ہوا نہیں بلکہ خالق کائنات کا کلام ہے ۔ جس میں کوئی شک نہیں اور کوئی آدمی اس جیسا کلام لا سکتا ہی نہیں ۔

أَمْ خَلَقُوا :- اگر وہ یہ عذر کریں کہ ہم بلا مقصد پیدا ہو گئے یا ہم نے اپنے آپ کو خود پیدا کر لیا یا آسمانوں اور زمینوں کو بھی ہم نے پیدا کیا ؟ تو اس کی وہ خود تردید کریں گے کہ ایسا نہیں بلکہ سب کا خالق واحد اللہ ہے ۔ پس وہ ازراہ حسد و عناد و ہٹ دھرمی یقین و ایمان کی دولت سے محروم ہیں ۔

أَمْ عِنْدَهُمْ :- اگر یہ کہیں کہ ہم اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں یا حکمران ہیں جو چاہیں کرتے پھریں کوئی ہم سے پرچھنے والا نہیں ہوگا ۔ حالانکہ ایسا بھی نہیں ہے ۔

أَمْ لَهُمْ :- اگر وہ کہیں کہ ہم آسمان سے خود وحی سنتے ہیں اور جس مسلک کو ہم نے اختیار کیا ہے یہی سچا دین ہے تو ان سے کہیں کہ جس نے بیڑھی لگا کر اوپر جا کر وحی سنی ہے تو ذرا مجھے بھی سناؤ اور اپنی صداقت کی دلیل پیش کرو ۔ اس جگہ فیر میں نبی علی کے معنی میں ہے ۔

أَمْ لَهُ :- اُن کا یہ کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ۔ کس قدر یہودہ پن ہے ۔ کیا ان کو بیٹے پسند ہیں اور اللہ اپنے لئے بیٹیاں

پسند کی ہیں ؟

أَمْ يَرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿۴۳﴾ أَمْ لَهُمْ

یا کیا وہ فریب کرنا چاہتے ہیں؟ تو وہ لوگ جو کافر ہیں خود ہی فریب خوردہ ہوں گے یا کیا ان کا

إِلَهُ غَيْرَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۴۴﴾ وَإِنْ تَرَوْا كُفْرًا مِنْ

کوئی معبود ہے اللہ کے علاوہ اللہ پاک ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں اور اگر وہ دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان سے

السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۴۵﴾ فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا

گرتا ہوا تو کہہ دیں گے یہ تو بہت بادل ہے پس ان کو چھوڑیے یہاں تک کہ ملاقات کریں

يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿۴۶﴾ يَوْمَ لَا يَغْنَىٰ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا

اس دن کی جس میں ہلاک کئے جائیں گے جس دن نہ فائدہ دیگی ان کو ان کی چالاکي کچھ بھی

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۴۷﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی اور تحقیق جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لئے عذاب ہے اس عذاب کے علاوہ

وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۸﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

دنیا میں بھی ہے لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے اور صبر کیجئے رب کے حکم کے لئے کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۹﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۵۰﴾

اور تسبیح کیجئے حمد پروردگار کی جب اٹھتے ہو اور رات میں سے کسی حصہ میں اس کی تسبیح کیجئے اور ستاروں کے ڈوب جانے کے بعد

تَسْلِمًا ۚ - اگر وہ عذر کریں کہ ہم سے کوئی اجرت طلب کی جائے گی۔ یہ بات بھی غلط ہے لہذا دعوتِ اسلامیہ کے ٹھکرانے کا ان

کے پاس کوئی بھی معقول عذر نہیں ہے۔

فَتَسَبِّحُونَ - یعنی کیا ان کے پاس غیب کی خبر موجود ہے جس کو انہوں نے لکھ لیا ہے کہ آپ اُن سے پہلے مریں گے؟

أَمْ يَقُولُونَ - جب اُن کے تمام ہونہو لے عذر باطل کر دئے گئے اور ثابت کیا گیا کہ اسلام کو ٹھکرانے اور نبی و قرآن کے انکار کرنے

کا ان کے پاس کوئی معقول عذر نہیں تو باقی ایک بات بچ گئی اور وہ یہ کہ وہ ازراہِ مکرو فریب حضور کی تبلیغات کو قیل کہنا چاہتے ہیں اور

لوگوں کو اسلام کے قبول کرنے سے روکتے ہیں تو اس پر سرزنش کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ مکر کا جواب مکر سے ہوگا۔ اور اس طریقہ سے

وہ یقیناً مغلوب ہوں گے کیونکہ ان کی تجویز کے مقابلہ میں ہماری تجویز غالب ہوگی۔

أَمْ لَهُمْ آلَاءٌ - اگر ان کا یہ خیال ہو کہ خدا کی گرفت سے پھر کوئی طاقت یا ان کا مصنوعی خدا ان کو بچالے گا یہ ناممکن ہے۔

sup. =

۱۔ یعنی اگر ہم آسمان سے کوئی ٹکڑا بھیج کر ان کو عذاب دیں تو کہیں گے کہ یہ بادل تھا یعنی اس عذاب کو اتفاقی موت قرار دیں گے۔ لہذا ان کے عذاب کے لئے اُس دن کا انتظار کیجئے۔ جب صاعقہ (نفع صواعق) کے ذریعے ان پر موت آئے گی جب ان کا فریبہ حیلہ بے کار ہوگا اور ان کی مدد کوئی نہ کر سکے گا۔

دُونِ ذٰلِكَ :- یعنی قیامت کے عذاب سے پہلے بھی کفار کے لئے عذاب مقرر ہیں مثلاً جنگ بدر میں ان کا ذلت کی موت سے مرنا اور بعض کا گرفتار ہونا۔

اوقاتِ نماز جَعِنَ تَقُومَ - بعض مفتقرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد دوپہر کی نیند سے بیدار ہونے کا وقت ہے پس آیت میں نماز کے تین وقتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں پانچ نمازیں آجاتی ہیں۔ یعنی دوپہر کی (۱) نیند

قیلہ سے اٹھنے کے بعد تسبیح پروردگار سے مراد ظہر و عصر کی دو نمازیں ہیں۔ اور من الیل فجر رات کے وقت اس کی تسبیح بیان کر دے اس سے مراد مغرب و عشا کی نمازیں ہو سکتی ہیں اور اُو بار النجوم (ستاروں کے غیب ہونے کے بعد) اس سے مراد صبح کی نماز ہو سکتی ہے۔ جس طرح کہ بعض روایات میں صراحت سے مذکور ہے۔ اور جَعِنَ تَقُومَ کے متعلق اور اقوال بھی وارد ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس سے مراد ہے مطلق نیند سے بیدار ہونا۔ اور مقصد یہ ہے کہ جب بھی انسان نیند سے بیدار ہو تو سب سے پہلے تسبیح پروردگار اس کی زبان پر جاری ہونا چاہیے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نماز فرضیہ کے لئے جب بھی انسان اُٹھے۔ پس تسبیح پروردگار زبان سے جاری کرے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جب کسی مجلس سے انسان اٹھے خواہ کسی کام کے لئے اٹھے یا کام سے فارغ ہو کر اُٹھے تو زبان پر تسبیح جاری کرے اور روایت میں وارد ہے کہ جب کسی مجلس کے برخاست ہونے کے بعد انسان کھڑا ہوتا ہے تو اس کا زبان سے تسبیح پروردگار کہنا اس مجلس میں ہونے والی غلطیوں سے اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ یہ الفاظ منقول ہیں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اللہ رات کے وقت اُٹھتے تھے اور اطراف آسمان پر نظر ڈال کر آل عمران کی پانچ آیتیں تلاوت فرماتے تھے جن کے آخر میں آتا ہے إِنَّكَ لَا تَخْلُفُ الْبَيْعَاتِ اس کے بعد نماز شب میں مشغول ہو جاتے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ۔ آیت مجیدہ سے یہ عمومی مطلب نکلتا ہے کہ دن رات اور صبح شام انسان کا فرض ہے کہ اپنے خالق کو نہ بھلائے اور ہر وقت اس کی تسبیح اس کا ورد زبان رہے کیونکہ کسی وقت بھی انسان کو اپنے فیوض و برکات سے محروم نہیں کرتا۔

اس میں شک نہیں کہ نمازیں کل پانچ ہیں۔ صبح۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشاء۔ لیکن ان کے لئے قرآن مجید نے وقت تین

بتلائے ہیں جو جمع صلاتین کے جواز کی دلیل ہے۔ اور اس سے پہلے سورہ ق کے آخر میں بھی اوقات نماز تین بیان کئے گئے ہیں۔ جس کا بیان تفسیر کی اسی جلد میں ص ۱۴۲ پر گذر چکا ہے۔ نیز ص ۱۴۳ پر بھی مرقوم ہو چکا ہے۔

سورۃ النجم

یہ سورہ یکتبہ ہے۔ صرت آیت ۳۲ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ کِبَارَ الْاٰثِمِ الدِّنِیَہ ہے۔
اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت تریسٹھ ہے۔

حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا جو شخص سورہ النجم کی تلاوت کرے تمام منکروں اور مومنوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں
اس کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی۔ اور منقول ہے کہ جو شخص دائمی طور پر دن یا رات میں سورہ النجم کی تلاوت جاری
رکھے وہ خوش حال و با عزت زندگی بسر کرے گا اور لوگوں کے دلوں میں اس شخص کی محبت ہوگی۔

خواص قرآن سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ مجیدہ کو چیتے کے چڑے پر لکھ کر اپنے پاس تعویذ رکھے تو ہر بادشاہ کے
پاس جاتے ہوئے اس کا دل قوی و مضبوط ہوگا۔ اور بادشاہ اس کا احترام کرے گا اور جس کے ساتھ مناظرہ کرے گا
اس پر غالب ہوگا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ② مَاضٍ لَّصَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ③ وَمَا يَنْطِقُ

قسم ہے ستارے کی جب کہ وہ اترتا نہ گمراہ ہے تمہارا ساتھی (رسول) اور نہ بھٹکا ہوا ہے اور وہ اپنی خواہش

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ :- تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ الھوی - النزل اور السقوط کے معانی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ یعنی اوپر سے نیچے کی طرف کسی چیز کا آنا۔ اس جگہ قسم کھائی گئی ہے اس نجم کی جو اوپر سے نیچے کی طرف آیا۔ اور مفسرین نے اس کی ظاہری تفسیر کی بنا پر کئی وجوہ بیان کی ہیں ① نجم کا معنی قسط ہوتا ہے۔ اور نجوم بمعنی اقساط عام آیا کرتا ہے اور قرآن مجید چونکہ یکجا نہیں نازل ہوا بلکہ ۲۳ برس تک بالاقساط نازل ہوا اس لئے مجاز مرسل کے طریقہ پر نجم کا اطلاق کیا گیا یعنی قرآن مجید کی قسم جب وہ اترتا ② نجم سے مراد ثریا ہے اور ثریا اُن سات ستاروں کے مجموعے کا نام ہے جو یکجا ہوتے ہیں جن کو پنجابی میں عموماً کھنٹی کہا جاتا ہے چونکہ ستاروں میں سے عوام اس کو بالعموم جانتے ہیں۔ لہذا اس کے غروب کے وقت قسم کھا کر اپنے نبی کی عظمت کو واضح فرمایا ③ نجم سے مراد مطلق کوئی ستارہ ہے۔ پس ستاروں کے طلوع و غروب کے ذکر سے توجید پر برہان قائم کی گئی ہے۔ ④ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد حضرت نبی اکرم ہیں۔ جب کہ شب معراج کتاب قرآن کی منزل سے اتر کر زمین پر تشریف لائے۔

اور تفسیر برہان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ نجم سے مراد قبر رسول ہے جس میں حضور دفن ہوئے ہیں۔ یعنی خدا اس کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ رسول اللہ کا فرمان خواہش نفس کی بنا پر نہ تھا اور یہ تفسیر باطنی کے لحاظ سے ہے جیسا کہ پہلے معانی ظاہری تفسیر کے لحاظ سے مفسرین نے کئے ہیں۔ تفسیر برہان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند کریم اپنی مخلوق میں جس کی قسم کھائے درست ہے لیکن بندوں کے لئے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے بعض کتب میں ہے اس جگہ نجم سے مراد وہ ستارہ ہے جو مدینہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی نشاہری کے لئے اترتا چنانچہ تفسیر برہان میں ہے مرض الموت میں صحابہ نے حضرت نبی اکرم سے دریافت کیا کہ آپ کے چلے جانے کے بعد مملکت اسلامیہ کا سربراہ اور آپ کا جانشین و خلیفہ کون ہوگا تو آپ خاموش رہے۔ پھر دوسری دفعہ صحابہ نے سوال دہرایا لیکن حضور خاموش رہے۔ پھر تیسرے روز اسی سوال کا اعادہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا کل صبح آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹے گا۔ پس وہ جس کے گھر پر اترے گا وہی میرا جانشین و خلیفہ ہوگا۔ چنانچہ یہ اعلان سنتے ہی تمام لوگوں کے دلوں میں قتلوں کے سمندر موجزن ہوئے۔ لہذا صبح ہوتے ہی ہر آدمی اپنے گھر پر ستارے کے نزل کا امیدوار رہا۔ پس دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے ایک ستارہ چھوٹا جس کی روشنی نے پوری زمین کو منور کر دیا اور وہ سیدھا حضرت علی علیہ السلام کے گھر

عَنِ الْهَوَىٰ ۖ ۴ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدٌ

سے نہیں بولتا یہ (قرآن) تو وحی ہے جو اُن پر کی گئی اس کو سکھایا مضبوط قوت دے

الْقَوَىٰ ۖ ۶ ذُو مِرَّةٍ ۖ فَاسْتَوَىٰ ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝ ۸

نے جو صاحب طاقت ہے پس وہ بھڑا درحالیکہ وہ بلند افق پر تھا

پر اُترا تو لوگوں میں چمکے گویاں شروع ہو گئیں اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا زاد کی محبت میں از خود رفتہ ہو کر باتیں بناتے ہیں پس یہ آیت اُتری کہ اس اُترنے والے ستارے کی قسم یہ تمہارا ساتھی گمراہ نہیں اور نہ جھٹکا ہوا ہے اور نہ اپنی خواہش سے بات بناتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم نے نماز عشاء پڑھی تو حضورؐ نے بعد از نماز فرمایا کل صبح کو ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹ کر جس کے گھر میں گرے گا وہ میرے بعد میرا وصی و خلیفہ و امام ہوگا۔ تمام صحابہ صبح سیر سے غنڈھتے۔ اور میرا باپ خاص طور پر اس امر کا متمنی تھا لیکن صبح کو وہ ستارہ حضرت علیؑ کے گھر پر گرا۔ تو حضرت پیغمبرؐ نے فرمایا یا علیؑ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق بنی سبوت فرمایا ہے تو میرے بعد خلیفہ و امام ہوگا یہ سنتے ہی منافقوں نے کہنا شروع کر دیا کہ آپ خدا خواستہ علیؑ کی محبت میں از خود رفتہ ہو کر خواہش نفس کی باتیں کرتے ہیں پس یہ آیتیں اُتریں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کا ذکر فرمایا تو منافقین نے لب کشائی شروع کی آپؐ نے یہ آیتیں اُتریں۔ اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یرم خذیر حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ تو لوگوں نے اعتراضات شروع کئے۔ پس یہ آیتیں اُتریں۔

لیکن ان تمام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب سورہ النجم باتفاق مفسرین مکہ ہے تو مرض الموت میں ستارہ کے ٹوٹنے کی پیشین گوئی یا دوسری اس قسم کی باتیں جو مدینہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ سورہ مجیدہ کے شان نزول سے مطابقت نہیں کھیتی پس اس کا بہترین حل یہی ہو سکتا ہے کہ والنجم میں نجم سے کوئی ستارہ یا قرآن مجید مراد لیا جائے۔ پس یہ اللہ کی جانب سے حلفیہ بیان ہے کہ پیغمبرؐ جو کچھ فرماتا ہے وہ حق ہے اور اس کو خواہش نفس کے تقاضوں پر محمول کرنا غلط ہے خواہ ان کی خبر گذشتہ زمانہ کے متعلق ہو یا آئندہ کی پیشین گوئی۔ نہ یہ قرآن کو اپنی خواہش کا ترجمان بنا کر اپنی طرف سے پیش کرتا ہے۔ اور نہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ فرماتا ہے اپنی طرف سے بنا کر سنا تا ہے بلکہ امور شرعیہ و دینیہ کے متعلق آپ کے جملہ احکام و فیصلے وحی الہی کے تابع ہوتے ہیں۔ پس جس طرح قرآن میں شک کرنا ناجائز ہے کیونکہ یہ وحی پدید گار ہے اور خواہش نفس کی ترجمانی نہیں ہے۔ اسی طرح آپ حضرت علیؑ یا فاطمہؑ یا حسنؑ و حسینؑ کے متعلق بھی جو کچھ فرماتے ہیں وہ ان کی خواہش نفس کی ترجمانی نہیں ہوتی بلکہ وحی الہی کا فیصلہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ تفسیر برہان میں ہے کہ معراج کے طویل سفر

Imp

Imp

Imp

سے ملٹ کر جب حضورؐ نے کیفیت بیان فرمائی کہ جب میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو جبریلؑ نے آگے بڑھنے کو کہا۔ جب میں آگے بڑھا اور ایک عجیب سا نور ساطع دیکھا تو اللہ کی عظمت کے سامنے سجدہ ریز ہوا۔ پس ارشادِ قدرت ہوا کہ زمین میں اپنا خلیفہ کس کو چھوڑ آئے ہو (کیونکہ زمین محبتِ خدا سے خالی نہیں ہوتی) پس حضورؐ نے عرض کی عادل ترین صادق ترین، نیک ترین اور امین ترین علی بن ابی طالب کو چھوڑ آیا ہوں۔ جو میرا وصی۔ ولی وارث اور خلیفہ ہے۔ پس ارشاد ہوا کہ اس کو میرا سلام کہنا۔

اے محمدؐ۔ میں اللہ جو معبود لاشریک اور آسمانوں و زمین کا خالق ہوں۔ میں نے تیرے بھائی کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ چنانچہ میں علی الاعلیٰ ہوں۔ اور اُس کا نام میں نے علی رکھا ہے۔ اے محمدؐ: میں خدا معبود لاشریک اور آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہوں۔ میں نے تیری شہزادی کو اپنے ناموں سے نام بخشا ہے پس میں ہر شے کا فاطمہ ہوں اور اس کا نام میں نے فاطمہ رکھا ہے۔ اے محمدؐ: میں اللہ معبود لاشریک محسن اعظم ہوں۔ میں نے تیرے بچوں کے نام اپنے ناموں سے مشتق کئے ہیں۔ پس میں محسن ہوں۔ اور ان کے نام حسن و حسین تجویز کئے ہیں۔ جب آپؐ نے قریش کو یہ بات بتائی تو کہنے لگے یہ اپنی طرف سے باتیں بناتا ہے۔ پس یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

برسی نے بالاسناد جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر صحابہ نے عرض کی کہ سابق انبیاءؑ کی طرح آپؐ بھی اپنا قائم مقام اور جانشین تجویز فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس شخص نے میرے بعد میری امت کا امام و پیشوا ہونا ہے اُس کے حق میں وہ آسمان سے ایک نشانی بھیجے گا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میرے بعد اللہ کی جانب سے نامزد وہی کون ہے۔ چنانچہ جب نمازِ عشاء پڑھ چکے تو لوگ آسمان کی طرف دیکھنے لگ گئے۔ رات تاریک تھی۔ پس اچانک ایسی روشنی پیدا ہوئی۔ کہ مشرق و مغرب منور ہو گئے اور ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹا اور زمین تک پہنچا اور گھروں کے اوپر اس نے چکر لگانا شروع کیا۔ پھر حضرت علیؑ کے حجرہ کے اوپر ٹپک گیا۔ اس کی روشنی اس قدر تیز تھی کہ تمام گھروں میں اجالا پھیل گیا اور لوگ گھبرا گئے۔ پس تہلیل و تکبیر کی ہر طرف سے صدائیں بلند ہوئیں لوگ کہنے لگے حضورؐ! آج آسمان سے ایک ستارہ اُترا ہے جس نے حضرت علیؑ کے حجرہ کے اوپر اپنا پر توڑا لایا ہے تو آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم میرے بعد وہی امام ہوگا۔ نیز میرا وصی اور قائم مقام وہی ہے۔ اس کی اطاعت تم پر فرض و لازم ہے۔ اور اس کی مخالفت نہ کرنا اور نہ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ وہ زمین پر میرے بعد خلیفۃ اللہ ہوگا۔ پس منافقوں نے اسی وقت سے کہنا شروع کر دیا کہ آپؐ نے اپنے چچا زاد کے حق میں جو کہا ہے۔ وہ اپنی خواہش نفس سے کہا ہے چنانچہ یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

تفسیر برہان میں مناقب ابن مغازی شافعی سے بروایت انس منقول ہے کہ زمانِ پیغمبرؐ میں ایک دفعہ آسمان سے ستارہ اُترا۔ جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ اس ستارے کو دیکھو جس کے گھر میں اُترے گا وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ چنانچہ

لوگوں نے دیکھا کہ ستارہ حضرت علیؑ کے گھر پر اُترا۔ پس یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اور ابن عباس سے منقول ہے کہ میں چند ہاشمی جوانوں کے ہمراہ بارگاہ نبویؐ میں حاضر تھا کہ اچانک ستارہ آسمان سے ٹوٹا تو آپؐ نے فرمایا کہ جس کے گھر میں یہ ستارہ اُترے گا وہ میرے بعد میرا وصی ہوگا۔ پس لوگوں نے دیکھا کہ ستارہ حضرت علیؑ کے گھر اُترا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ حضورؐ اپنے بھائی کی محبت میں راہ حق سے بھٹک گئے ہیں۔ پس یہ آیتیں اُتریں۔

چونکہ یہ سورہ مکیہ ہے۔ لہذا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کے لئے نامزدگی کے بعد اس سورہ مجیدہ کا نزول اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ یا تو یہ آیتیں دو دفعہ نازل ہوئیں۔ ایک دفعہ مکہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ میں۔ اور

اقول

حب کہ میں نازل ہوئیں تو النجم میں نجم سے مراد اُن پہلے چار معانی میں سے کوئی معنی ہوگا۔ یعنی ثریا یا مطلق کوئی ستارہ یا قرآن مجید یا حضرت رسالت مآبؐ۔ اور سب مدینہ میں نازل ہوا تو نجم سے مراد وہی ستارہ ہونا چاہیے جو خلافت علیؑ کی علامت بن کر اُترا۔ اور پہلے چار معانی میں مراد لئے جائیں تو اصل مقصود کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہ خدا نجم کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ تمہارا صاحب یعنی رسول اللہؐ نہ گمراہ ہے اور نہ بھٹکا ہوا ہے۔ اور حضرت علیؑ کے متعلق وہ جو کچھ بیان کرتا ہے یا احکام شرعیہ اسلامیہ کی جس قدر تبلیغ کرتا ہے یہ بھٹکی ہوئی ذہنیت کے نتائج نہیں اور نہ خواہشات نفس کا ان پر کوئی اثر ہے بلکہ وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں نراہ علیؑ کے بارے اور خواہ دیگر تعلیمات اسلامیہ کے بارے میں وہ سب خدا کی جانب سے وحی کی ترجمانی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں ہی یہ آیتیں اُتری ہوں۔ پس ان کو مدنی کہنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ چنانچہ بعض روایات میں اس امر کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔

وَمَا غَوَىٰ - غزویت کا معنی ناکامی و نامرادی ہوتا ہے یعنی وہ اپنے مشن میں ناکام نہیں ہے۔

وَنُحْيِي الْيُحْيٰی - وحی کا معنی ہے دل ہی دل میں ایک معنی کا اتار دینا۔ جس طرح فرماتا ہے کہ خدا نے نخل کو وحی کی یعنی اس کے دل میں یہ مطلب اتار دیا۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کی ماں کو وحی کا ہونا یعنی خدا نے ان کے دل میں یہ بات اتار دی کہ اس بچے کو دو معبود ملاؤ اور جب دشمن کا ڈر ہو تو اس کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو۔ اور اصطلاح میں اس کا معنی یہ ہے کہ وحی اس خبر کو کہا جاتا ہے جس کو خدا فرشتے کے ذریعے سے بنی تک پہنچائے۔

دُومِرَّةٌ - اس کا اصل معنی ہے رتی کو بٹ دینا۔ اور اس جگہ اس کا معنی قدرت ہے پس مرۃ قوت اور شدت کے معانی ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ یہ حضرت نبی کریمؐ کی تعریف ہے کہ آپؐ توحید کے معاملہ میں مضبوط اور سخت ہیں لہذا احکام خداوندی کی تبلیغ و ترویج سے آپؐ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام مرسٰیؑ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند کریمؐ نے جس قدر انبیاء بھیجے وہ صاحب مرۃ سودا تھے۔

عَلَمًا شَدِيدًا قُوًی - یعنی حضورؐ کو شدید القویؐ نے تعلیم دی۔ یعنی یہ قرآن جو بذریعہ وحی اتارا گیا ہے۔ یہ ان کی خواہش نفس کی ترجمانی نہیں اور نہ انہوں نے خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ آپؐ پر وحی کی گئی ہے اور مضبوط طاقت والے اللہؐ نے

ثُمَّ دَنَىٰ فَتَدَلَّىٰ ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ فَأَوْحَىٰ

پھر قریب ہوا پس جھکا ۝ تو دو کمانوں کا اندازہ تھا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک تھا ۝ پس وحی کی

إِلَىٰ عَبْدِهِ مَّا أَوْحَىٰ ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝

اُس نے اپنے بندے پر جو کہ ۝ نہیں جھوٹ کیا دل نے اُس میں جو ۝ دیکھا

اس کو تعلیم کیا ہے۔ اور دومرہ کا ابتدا صغیر غائب محذوف ہے۔ اس جگہ بعض مفسرین نے شدید القویٰ سے مراد جبریل لیا ہے۔ اور دومرہ سے مراد بھی جبریل لیا ہے۔ اور فاستویٰ سے مراد یہ ہے کہ شب معراج حضرت جبریل حضور کے سامنے اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوا کیونکہ جب وہ وحی لے کر آتا تھا تو بشکل انسانی پیش ہوتا تھا۔ وہاں آپ نے چاہا کہ اس کو اپنی اصلی شکل میں دیکھیں تو وہ اصلی شکل میں صبح پیش ہوا کہ وہ افی اعلیٰ پر تھا لیکن یہ معنی قرین عقل نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضور کو جبریل کا تعلیم دینا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ حضور کو اللہ نے ہی سب کچھ تعلیم دیا ہے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ حضور جبریل سے افضل و اشرف تھے۔ لیکن اگر جبریل کو آپ کا استاد قرار دیا جائے تو جبریل کی افضلیت لازم آئے گی۔ اور یہ باطل ہے۔ لہذا وہی سیلا معنی درست ہے کہ اللہ بوسید القویٰ یعنی مضبوط قوت و قدرت والا ہے۔ اُس نے حضور کو تعلیم دی یعنی قرآن کا علم دیا۔ اور اسی کی وحی سے آپ نے امت کو سب کچھ سنایا۔ لکھایا۔ پڑھایا۔ اور حضور تبلیغ دین میں مضبوط کردہ و جگر کے مالک تھے۔ اور صحیح و سالم احکام الہیہ کے مروج تھے اور وہ شب معراج افی اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے۔

ثُمَّ دَنَىٰ فَتَدَلَّىٰ :- تدلی کا معنی نیچے کی طرف جھکنا۔ اور بعض روایات میں تدلی کی جگہ تدانی بھی ایک قرات قرار دی گئی ہے۔ تو اس کا معنی مزید قرب ہے۔ گویا حضور نے شب معراج مقام نور و عظمت کی طرف غور کیا تو اس کے عجائب و غرائب غنیمات کی سیر فرمائی۔ اور حسب مشافہتہ وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو جہاں سے لفظ پیدا ہو رہے تھے اُس جگہ میں اور حضور کی قربت سامع میں صرف دو کمانوں کے فاصلہ کے برابر فاصلہ رہ گیا تھا۔ یعنی کمان کا چلہ اور کمان کی گولائی جہاں سے کمان کو پکڑا جاتا ہے۔ ایک قوس شمار ہوتی ہے۔ اور اگر دو کمانوں کو ملا کر اس طرح رکھا جائے کہ دونوں کے چلے اکٹھے ہوں۔ اور کمانیں پھیلا کر ایک دوسرے کے مقابل کر دی جائیں تو ایک کمان کی گولائی سے دوسری کمان کی گولائی تک دونوں چلوں سے گزرنے والا خط جس قدر ہر گاہ بھی فاصلہ تھا۔ وحی کے لفظوں کی جائے صدور سے حضور کے سماع تک پھر کہہ دیا کہ اَوْ أَدْنَىٰ۔ یعنی اس سے بھی زیادہ قریب تھا۔ اور حضور نے جب نیچے کی طرف جھکا کر دیکھا اور ملکوت ارضیہ کی سیر فرمائی تو زمین سے اس قدر قریب تھے کہ حسب سابق دو کمانوں یا اس سے بھی زیادہ قریب کا فاصلہ تھا۔

قَاب :- قایب اور تاد و تیبہ سب ہم معنی الفاظ ہیں اور ان کا معنی مقدار کا ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں نبی کریم سے قوسین کا معنی دو ذراع لیا تھا مروی ہے۔ اور قوس کا معنی ہے مائیکاس بہ الشی۔ اور وہ ذراع ہوتا ہے۔ اور قاس یعنی قاس میں ایک

اَفْتَمَرُوْنَهُ عَلٰی مَا يَرٰى ۝۱۳ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اٰخِرٰى ۝۱۴

کیا تم اس کو شک میں ڈالتے ہو اس چیز میں جسے وہ دیکھ چکا ہے اور تحقیق ایک اور دفعہ بھی اس کو دیکھا

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۵ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوٰى ۝۱۶

سدرۃ المنتہی کے پاس جس کے نزدیک جنت المادی ہے

لغبت قاس یقوس بھی وارد ہے۔

فَاَوْحٰى اِلٰی عَبْدِهٖ ۝۔ تفسیر برہان میں تفسیر علی بن ابراہیم سے منقول ہے۔ سائل نے پوچھا کہ وہ وحی کیا تھی۔ تو آپ نے فرمایا وہ وحی یہ تھی کہ اللہ نے فرمایا علیؑ سید الرصین امام المتقین اور قائد الفرائض ہیں۔ اور خاتم النبیین کا پہلا خلیفہ ہے۔ پس لوگوں نے اس معاملہ میں شک کیا تو آیت اُتری۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝۔ یعنی جو کچھ آنکھوں سے دیکھا اُس کو دل نے نہیں جھٹلایا۔ پس فرمایا اَفْتَمَرُوْنَهُ عَلٰی مَا يَرٰى۔ یعنی کیا تم لوگ اس کو شک میں ڈالتے ہو جو وہ خود دیکھ چکے ہیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا مجھے تو اس کے علاوہ اور حکم ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ اعلانِ نبی کو لوگوں کے لئے منصب کر کے واضح طور پر کہہ دوں کہ یہ میرے بعد تمہارا ولی ہے۔ اور یہ وہ سفینہ ہے جس پر سوار ہونے والا پار ہوگا۔ اور جو سوار نہ ہو وہ غرق ہوگا۔

اَفْتَمَرُوْنَهُ ۝۔ یہ باب مفاعلہ ہے مادی یما دی متاداً باہمی جھگڑا اور بحث کرنا تاکہ دوسرے فریق کو اپنے نظریے سے دست بردار ہونا پڑے۔ اللہ فرماتا ہے کہ تم لوگ رسول اللہؐ سے خواہ مخواہ جھگڑا کرتے ہو تاکہ وہ اپنے جہنم دیدہ حقائق کے متعلق شک میں پڑ جائیں۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب حضورؐ نے معراج سے واپس آکر قریش مکہ کو خبر سنائی تو عقبہ بن ابی لہب نے حضورؐ سے انتہائی گستاخانہ حرکت کی تو آپؐ نے اس کو بددعا کی کہ اے اللہ اس شخص پر ایک کتے کو مسلط کر دے چنانچہ اس کے بعد وہ شخص سفر شام کو جا رہا تھا کہ راستہ میں اس پر دہشت چھا گئی۔ پس اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ مجھے رات کے وقت سونے کے لئے اپنے درمیان میں جگہ دو۔ کیونکہ میرا دل خوف کھا رہا ہے تو انہوں نے اس کو رات کے وقت اپنے درمیان میں جگہ دی۔ تاہم رات کے وقت ایک شیر آیا اور لوگوں کے درمیان داخل ہو کر اس کو چیر چھاڑ کر چلا گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رویت اس جگہ افعالِ قلب سے علم و یقین کے معنی میں ہو۔ یعنی جس چیز کو آنکھ سے دیکھ کر حضورؐ کو اطمینان و یقین حاصل ہو چکا تھا۔ اس میں دل کو ذرہ بھر شک و شبہ نہیں تھا۔ بعض لوگ اس جگہ معراج روحانی ثابت کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضورؐ جسم عنصری کے ساتھ تشریف نہیں لے گئے تھے بلکہ جسم بستر پر رہا اور روح و قلب نے عالم بالا کی سیر کی۔ اسی بنا پر آیت ماکذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کا ترجمہ کرتے ہیں کہ دل نے اس حقیقت کی تکذیب نہ کی جس کو دیکھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز کو دیکھا تو اس میں اختلاف ہے بعض کہتے

ہیں کہ جبریل کو اپنی اصلی شکل میں دیکھنا لیکن صبح اور قرین عقل۔ دوسرا قول ہے کہ ملکوت خداوندی آثار قدرت البتہ اور دلائل و براہین توحید کو ملاحظہ فرمایا اور ضمیر جو اللہ کی طرف پلٹتی ہے وہاں مضاف کو محذوف قرار دیا جائے گا۔ یعنی آیات اللہ یا مقدمات اللہ کا معائنہ کیا۔

مذہب حقہ شیعہ کے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضورؐ اپنے جسد عنصری کے ساتھ معراج پر تشریف لے گئے اور اللہ نے ہی ان کو سیر کرائی۔ اور عالم بیداری میں تشریف لے گئے تھے نہ کہ عالم خواب میں۔ پس آپ نے ملکوت سماویہ اور مقدمات البتہ کا آنکھوں سے معائنہ فرمایا تھا نہ کہ صرف دل اور مدح نے دیکھا تھا۔ اور کسی چیز کو بیداری میں دیکھنے اور خواب میں دیکھنے کے درمیان یہ فرق ہے کہ بیداری میں چیز حقیقتہً آنکھوں سے دیکھی جاتی ہے۔ اور عالم خواب میں صورت تصور ذہنی ہوتا ہے لیکن اس میں قوت باصرہ کے ادراک کا توہم ہوتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت اس میں قوت باصرہ کا کوئی دخل عمل نہیں ہوا کرتا۔ فَرَلَاٰ اٰخَرٰی۔ مفعول مطلق ہے یعنی نازل۔ نَزْلًا یعنی حضورؐ نے جبریل کو یا آیات پروردگار کو اترتے ہوئے یعنی واپس آتے ہوئے دوبارہ ایک دفعہ دیکھا جو لوگ خدا کی جہانیت کے قائل ہیں وہ اس مقام پر غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حضورؐ نے شب معراج اللہ کو دیکھا چنانچہ حضرت عائشہ نے اس قسم کا عقیدہ رکھنے والوں کی پر زور تردید کی۔ انہوں نے فرمایا میرے بدن پر لکھے کھڑے ہو جاتے ہیں جب یہ سنتی ہوں لوگ کہتے ہیں کہ حضورؐ نبی اکرمؐ نے شب معراج اللہ کو دیکھا البتہ آپ نے جبریل کو اپنی اصلی حالت میں دیکھا تھا اور جو لوگ یہ کہیں کہ انہوں نے خدا کو دیکھا ہے۔ وہ غلط کہتے ہیں کیونکہ اللہ خود فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ یعنی اُس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ سب کا ادراک کر سکتا ہے بلکہ حضرت رسالت مآب سے پہلے بھی ایک مرتبہ کسی نے پوچھ لیا کہ کیا آپ نے شب معراج خدا کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا میں ایک نہر کو دیکھا اس کے آگے حجاب دیکھے پھر آگے چل کر نور دیکھا۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا یعنی جو لوگ میرے متعلق رویت خدا کے قائل ہیں وہ غلط کہتے ہیں بلکہ میں نے مناظر قدرت اور آیات پروردگار کو ہی دیکھا۔ (جمع البیان) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۔ منتہی بلندی کی اُس آخری حد کو کہا گیا ہے جہاں ملائکہ جا کر رُک جاتے ہیں اور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور بیطرف مکان کا صیغہ ہے۔ اور وہاں ایک درخت ہے جو عرش کے دائیں جانب ہے۔ پس اس درخت کو مقام منتہی کی طرف مضاف کہا گیا ہے۔ اور اس کو بعض لوگوں نے شجرہ طوبیٰ قرار دیا ہے کہ اس کی شاخیں جنت کے ہر عمل میں پہنچیں گی۔ اور جنتی لوگ اس کے سایہ میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے باتیں کریں گے۔

عِنْدَ هَاجَتِ الْمَاوٰی :- بعض کہتے ہیں یہ وہ جنت ہے جس میں حضرت آدمؑ کو ٹھہرایا گیا تھا۔

تفسیر بیان میں ہے ابوہریرہؓ اسلمی بیان کرتا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ حضرت علیؓ سے انہوں نے فرمایا۔ اللہ نے سات مقامات پر تجھے میرے ساتھ حاضر کیا ہے (۱) شب معراج جب مجھ سے جبریل نے سوال کیا کہ علی کہاں ہے؟ میں نے کہا زین پر اپنے پیچھے اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہوں تو جبریل نے

کہا۔ اللہ دعا کیجئے تو وہ آجائے گا۔ چنانچہ میں نے دعا کی۔ پس دیکھا تو تیری مثال میرے پاس موجود تھی۔ اور فرشتے صفت بصف کھڑے تھے۔ الخ (۲) جب دوسری دفعہ معراج پر گیا تو جبریل کے سوال و جواب کے بعد میں نے تیری مثال کو اپنے پاس پایا اور میں نے ساتوں آسمانوں کی مکمل سیر کی (۳) مجھے جب قوم جن کی طرف مبعوث کیا گیا تو حسب سابق جبریل کے ساتھ سوال و جواب ہوا اور میں نے دعا کی تو تیری مثال ساتھ تھی اور جو باتیں میں نے اُن سے کیں وہ سب تو سن رہا تھا (۴) لہذا اُن میں تو میرا شریک ہے (۵) میں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے تجھے سب کچھ دے دیا۔ سوائے نبوت کے کیونکہ اُس نے فرمایا کہ یہ تیرا خاصہ ہے اور تو اس کا خاتم ہے (۶) جب میں نے شبِ معراج انبیاء کو نماز پڑھائی تو تیری مثال میرے پیچھے تھی (۷) احزاب کی ہلاکت ہم دونوں کے ہاتھوں پر ہوئی۔ پس یہ منکرین معراج کی تردید ہے۔ اور جو لوگ جنت و نار کی خلقت کے قائل نہیں ان کی رد بھی ہے۔

جب جناب بتول معظمہ کی شادی کا وقت آیا اور جناب رسالت مآب نے اپنی پارہ جگر سے تذکرہ فرمایا تو نبی بی نے قریش کی عورتوں کی طرف سے علیؑ پر کئے جانے والے اعتراضات کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا میری لبتِ خدا نے مجھے عالمین پر فضیلت بخشی اور چمن لیا۔ اس کے بعد اُس نے علیؑ کو عالمین پر برگزیدہ فرمایا اور پھر تجھے عالمین کی عورتوں کا سردار بنایا۔ اسے فاطمہؑ جب میں معراج پر گیا تو بیت المقدس کے پتھر پر اللہ کی توحید اپنی نبوت اور علیؑ کی ذوات کو لکھا ہوا پایا اور جبریلؑ نے کہا تیرا وزیر علی بن ابی طالب ہے۔ جب سیدۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو وہاں بھی توحید و نبوت کے ساتھ علیؑ کی وزارت کی تحریر دیکھی اور جبریلؑ نے ذکر کیا کہ تیرا وزیر علی بن ابی طالب ہی ہو گا۔ پھر جب عرش پر پہنچا تو عرش مجید کے ہر سرِ قائمہ پر کلمہ توحید اپنا ذکر اور اپنے وزیر کا ذکر دیکھا۔ جب میں جنت میں داخل ہوا تو درختِ طوبیٰ کو دیکھا جس کی اصل حضرت علیؑ کے گھر میں تھی اور جنت کے ہر گھر میں اس کی شاخیں تھیں جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کی وسعتوں کے برابر ہے جو صرف مومنوں کے لئے سجائی گئی ہے۔ وہاں سائے میں چلنے والا مسافر ایک سو سال تک چلتا رہے تو سایہ ختم نہ ہو گا۔ چنانچہ اس کی تعریفِ قدر آن نے و دخلِ تمکد سے کی ہے۔ وہاں کے میوہ جات بے حد و حساب ہوں گے اور جنتیوں کا کھانا گھروں میں ہر وقت تیار ہو گا طوبیٰ کی ایک شاخ پر سینکڑوں رنگ برنگ میوے ہوں گے۔ بعض دیکھے ہوئے اور بعض اُن دیکھے ہوں گے بعضوں کا نام سنا ہو گا اور بعضوں کا نام نہ سنا ہو گا۔ جب ایک میوہ قہر اُجائے گا تو فوراً اس کی جگہ دوسرا پیدا ہو جائے گا اور وہاں ایک نہر جاری ہے جس سے پار شاخیں نکلتی ہیں۔ خالص پانی کی نہر خالص دودھ کی نہر خالص شراب کی نہر اور خالص شہد کی نہر، اسے فاطمہؑ خدا نے علیؑ کو سات اوصاف عطا فرمائے ہیں جن میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۱) قبر سے نکل کر سب سے پہلے میرے ساتھ ہو گا (۲) پہلی صراط پر میرے ساتھ کھڑے ہو کر دوزخ سے بچے گا۔ اس کو لے لے اُس کو چھوڑ دے (۳) سب سے پہلے حضرت علیؑ کو لباسِ جنت پہنایا جائے گا (۴) عرش کی دائیں جانب میرے ساتھ علیؑ کھڑا ہو گا (۵) جنت کا سب سے پہلے دروازہ علیؑ کھٹکھٹائے گا (۶) علیین میں میرے ہمراہ علیؑ رہیگا

(۷) میرے ساتھ پیئے گا۔ وہ رقیق مخموم ہنس پرستوری کی ہر لگی ہوگی۔ اسے فاطمہؑ اکیلا ہوا اگر علیؑ دنیا میں مادر نہیں ر آخرت کی جاگیر مالک تو علیؑ ہے اگر قریش کی عورتیں علیؑ کو بطین کہتی ہیں تو کیا حرج ہے۔ علیؑ کا شکم علم کا خزانہ ہے۔ اور علیؑ کو انزع کہنا کوئی بری بات نہیں۔ اللہ نے حضرت علیؑ کو جناب ابوالبشر آدم کا سلیم عطا فرمایا ہے اور علیؑ کے بازو کی لبائی پر قریش عورتوں کا اعتراض فضول ہے کیونکہ وہ دشمنان اسلام کا ستر قلم کرنے اور اعداء دین کے فی التار کرنے کے لئے ہیں۔ خدا اس کے ذریعے سے دین کو غالب کریگا اور اسی کے ذریعے سے اسلامی فتوحات ہوں گی۔ اور علیؑ کی پشت سے جو انان جنت کے سردار ہوں گے جو عرش پر دروکار کی زینت ہیں۔ نہر نہی کی اولاد اپنی صلب سے اور میری اولاد علیؑ کی صلب سے ہوگی۔ اگر علیؑ نہ ہوتا تو میری ذریت نہ ہوتی الحدیث تفسیر برہان میں مزی ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حبیب سبحانی سے ایک طویل حدیث میں فرمایا۔ جب حضور محل سدرہ تک پہنچے تو جبریلؑ رک گیا۔ اور عرض کی اے محمدؐ۔ میری منزل یہی ہے۔ میں اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ آپ بے شک آگے چلے جائیں۔ چنانچہ حضورؐ روانہ ہو گئے اور جبریلؑ پیچھے رہ گیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ سدرہ کو سدرۃ المنبتی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ملائکہ کرنا کا تبین لوگوں کے اعمال لکھ کر اوپر لے جاتے ہیں اور وہاں وہ فرشتے جو الحفظ الکلام موجود ہیں ان کی نقیص لے کر سدرۃ المنبتی تک جاتے ہیں۔ یعنی وہ مقام ان کی انتہائے پرواز کی جگہ ہے اور وہاں درخت ہے۔ جسے سدرہ کہا جاتا ہے وہاں یعنی مقام سدرۃ المنبتی پر پہنچ کر حضورؐ نے اس درخت کی شاخیں زیر عرش بھی دیکھیں۔ اور عرش کے ارد گرد بھی دیکھیں۔ وہاں ایک فود پر دروکار کی بجلی ہوئی جس سے آنکھیں خیرگی محسوس کرتی تھیں۔ خداوند کریم نے آپ کے جسم میں قرب برداشت بڑھادی اور آنکھوں میں قوت بنیائی عطا فرمائی۔ پس آپ نے اللہ کی آیات میں سے بہت کچھ دیکھا۔ اور اسی کے متعلق ارشاد خداوندی ہے کہ سدرۃ المنبتی جس کے پاس جنت المادی ہے۔ آپ نے دوسری دفعہ دیکھا اور اپنی آنکھوں سے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ آپ نے فرمایا سدرہ کی مٹائی دنیا کے سالوں میں سے ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اور اس کا ایک پتہ پوری دنیا کو ڈھانپ سکتا ہے اور خدا کی مخلوق میں سے بعض فرشتے ایسے ہیں جن کو خدا نے زمین کی نباتات درختوں اور کھجوروں وغیرہ پر موکل کیا ہے۔ پس زمین کا کوئی درخت محافظ فرشتوں سے خالی نہیں ہوا کرتا جو اس کی اور اس کے پھل کی حفاظت پر مامور ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو درندوں اور حشرات الارض سے کوئی سبزی دانگوری محفوظ نہ رہ سکتی۔ اور حضورؐ نے پھلدار درختوں کے نیچے خیمہ زن ہونے سے منع فرمایا کیونکہ پھلدار درختوں کے نیچے جو ملائکہ موجود ہوتے ہیں ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور پھلدار درختوں سے توحش اس لئے نہیں ہوتا کہ وہاں فرشتوں کی آمد و رفت ہوتی ہے۔

ایک شخص نے امام علیؑ زین العابدین علیہ السلام سے سوال کیا کہ جب اللہ کسی مکان کا پابند نہیں تو نبی علیہ السلام کے آسمان پر لے جانے کا کیا مقصد تھا؟ آپ نے فرمایا ملکوت سماویہ اور عجائب قدرت کی سیر کرنا مقصود تھا۔ اور دنیا کا معنی ہے کہ فضا نے نور میں آگے بڑھے اور ملکوت سماویہ کو دیکھا اور دنیا فناء کا معنی یہ ہے کہ فضا نے نور میں آگے بڑھ کر مناظر قدرت دیکھے اور تہائی کا معنی ہے کہ ملکوت سماویہ سے نیچے کی طرف نظر جھکا کر ملکوت ارضیہ کی طرف دیکھا اور آپ کو زمین کا قرب دو کمانوں کے فاصلہ کے برابر معلوم ہوا

إِذْ لَيْغَشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ۝۱۷ مَا ذَا غَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۝۱۸ لَقَدْ

جب ڈھانپ لیا سدرہ کو جس نے ڈھانپ لیا نہ ٹیڑھی ہوئی آنکھ نہ حد سے بڑھی تحقیق

رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝۱۹ ءَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝۲۰

انہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں میں سے بڑی نشانی دیکھی تم نے لات و عزیٰ کو کیا سمجھا ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے محمد مصطفیٰ کو اود آگے بڑھایا اور قریب کیا پھر ایک صورت دکھائی اور فرمایا کیا آپ اس کو پہچانتے ہیں تو آپ نے ہاں میں جواب دیا اور کہا کہ یہ علیؑ کی صورت ہے۔ پس وحی کی کہ اس سے فاطمہؑ کی شادی کرو اور اس کو اپنا وصی قرار دو۔

إِذْ لَيْغَشَى السِّدْرَةَ ۱۔ اس کی تفسیر میں حضورؐ نے فرمایا کہ جبریل ایک بڑے درخت کے پاس کھڑا ہوا تھا جس کے ہر تپہ و شاخ پر ایک ایک فرشتہ موجود تھا۔ اور اس درخت کو نور پروردگار نے ڈھانپا ہوا تھا تو جبریل نے کہا کہ یہاں سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا لیکن آپ کو آگے جانا ہے تاکہ اللہ کی آیات کبیرہ کو ملاحظہ کریں۔ اس کے بعد وہ مجھے زیر عرش لے گیا اور باذن پروردگار اُس نے سبز رنگ کا نہایت حسین و دل کش (سواری کے لئے) رزق پیش کیا اور میں آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ فرشتوں کی آوازیں بھی میرے کانوں تک نہ پہنچ سکتی تھیں۔ اور وہاں مخلوق میں سے کسی شے کا وجود نہ تھا۔ پس میرے نفس میں سکون اور دل میں سرور کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اور مجھے یوں لگا کہ سب مخلوق مرچکی ہے۔ کیونکہ مجھے اپنے سوا اور کوئی مخلوق نظر نہ آتی تھی۔ پھر کچھ وقت کے بعد خدا کی توفیق سے مجھے اتفاقاً سا محسوس ہوا۔ اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور دل سے اس طرح دیکھتا تھا۔ جس طرح آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے بلکہ آنکھوں کی نظر سے بھی زیادہ دکھائی دیتا تھا اور مجھے ایک ایسا نور نظر آیا جس کو آنکھیں برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ اسی اثناء میں مجھے ذات پروردگار کی جانب سے آواز پہنچی۔ یا محمدؐ! تو میں نے عرض کی۔ بلکہ رُتی پس ارشاد ہوا کیا۔ تو نے اپنی قدر و منزلت کا اندازہ کر لیا ہے جو میرے پاس تیرے لئے ہے؟ تو میں نے عرض کی۔ جی ہاں! پھر ارشاد ہوا کہ کیا تو نے اپنی اور اپنی ذریت کی قدر و منزلت معلوم کر لی ہے؟ تو میں نے عرض کی جی ہاں۔ پھر فرمایا کیا تجھے پتہ ہے کہ ملائکہ اعلیٰ کس بات میں بحث کرتے ہیں؟ تو میں نے عرض کی۔ تیری ذات اعلم و احکم ہے اور تو ہی علام الغیوب ہے تو فرمایا کہ ملائکہ اعلیٰ درجات و حشرات میں بحث کرتے ہیں۔ (۱) مفروضہ نمازوں کے لئے وضو کا درست کرنا (۲) قدموں پر چل کر نماز جماعت کو جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا (یعنی فرشتوں کے تین گروہ ہیں۔ اور مذکورہ ذیل امور میں سے ہر ایک گروہ ایک چیز کو افضل قرار دیتا ہے) اِفْتَاءُ السَّلَامِ وَ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ التَّهَجُّدُ بِاللَّيْلِ وَ النَّشْأُ نِيَامًا یعنی سرودہ جس پر وارد ہوا اس کو سلام کہنا اور مہمان نوازی کے طور پر کھانا کھلانا اور رات کو نماز تہجد کا پڑھنا جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ اس کے بعد اَمِّنَ الشَّيْءُ سَوَّلَ تَا فَا نَصْرُنَا عَلٰی الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ آیات نازل ہوئیں اور ارشاد قدرت ہوا کہ یہ آیتیں تیرے

۲۶

لئے اور تیری اولاد کے لئے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اب میں تم سے ایک ایسی بات دریافت کرتا ہوں جس کو میں خود تجھ سے بہتر جانتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ تو نے اپنے بعد کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کیا ہے۔ تو میں نے جواب دیا زمین پر بسنے والوں میں جو سب سے زیادہ افضل ہے وہ میرا بھائی چچا زاد تیرے دین کا ناصر اور تیرے دشمن کا دشمن ہے جس کا نام علی بن ابی طالب ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ بے شک تو نے درست کہا ہے۔ میں نے تجھے نبوت کے لئے چن لیا اور رسالت پر مبعوث کیا اور علی کو تیری اُنت کا مبلغ و شاہد قرار دیا۔ وہ تیری موجودگی میں اور تیرے بعد زمین پر میری حجت ہوگا۔ وہ میرے دوستوں کا نور اور میرے اطاعت گزاروں کا ولی ہوگا۔ اور علی وہ کلمہ ہے جو متعین کے لئے میں نے لازم کیا ہے (جس طرح سورہ فہج کی آیت نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔ وَالزَّوْجُ مِمَّا كَلِمَاتُ النَّبِيِّ) اے محمد! اپنی دختر نیک اختر کی شادی علیؑ سے کر دیجئے۔ کیونکہ وہی تیرا وصی اور وارث و وزیر ہے۔ وہی تجھے غسل دینے والا۔ تیرے دین کا ناصر اور تیری سنت پر شہید ہونے والا ہے۔ اور اس کو اس اُنت کا بدترین انسان قتل کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے چند چیزوں کے متعلق حکم دیا ہے۔ اور بعض ایسے امور ہیں جن کا اظہار نہ کرنا مجھ پر لازم قرار دیا گیا ہے۔ پس رفت کے ذریعے سے میں نیچے اُتر آؤں۔ اور جبریل مجھے سدرۃ المنتہی پر لایا۔ کچھ دیر وہاں قیام کیا۔ پھر جنت میں داخل ہوا۔ اے علیؑ! وہاں میں نے اپنا اور تیرا گھر دیکھا۔ اور میں جبریل کے ساتھ محو گفتگو تھا کہ اچانک نور خداوندی نے میرے اوپر اپنا پر تو ڈالا۔ جس طرح اُپر کو جاتے ہوئے اس کے نور عظیم نے ڈھانپ لیا تھا (گویا وہ مرتہ اولی تھا اور یہ نزلہ آخری تھا) پس خدا نے مجھے صدا دی۔ اے محمد! تو میں نے لبیک کہی۔ پس ارشاد ہوا۔ سَبَّحْتَ رَحْمَتِي غَضَبْتِي۔ یعنی میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے۔ تو میری مخلوق میں سے میرا برگزیدہ میرا امین دوست اور رسول ہے۔ اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر میری تمام مخلوق ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی تجھ میں شک کرے یا تیری توہین کرے یا تیری نیک اولاد میں سے کسی کی توہین کرے تو اس کو یقیناً جہنم میں داخل کر دوں گا۔ اے محمد! علی مومنوں کا امیر مسلمانوں کا سردار اور نورانیوں کا قائد ہے۔ وہ سبطین کا باب ہے جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں جو ظلم و جور سے شہید کر دئے جائیں گے۔ اس کے بعد نماز اور باقی احکام کا حکم دیا گیا۔ ملخصاً (برہان)

برداشت عبد اللہ بن مسعود حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ میں نے جبریل کو سدرۃ المنتہی

چار بڑے فرشتے

کے پاس دیکھا کہ اس کے چھ سو پر تھے۔ اور ہر ایک سے یا قوت اہموتی گر رہے تھے۔ اور اب عباس

سے منقول ہے کہ اسرافیل نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے ساتوں زمینوں کی طاقت عطا فرما تو اللہ نے اس کو پیاروں۔ ہواؤں اور جملہ حیوانوں کی طاقت عطا کی۔ اور اس کے سر سے قدموں تک بال منہ اور زبانیں پیدا کر دیں۔ جن کو بے حد حساب پروں سے ڈھانپ دیا۔ پس وہ ہر زبان سے ہزار ہزار بولیں میں تسبیح کرتا ہے۔ اور اس کی ہر سانس سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو تا قیامت اللہ کی تسبیح میں مشغول رہیں گے۔ وہ ملائکہ مقربین اور حاملین عرش اور کراماتین جن کی شکل اسرافیل سے ملتی جلتی ہے۔ اور اسرافیل ہر شب و روز میں تین دفعہ جہنم کو دیکھتا ہے تو خوف سے پھل کر چلا کمان کی طرح کمزور ہو جاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

إِذْ أَسْمَعُ ضُفْرِي ②۳ إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاءُكُمْ

نفسیم غلط ہے بجز اس کے نہیں کہ یہ نام تم نے اور تمہارے آباء نے ان کے تجویز کر لئے ہیں

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى

اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نہیں نازل کی یہ تو صرف اپنے گمان کی ہی اتباع کرتے ہیں اور ہر ان کا نفس

الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ الْهُدَى ②۴ أَمْ لِلْإِنْسَانِ

چاہے حالانکہ ان کے پاس اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت پہنچ چکی ہے کیا ان کے لئے وہ کچھ

مَا تَمَنَّى ②۵ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَى ②۶ وَكَدُمَنْ مَلِكٍ فِي

ہے جو چاہے ؟ پس اللہ کے لئے دوسری (قیامت) اور پہلی (دنیا) اور کس قدر فرشتے ہیں آسمانوں

السَّمَوَاتِ لَا تَغْنِيُ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَعْدَ أَنْ يَأْذَنَ

ہیں کہ ان کی شفاعت کچھ فائدہ مند نہیں مگر بعد اس کے کہ جس کے لئے چاہے

اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى ②۷ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

اللہ اجازت دیدے اور راضی ہو جائے تحقیق جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

لَيَسْمُنَّ الْمَلَائِكَةُ تَسْمِيَةً الْأُنثَى ②۸ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ

وہ فرشتوں کے مونث والے نام رکھتے ہیں حالانکہ ان کو اس کا کوئی علم نہیں ہے

بھیجا تھا اور اُس نے وہ رخت کاٹ ڈالا اتحاد منات کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ مکہ و مدینہ کے درمیان یہ بت رکھا ہوا تھا

بعض نے کہا ہے کہ قبیلہ بذیل و خزاعہ کا بت تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ تینوں بت کعبہ میں تھے۔

ضیضوی :- بروزن فعلی اور اس کا تیسرا فعلی اسے یا وادی ضار یضوز ضوزا سے ہے یا یائی ضار یضیز ضیزا سے

ہے اور اس کا معنی ہے نقصان پہنچانا اور اس جگہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لئے بیٹوں کی تجویز اور خدا کے لئے بیٹیوں کی

تجویز ان کی غیر عادلانہ روش ہے اور جو انہوں نے نام تجویز کئے ہیں ان پر بھی ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں بلکہ صرف گمان اور

خوابش نفس کے پیچھے چل کر انہوں نے ایسا کیا ہے۔

مساۃ نبی :- یعنی انسان و کافر چاہتا ہے کہ اس سے کوئی باز پرس نہ ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ آخرت و

اولی کا مالک اللہ ہے۔ اور وہ ضرور باز پرس کرے گا۔

۲۹ ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝﴾

وہ سب گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور گمان حق کا ذرہ بھر فائدہ نہیں دیتا

۳۰ ﴿فَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝﴾

پس منہ پھیر لیجئے اس سے جو ہمارے ذکر سے پھر جائے اور دنیاوی زندگی کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہ رکھتا ہو

۳۱ ﴿ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

یہ ان کے علم کی آخری منزل ہے تحقیق تیرا رب خوب جانتا ہے جو گمراہ ہو اس کے رستہ

سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ۝۳۱ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

سے اردوہ خوب جانتا ہے ان کو جو ہدایت پائیں اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور

فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ

زمین میں ہے تاکہ بدلہ دے ان کو جو برائی کریں اس کی جو انہوں نے کیا اور بدلہ دے ان کو

مَبْلَغُهُمْ ۖ ۝۳۲ یعنی ان کے عقل و دانش کی آخری منزل دنیاوی منفعت تک محدود ہے کہ وہ حیوانوں کی طرح پیٹ بھرنے

کو ہی کامیاب زندگی تصور کرتے ہیں۔

لِيَجْزِيَ ۖ ۝۳۲ یہ لام عاقبت کے لئے ہے۔ یعنی وہ مالک ہے اور اس کا انجام یہ ہے کہ وہ جزا د

سزا دے گا یعنی چونکہ وہ مالک قادر ہے اور مخلوق کو اس عجیب پیدائش کیا لہذا اس نے جزا و سزا کا دن مقرر کیا ہوا ہے

کِتَابِ الْاِشْرَاقِ ۖ ۝۳۳ تفسیر برہان میں ہے۔ ایک دفعہ عمر بن عبیدہ حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اسی آیت مجیدہ کی تلاوت کی۔ اور پھر خاموش ہو گیا

آپ نے فرمایا کیوں خاموش ہو گیا ہے۔ تو اس نے عرض کی کتاب اللہ سے گناہانِ کبیرہ کو معلوم کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے

فرمایا ۱) اکبر الکبائر شرک سے ۲) مِن تَشْرِيفِ بِاللّٰهِ الْاٰیۃ (۲) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا (۳) اللہ کی گرفت

سے نہ بڑھنا (۴) عقوق والدین اس کو خدا نے جیسا شقی کہا ہے (۵) قتل نفس محترمہ (۶) قذف محسنہ (۷) پاکدامن عورت کو

تہمت زنا دینا (۸) یتیم کا مال کھانا (۹) جہاد سے فرار کرنا (۱۰) سو خوری (۱۱) جادو (۱۲) زنا (۱۳) جھوٹی قسم (۱۴) غلو

دھوکا (۱۵) زکوٰۃ نہ دینا (۱۶) جھوٹی گواہی (۱۷) یا گواہی کو چھپانا (۱۸) شراب نوشی (۱۹) ترک الصلوٰۃ (۲۰) عہد شکنی

(۲۰) قطع رحمی ان کو شمار کرتے ہوئے امام نے ہر ایک کے ساتھ قرآن مجید کی متعلقہ آیت کی تلاوت فرمائی۔ چنانچہ

جب آپ شمار کر چکے تو عمر بن عبیدہ روتا ہوا باہر نکلا اور چنچیں مار مار کر کہتا تھا کہ جو شخص اپنی ذاتی رائے سے کوئی بات

کہے

Presented by www.ziaraat.com

أَحْسِنُوا يَا حَسَنُ ۝ الَّذِينَ يُحْتَبُونَ كِبَارَ الْأَثَمِ وَالْفُجْشِ

جنہوں نے نیکی کی اچھائی کا جو رنگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے

إِلَّا اللَّهُمَّ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذَا الشَّكُمُ

سوائے مولیٰ مغفرت کے تحقیق تیرا رب کھل بخش والا ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب کہ اس نے پیدا کیا تم کو

مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجْنَةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا

زمین سے اور جب تم جنین تھے ماؤں کے شکم میں پس اپنے نفسوں کی پاکیزگی

أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ۝ ۳۳ ۝ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۝ ۳۴ ۝

نہ بیان کرو وہ جانتا ہے جو اُس سے ڈرے کیا تو نے اسے دیکھا جو ہلست دکھا کر جاگ گیا

کرے اور فضل و علم میں تمہارا مقابلہ کرے۔ وہ یقیناً ہلاک ہو گا۔ اور دوسری روایت میں فواحش سے مراد زنا اور چوری لی گئی ہے۔

عبد بن زرارہ سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے گناہان کبیرہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کتاب علی میں ان کی تعداد سات ہے (۱) اللہ کا کفر (۲) قتل نفس (۳) حقوق والدین (۴) سود خوری (۵) ناجائز طور پر یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد سے بھاگ جانا (۷) ہجرت کرنے کے بعد دوبارہ واپس چلا جانا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی۔ بس یہی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! تو میں نے عرض کی کہ یتیم کے مال سے ایک درہم کھا لینا زیادہ گناہ ہے یا ترک الصلوٰۃ تو آپ نے فرمایا کہ ترک الصلوٰۃ۔ تو میں نے کہا کہ ترک الصلوٰۃ کو آپ نے ذکر ہی نہیں فرمایا تو آپ نے فرمایا۔ میں نے سب سے پہلے کس چیز کا نام لیا ہے؟ تو میں نے عرض کی کہ آپ نے سب سے پہلے کفر کا نام لیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بلا وجہ نماز کو ترک کرنے والا ہمارے نزدیک کافر ہوا کرتا ہے۔

فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ ۝ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ تم اپنے اعمال کی بُرائی نہ بیان کیا کرو کہ میں غازی ہوں یا مدزہ دار ہوں کیونکہ وہ زیادہ جانتا ہے جس نے تم کو سٹی سے پیدا کیا ہے کہ وہ مٹی طیب تھی یا نجس پس وہ تمہارے مزاجوں کو خوب جانتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ جب آپ سے عمل کے باقی رکھنے کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا جب انسان کوئی نیکی کرے یا راہِ خدا میں خرچ کرے تو اس کی نیکی لکھی جائے گی۔ لیکن اُسے لوگوں کے سامنے بیان کرے تو وہ نیکی نیکی کی بجائے ظاہری نیکی لکھی جائے گی لیکن جب دوبارہ اس کو ذکر کرے گا تو وہ مٹا دی جائے گی اور ریا ہو جائیگا اور لم کے معنی میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے (۱) خلافِ عادت کسی کام کا کرنا یعنی اتفاقی طور پر گناہ کرنا اور پھر تائب

وَأَعْطَى قَلِيلًا ۖ وَآكَدَى ۝۳۵ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهَوَىٰ ۝۳۶

اور تھوڑا دیا اور بخیل ہو گیا کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھتا ہے؟

أَمْ لَمْ يَنْبَأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۝۳۷ وَابْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۝۳۸

کیا اس کو خبر نہیں دی گئی جو حضرت موسیٰ کے صحیفے میں ہے اور ابراہیم کے صحیفے میں ہے جس نے وفا کی

ہو جانا۔ چنانچہ موسیٰ ہے کہ حضور رسالت مآبؐ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

إِنْ تَعْفِرِ اللَّهُمَّ تَعْفِرْ جَمًّا ۖ وَآتَى عَبْدُكَ لَا أَلَمًا

یعنی اے پروردگار اگر تو چاہے تو سب بڑے گناہ بخش دیتا ہے اور تیرا کونسا بندہ ہے جس نے سب گناہ یعنی اتفاقی گناہ بھی نہ کیا ہو؟

۱۲) گناہانِ صغیرہ جس طرح نامحرم پر نظر ڈالنا یا بوس و کنار کرنا وغیرہ۔ اور زمین سے تمام انسانوں کے پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم کو آدم سے پیدا کیا اور آدم زمین سے پیدا ہوئے تھے یا یہ کہ سب انسان زمین سے اُگنے والی پیداوار کھاتے ہیں جس سے مادہ مغیرہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔ گویا بالواسطہ اس کی پیدائش زمین سے ہی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ خدا تمہاری پیدائش کی اصل بھی جانتا ہے۔ آدودہ زمین ہے جس کا بعض حصہ طیب اور بعض حصہ خبیث ہوتا ہے اور وہ آگاہ ہے کہ تمہارا مادہ طیب ہے یا کہ خبیث۔ اور نیز تمہاری شکم مادر میں رہائش کو بھی وہ جانتا ہے۔ لہذا تم اپنے اعمال پر اتنا نا چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

أَفَرَأَيْتَ:۔ اس کے شان نزول کے متعلق مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ کافی صدقہ وغیرہ کیا کرتے تھے

رَكْعَتًا

ایک دفعہ ان کو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کہا کہ تم اس قدر سخاوت نہ کیا کرو ورنہ

سب کچھ خرچ کر بیٹھو گے تو عثمانؓ نے کہا میرے گناہ بہت زیادہ ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ خدا خوش ہو جائے اور میرے گناہ معاف کر دے تو اُس نے کہا مجھے اپنی اونٹنی سامان سمیت دے دو۔ میں تیرے سارے گناہ اپنے ذمہ لے لیں گا۔

چنانچہ عثمانؓ نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد راہِ خدا میں مال خرچ کرنا چھوڑ دیا تو یہ آیت اُتری کہ اس شخص کو دیکھو جو جنگِ احد میں دشمنوں سے لپشت دکھا کر بھاگ گیا اور اب حیلوں بہانوں سے جان چھڑانا چاہتا ہے کہ معمولی سا روپیہ دے کر بخیل بن گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آیتیں دیکھ کر بن مغیرہ کے لئے اُتریں کہ اُس نے رسول اللہؐ کا دین اختیار کیا تھا لیکن جب کافروں نے طعنہ دیا کہ تو نے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا ہے اور ان کو تو نے گمراہ اور دوزخی سمجھا ہے۔ کہنے لگائیں تو اللہ کے عذاب سے ڈر

گیا ہوں تو طعنہ دینے والے نے کہا مجھے اتنا مال دے دو تو میں عذابِ خداوندی سے تیری ضمانت لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ دوبارہ کافر ہو گیا اور طعنہ دینے والے کو کچھ وعدہ شدہ روپیہ دیا اور باقی کا انکار کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ ایک شخص گھر سے اچھا خاصا روپیہ لے کر روانہ ہوا تاکہ بارگاہِ نبویؐ میں فیضیاب ہو۔ لیکن راستہ میں اُسے ایک کافر نے روک لیا کہ روپیہ مجھے

۱۲

الَّتِي تَزِدُّ وَازِرَةً وَزَرَ أُخْرَى ۝ ۳۹ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا سَعْيُ ۝ ۴۰

کہ نہ بوجھ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور یہ کہ نہیں انسان کے لئے مگر وہ جو خود کوشش کرے

وَأَنْ سَعْيَهُ سَوْفَ يَرَى ۝ ۴۱ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءُ الْأَوَّلَى ۝ ۴۲ وَ

اور تحقیق اس کی کوشش حقیقہ دیکھی جائے گی پھر اس کو پوری جزا دی جائے گی اور

أَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ۝ ۴۳ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۝ ۴۴ وَأَنَّهُ

تحقیق تیرے رب کی طرف آخری منزل ہے اور تحقیق وہی مڑلاتا اور ہنساتا ہے اور تحقیق

هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۝ ۴۵ وَأَنَّهُ خَلَقَ الذُّرُوجِينَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ ۴۶

وہی مارتا اور جلاتا ہے اور اس نے پیدا کئے جوڑے نہ اور مادہ

مِنْ لُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۝ ۴۷ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ ۴۸ وَأَنَّهُ

نطفے سے جیب گرایا جاتا ہے (رحم میں) اور تحقیق اسی پر ہے پیدا کرنا دوبارہ اور تحقیق

دے دو۔ اور میں تیرے گناہ اپنے سر پر لے لیتا ہوں۔ پس اس نے وہ روپیہ اس کو دے دیا اور مشرق باسلام نہ ہوسکا یہ صورت یہ آیات مجیدہ ان لوگوں کے لئے درجہ تاقیاست اس قسم کی سودے بازی کریں اس سرزنش ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کیا ایسے شخص کو علم غیب ہو جاتا ہے اور وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ شخص اس کا عذاب سے صاف بن جائے گا۔ کیا ایسے لوگوں کو حضرت موسیٰؑ و ابراہیمؑ کے صحیفوں کی خبر نہیں کہ ان میں صاف طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ بروز محشر نہ اٹھائے گا اور انسان کو صرف اپنا کام دے گا۔

وَقَدْ تَنَبَّيْنا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام پر جو امتحان آیا اس نے پورا کر دکھایا۔ بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اَلَّا تَزِدُّ وَازِرَةً وَازِرَةً والی آیت کا حکم منسوخ ہے کیونکہ شریعت محمدی میں ایک شخص کے اعمال نیابت کے طور پر دوسرے کو فائدہ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک عورت نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ میرا باپ مر گیا ہے اور وہ حج نہیں کر سکتا تھا تو آپ نے فرمایا تو اس کی نیابت میں حج کر سکتی ہے۔ بہر کیف نماز اور روزہ و جملہ عبادات کا اجارہ جائز ہے یا یہ کہا جائے کہ یہ عام شخص ہے۔ یعنی کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا مگر ان مقامات پر جہاں دلیل سے ثابت ہو جائے۔

أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ۔ یعنی اس مرد نے خود ہی اپنے لئے ضحک و بکا کا سبب پیدا کیا ہے۔ یا یہ تاویل کی جائے گی کہ اللہ وہ ہے جس نے درختوں کے پھل بھول کی بدولت ہنسیا اور بادلوں کو بارش کے ذریعے مڑلایا۔ یا یہ کہ اللہ وہ ہے جس نے

هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۝۱۹ ۚ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ۝۲۰ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ

اُس نے غنی کیا اور فقیر کیا اور تحقیق وہی شعری کا رب ہے اور تحقیق اسی نے ہلاک

عَادَةَ الْأُولَىٰ ۝۲۱ ۚ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ۝۲۲ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ

کیا پہلی قوم عاد کو اور ثمود کو پس نہ باقی چھوڑا اور قوم نوح کو اس سے پہلے تحقیق وہ لوگ

كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ۝۲۳ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۝۲۴ فَغَشَّاهَا

ظلم و سرکش تھے اور ہلاک کیا مرفقہ کر جس کو پھینک دیا پس اس کو ڈھانپ دیا

مَا عَشَىٰ ۝۲۵ فَبَإِیِّ الَّارِبِکَ تَتَّخِرُ ۝۲۶ هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِرِ

(عذاب ہے جس نے ڈھانپ لیا پس اپنے رب کی نعمتوں میں کسی میں شک کرے گے؟ یہ ڈرانے والا ہے پہلے ڈرانے والوں

فرمانبردار کو اپنی رحمت سے ہنسایا اور نافرمان کو سزا دے کر ڈرایا۔

عَلَيْهِ النَّشْأَةُ :- اس جگہ علی کی لفظ و عرب کو ظاہر کرتی ہے کہ بعد قیامت لوگوں کو زندہ کر کے اٹھانا اللہ پر واجب ہے

کیونکہ جب اس نے مخلوق کو اعمال کے لئے مکلف فرمایا ہے تو وہ ثواب کا ضامن ہے۔ اور چونکہ مخلوق کو مصائب و آلام بھی

پہنچتے ہیں لہذا وہ ان کے عوض کا ضامن ہے اور چونکہ دنیا میں یہ ثواب و عوض نہیں جوتا لہذا ایک دوسرا مقام ایسا ضروری ہے

جس میں جزا و سزا کا پورا اہتمام ہو۔ اور چونکہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے لہذا اس کی ایفا لازم و واجب ہے۔

أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ :- اس کے کئی معانی کئے گئے ہیں دام غنی کیا اور خادم عطا کئے (۲) غنی کیا اور اتنا دیا کہ راضی کر دیا (۳)

کسی کو غنی کیا اور کسی کو فقیر کیا۔

رَبُّ الشَّعْرَى :- شعری ایک ستارے کا نام ہے جس کی قبیلہ خزرجہ پرستش کرتا تھا۔ کہتے ہیں مردوں کے موسم میں جنوب

کی طرف چار ستارے نمودار ہوتے ہیں جن کی ہر ایک مستقل کی سی ہوتی ہے اور ان کے درمیان میں تین ستارے ایک دوسرے

سے متصل ہوتے ہیں جب ان تین متصل ستاروں سے ایک دہری خط بائیں طرف کھینچا جائے تو تقریباً سات ذراع کے

فاصلہ پر وہ شعری بیانی تک جا پہنچتا ہے۔ اگر دائیں طرف خط کھینچے تو اتنے ہی فاصلہ پر شعری شامی تک پہنچتا ہے۔

عَادَاتِ الْأُولَى :- بعض قاریوں نے اس کو عَادَاتِ النَّوَلِ پڑھا ہے۔

وَتَمُودَ :- اس کا عاد پر عطف ہے اور ابقی کا منقول نہیں کیونکہ ما کا مابعد اس کے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ :- اس سے قوم لوط مراد ہے اور بعض روایات میں اس سے اہل بصرہ مراد لئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت

امیر المؤمنین علیہ السلام نے جنگ جمل کی فتح کے بعد ایک خطبہ میں اہل بصرہ کو اہل مؤتفکہ سے تعبیر کیا ہے۔

الْأُولَى ۝ أَرِفْتَ الْأَزِفَةَ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۝

میں سے قریب ہے آنے والی رقیامت! نہیں اس کے لئے اللہ کے بغیر دور کرنے والی کوئی طاقت

أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۝

کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو؟

وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ ۝ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝

حالانکہ تم غافل ہو پس اللہ کا سجدہ کرو اور اس کی عبارت کرو

فَقَسَّاهَا جِبِلِّیْنِ اِن لوگوں پر پتھروں کی آسمان کی جانب سے سخت بارش نازل کی گئی اور مَاعِشَاتُ اِچو نکھان پر بھیجے جانے والے عذاب کی اہمیت و عظمت کو ظاہر کرنا مقصود تھا اس لئے اس کو سہم لایا گیا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ ۱۔ یعنی جس قدر امور کا تذکرہ کیا چکا ہے۔ یہ سب صحیفہ ابراہیم و موسیٰ میں موجود ہیں۔ اودان میں غور و فکر کہ کے صحیح نظریہ قائم کرتے ہوئے اللہ کے دین کی طرف جھک جانا تمہارا فرض ہے۔ اور سابق امتوں کا تذکرہ کرنا تمہارے لئے اللہ کا لطف ہے جس کی بدولت تمہارے لئے قبول حق آسان ہوتا ہے۔ پس یہ بھی اس کی ایک نعمت ہے لہذا تم اس کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے یا شک کرو گے؟

هَذَا نَذِيرٌ ۲۔ یہ رسول یا یہ قرآن یا یہ خبریں سابق کی طرح تمہیں خدا کی نافرمانی سے ڈرانے والی ہیں۔

أَرِفْتَ ۳۔ قیامت کو ارفہ کہا گیا ہے کیونکہ ہر آنیوالی چیز قریب ہے اور جانے والی بعید ہو ا کرتی ہے۔

كَاشِفَةٌ ۴۔ یا تو اسم فاعل کا صیغہ ہے یا یہ کہ عافیہ عاقبہ واقعہ اور خائنہ کی طرح مصدر ہے۔

أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ ۵۔ یعنی اس قرآن مجید کے بیانات کو سن کر تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور سخری کرتے ہو۔ حالانکہ یہ دینے کا مقام ہے۔

فَاسْجُدُوا ۶۔ اس جگہ سجدہ واجبہ ہے کیونکہ امر ہے اور امر و وجوب کو ظاہر کرتا ہے اس سجدہ کا طریقہ گذر چکا ہے۔ جلد ۱۲ ص ۱۵۹۔ جلد ۲ ص ۱۵۹۔

اگر مجھ رہتا ہر تو آیت ۶۰-۶۱-۶۲ کو لکھ کر اس کے گلے میں تعویذ باندھا جائے تو وہ نہ روئے گا۔

سورہ القبر

یہ سورہ کہیہ ہے۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت چھپن سے

حضرت نبی اکرم سے مروی ہے جو شخص اس سورہ مجیدہ کو پڑھتا رہے بروز قیامت اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔ اور ہر رات اس کا پڑھنا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرتا رہے وہ بروز محشر اپنی قبر سے نکلے گا تو جنت کی سواری پر سوار ہو کر آئے گا۔

اور خواص القرآن سے منقول ہے کہ جو شخص نماز ظہر کے وقت بروز جمعہ لکھ کر اپنے عمامہ میں رکھے تو وہ جہاں بھی جائے وجہ دعا عزت ہوگا۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بروز جمعہ نماز ظہر کے وقت لکھ کر اس کو اپنے عمامے میں رکھنے والا لوگوں میں مقبول ہوگا۔ اور اللہ کے اذن سے مشکل کام اس پر آسان ہوگا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالشَّقَّ الْقَمَرُ ۲ وَانْ يَرَوْا آيَةً يُعَرِّضُوا وَ

قیامت قریب ہے اور چاند شق ہوا اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۱۔ چونکہ حضرت رسالت مآب آخری نبی ہیں۔ اور ان کا زمانہ نبوت قیامت تک رکوع غ ہے۔ پس ان کی آمد قریب قیامت کی نشانی ہے۔ اور حضرت رسول اللہ کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا لہذا شق القمر کو قریب قیامت کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

وَالشَّقَّ الْقَمَرُ ۲۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ قریش مکہ نے حضور سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے شق القمر کا معجزہ ان کو دکھایا۔ اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ شق القمر رسول اللہ کے لئے ہے اور سورج کا پلٹنا حضرت علی علیہ السلام کے لئے ثابت ہے کیونکہ اللہ نے جو فضیلت رسول اللہ کو عطا کی ہے۔ اسی طرح اس کے ولی کو عطا فرمائی ہے سوائے عہدہ نبوت کے۔ پس وہ خاتم النبیین ہیں اور یہ خاتم الوصیین ہیں۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ شق القمر کی روایت صحابہ میں سے کثیر التعداد افراد نے نقل کی ہے۔ مثلاً عبد اللہ بن مسعود۔ انس بن مالک۔ حذیفہ بن الیمان۔ ابن عمر۔ ابن عباس اور جابر بن مطعم وغیرہ۔ اور تمام صحابہ میں یہ حدیث مشہور و معروف ہے۔ اور تمام اُمت اسلامیہ کا اس پر اجماع منعقد ہے۔ لہذا جن لوگوں نے اس معجزہ پنیمہ کا انکار کیا ہے۔ یا اس کو بعید از عقل و قیاس قرار دیا ہے۔ ان کا قول قابل اعتناء نہیں ہے اور کفار مکہ کے سامنے جب شق القمر ہوا تو انہوں نے اس کو جادو کہہ کر رد کر دیا تھا۔ چنانچہ اگلی آیت میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

تفسیر برہان میں اس کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ مفضل بن عمر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ جب حضرت رسالت مآب نے اعلان رسالت کے بعد قبائل عرب کو دعوت اسلام دی تو قریشیوں نے باہمی مشورہ کر کے یہ تجویز پاس کی کہ سیرت محمد ہارو گردن کی طرح ہمیں خارق عادات چیزیں دکھانا رہنا ہے۔ ان سے ایسی چیز کا مطالبہ کریں جس سے جادو و سحر بیل سکتا ہو چنانچہ انہوں نے چاند کے شق ہو کر زمین تک پہنچنے کی خاموشی پر اتفاق رائے کیا اور حضور سے عہدہ بیان کیا کہ اگر آپ یہ معجزہ دکھادیں تو ہم اسلام کے حلقہ بکوش ہو جائیں گے۔ یعنی یہ کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوں۔ اس کا ایک ٹکڑا اشعر الحرام پر اور دوسرا کوہ صفا پر اترے تو ہم آپ کو اللہ کا برحق رسول مان لیں گے۔ چنانچہ عہدہ بیان کے بعد لوگوں میں اعلان عام ہوا۔ آنے والی چودھویں ذوالحجہ کی رات تھی۔ پس ابولہب ابو جہل اور ابوسنیان نے خوب آواز سے کہے کہ اب ہم آپ کا جادو دیکھیں گے۔ حضرت رسالت مآب نے حضرت علی کو حکم دیا کہ کوہ صفا سے مشعر الحرام کی طرف

يَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ

کہتے ہیں یہ بکا جادو ہے اور انہوں نے جھٹلایا اور اتباع کی اپنی خواہشات کی اور ہر امر ثابت

مُسْتَقَرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝

ہے اور تحقیق ان کے پاس ایسی خبریں پہنچیں جن میں نصیحت تھی

جائیے اور یہ دعا کیجئے اے بیت الحرام کے پندگرا۔ اے بلد الحرام کے پندگرا۔ اے نمرزم و مقام کے پروردگار ، اے رسول تہامی کے بھیجنے والے خدا : تو ہمارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اور تو ہر شے کو جاننے والا ہے۔ اس کے بعد چاند کی طرف اشارہ کرنا کہ وہ دو ٹکڑے ہو جائے تاکہ اُس کا ایک ٹکڑا کوہ صفا پر اور دوسرا مشعر پر آترے۔ قریشیوں نے جب یہ سنا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ دیکھو وہ تو اپنے اس معاملہ میں علی سے مدد لے رہا ہے جو ابھی کمن ہے۔ پس وہ خوب ہنسے اور خوشی سے خوب بغلیں سجانے لگے۔ لیکن حضرت رسالت مآب نے ان کی پرواہ کئے بغیر حضرت علی سے دوبارہ فرمایا کہ جو کچھ میں نے حکم دیا ہے تم اس کو بجالاؤ۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے تعمیل ارشاد نبوی میں باوازا بلند دعائیہ کلمات زبان پر جاری فرمائے اور ابھی تک دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ زمین پر ایک جھٹکا سا محسوس ہوا۔ اور یوں لگا کہ ابھی زمین اپنے اوپر بسنے والوں کو نگلنے پر تیار ہے۔ اور کفار کہنے لگے کہ چاند تو دو ٹکڑے ہو نہیں سکتا۔ البتہ ہم کو جادو کے ذریعے پیوند خاک کیا جا رہا ہے۔ لیکن حضور نے پُورے اطمینان سے فرمایا کہ تم چاند کی طرف دیکھو۔ چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ اچانک چاند دو ٹکڑے ہوا پس اُس کا ایک ٹکڑا کوہ صفا پر گرا۔ اور دوسرا مشعر پر آیا۔ حتیٰ کہ مکہ کے گھروں۔ پہاڑوں اور وادیوں میں بھی اس کی روشنی پھیل گئی۔ اور لوگوں نے خدا و رسول پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ لیکن منافق لوگ پھر بھی اس کو جادو کہنے سے باز نہ آئے اور ایک روایت میں ہے کہ عمر سے مغرب تک کے زمانہ کے برابر یہ حالت طاری رہی۔ اس کے بعد چاند واپس اپنے مقام پر چلا گیا۔ اور کفار نے ایک دوسرے کو طاعت کرنا شروع کیا۔ اور اسی دن سورہ ابی لہب نازل ہوا۔ اور ابولہب کی دشمنی اس کے بعد حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ اور اہل مکہ اور گرد و نواح میں سے چھ سو بارہ آدمی مسلمان ہو گئے لیکن کفار مکہ کے خوف سے انہوں نے ایمان کو مخفی رکھا۔ پس ابولہب تادم آخر کافر رہا۔ اور ابو جہل جنگ بدر میں قتل ہوا۔ اور ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر اسلام کی شوکت و دبدر سے مرعوب ہو کر مسلمان ہوا۔ اور ان کو طلقاء کہا جاتا ہے (مختصاً)

ابن شہر آشوب سے منقول ہے کہ مفسرین و محدثین کا معجزہ شق القمر پر اجماع ہے کہ کفار نے وعدہ کیا تھا کہ اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ پس آپ نے اپنی انکلی سے اشارہ کیا تو چاند دو ٹکڑے ہوا۔ اس کا ایک حصہ کوہ ابوقیس پر اور دوسرا کوہ صفا پر یا ایک حصہ کوہ صفا پر اور دوسرا کوہ مروہ پر گرا۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ تمام لوگوں پر تو جادو ہو نہیں سکتا۔ اگر باہر سے آئے والے بھی یہ باہر اتنا نہیں تو ہم مان لیں گے۔ جب ابھر سے آنے والوں نے بھی چاند

حِكْمَةٌ بِالْعَنَةِ فَمَا تَعْنِ النَّذْرُ ۖ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ مُّكْرَرٍ ۖ خَشَعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ

دیر قرآن حکمت بالغہ ہے پس نہ کفایت کریں گے ڈرانے والے پس ان سے اعراض کرو جس دن بلائے گا بلانے والا غیر معروف

شَیْءٍ مُّکْرَرٍ ۖ خَشَعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ

چیز کے لئے درحالیہ جہلی ہوگی ان کی آنکھیں قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے

کے دو ٹکڑے ہونے کی تصدیق کی تودہ کفر پر ڈٹ گئے اور اسلام لانے پر موفی نہ ہوئے۔

کَلَّأَمْرٍ مُّسْتَقَرٍّ۔ ہر بات یعنی نیکیوں کی نیکی اور بُروں کی بُرائی ان کے اعمال نامہ میں ثابت ہے اور ان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔
مُزَوَّجَرٌ۔ یہ زوجہ سے باب افتعال ہے اور قاعدہ صرفی کے ماتحت باب افتعال کی تاد وال سے بدل دی گئی ہے پس مُزَوَّجَرٌ سے مُزَوَّجَرٌ بن گیا۔ مقصد یہ ہے کہ ان کے پاس گزشتہ امتوں کی ایسی خبریں پہنچ چکی ہیں کہ اگر یہ لوگ اُن سے عبرت حاصل کرتے تو انبیاء کی تکذیب نہ کرتے اور کفر سے باز آجاتے۔ لیکن اذراہ عناد انہوں نے ان خبروں سے نصیحت حاصل نہ کی۔
حِكْمَةٌ بِالْعَنَةِ۔ یعنی قرآن مجید صرف حکیم نہیں بلکہ محکم حکمت ہے اور حکمت بالغہ ہے۔ یعنی انسان کی ترقی و کمال کے لئے اس سے بہتر دستور العمل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ تو جو لوگ قرآن مجید کی ہدایت کو قبول نہ کریں تو ان کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ ایسے لوگوں کو ڈرانے والے کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

النَّذْرُ۔ نذیر کی جمع ہے۔ یعنی نبیوں کا کام ہے کہ کفر و شرک کے انجام بد سے لوگوں کو ڈرائیں لیکن جو لوگ ضد و مہٹ و صرعی پر اڑ جائیں ان کو آتش جہنم سے کون بچا سکتا ہے؟

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ۔ حضور کو قسلی دی گئی ہے کہ ایسے ضدی اور مہٹ و صرعی لوگوں کی بددعاؤں کی پرواہ کئے بغیر آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ اور ان سے مدگردانی کر کے ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں۔ اور اس کے بعد یَوْمَ کا عامل محذوف ہے یعنی قَدْ أَكْثَرُوا یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ۔

شَیْءٍ مُّکْرَرٍ۔ آیت مجیدہ میں داعی (بلانے والے) سے مُراد یا تو اسرافیل ہے۔ کیونکہ اس کی نفع و ضرر کے بعد لوگ میدانِ محشر کی طرف دوڑ کر جائیں گے۔ اور شَیْءٍ مُّکْرَرٍ سے مُراد عرصہ محشر ہے اور چونکہ وہ گھبراہٹ میں ڈال دینے والا منظر ہوگا اور اُپر ہوگا اس لئے اس کو مُکْرَرٍ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ مُکْرَرٍ سے مُراد جہنم ہو۔ اور داعی سے مُراد وہ فرشتہ ہو جو دوزخیوں کو دوزخ میں دھکیلنے پر مامور ہوگا۔ لیکن اگلی آیت سے پہلے معنی کی تصدیق ہوتی ہے کہ فضا میں پھیلی ہوئی مٹھی کی طرح قبروں سے نکلیں گے۔

مُطَهَّرِينَ۔ تفسیر برہان میں ہے حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ حضور نبی اکرم نے فرمایا کہ لوگ اپنی قبروں سے بیک وقت برہنہ نکلیں گے۔ اور اُس وقت سب کے سب جو ان بلا ریش ہوں گے۔ پس ایک دفعہ سب پر تاریکی چھا جائیگی

جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مَّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ط يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا

پھیلی ہوئی مکڑی تیز چلنے والے ہوں گے بلائے والے کی طرف درحالیہ کافر کہیں گے یہ

يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا

دن سخت مشکل ہے ان سے پہلے قوم نوح نے جھٹلایا انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ

فَجَنُونٌ وَّاَزْدُجَرٌ ۝ فَدَعَا رَبَّهُ اِنِّیْ مُغْلُوْبٌ فَاَنْصَرُ ۝

پاگل ہے اور اسے جھڑکا بھی گیا تو اس نے اپنے رب کو پکارا (اے اللہ) میں مغلوب ہوں تو میری مدد کر

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّثَمَرٍ ۝ وَخَرْنَا الْأَرْضَ عِوْنًا

تو ہم نے سرسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین سے چٹھے اُبال دیئے

اور کثرت اثر و معام کی وجہ سے سانس پھولنے لگیں گے۔ اور پسینے سے شرابور ہوں گے۔ پس ان کی چیخ و پکار بلند ہوگی۔ اور یہ احوال قیامت میں سے پہلی منزل ہوگی۔ اسی اثنا میں پروردگار کی جانب سے ان کو آواز پہنچے گی جس سے تمام شور و غل ختم ہو جائے گا۔ آنکھیں جھک جائیں گی۔ دل کانپ رہے ہوں گے۔ اور تمام بدن پر لکھی سی طاری ہوگی۔ اور کافر لوگ اس دن کی سختی کا اعتراف کریں گے۔

قَوْمُ نُوحٍ :- مفضل ذکر گذر چکا ہے۔ جلد، صحت پر ملاحظہ ہو۔ (ہیلا ایڈیشن)

وَازْدُجَرٌ :- یعنی قوم نوح نے حضرت نوح کو پاگل کہنے کے علاوہ جھڑکا بھی اور ڈانٹا بھی۔ اور قتل کی دھمکی دے کر ان کو دعوتِ اسلامیہ سے دست کشی پر مجبور کرنے کی کوشش بھی کی۔ چنانچہ قرآن میں ان کے قول کی حکایت موجود ہے لَیْسَ لَكَ تَنْتَهٍ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِیْنَ۔ یعنی اگر تو اس وعظ سے باز نہ آئے گا۔ تو تجھ پر پتھر برسائے جائیں گے لیکن باوجود اس کے حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی تمام حرکات ناشائستہ اور کلمات ناپسندیدہ کی پرواہ کئے بغیر اپنے مشن تبلیغ اسلام کو جاری رکھا۔

فَدَعَا رَبَّهُ :- جس آدمی کے پاس اپنے مسلک پر کوئی دلیل و برہان نہ ہو تو وہ حق کے داعی کا جواب گالی گلوچ اور ہر قسم کی سخت کلامی سے دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی آواز حق کو دبانے کے لئے کفار نے اسی قسم کے اوپھے حروں سے کام لیا اور ہر قسم کی بداخلاقی کا مظاہرہ کیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہِ پروردگار میں اپنی مغلوبیت کا تذکرہ کر کے اپنی مدد کی درخواست پیش کی۔ وہ دلیل و برہان میں مغلوب نہ تھے بلکہ ان کی بدکلامی اور بداخلاقی سے مغلوب تھے پس آپ نے قیامت ہر حق کے دعوت دہندہ کے لئے یہ دستور قائم کر دیا کہ جب اہل باطل کی غوغا آرائی حد سے بڑھ

فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۳ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ

تو دونوں پانی مل گئے ایسے انداز سے جو مقدر کیا گیا تھا اور ہم نے اس کو تختوں اور سیریز سے جڑی ہوئی دکشتی پر

وَدُسُرٍ ۝۱۴ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءُ لِمَن كَانَ كُفِرَ ۝۱۵ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا

سوار کیا جو ہماری حفاظت میں چلتی تھی یہ جزا تھی اس کی جس کا کفر کیا گیا اور تحقیق کر دیا ہم نے اسکو

آيَةُ فَهَلْ مِنْ مَّدْكَرٍ ۝۱۶ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرٍ ۝۱۷

نشانی تو کیا کئی ہے نصیحت پکڑنے والا ؟ میرا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا ۹

جائے تو ان کی طرف سے آنے والی ہر مشکل کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ سے اپنی مظلومیت کا شکوہ کرنا چاہیے اور اپنے مشن سے دست بردار ہونا قبول نہ کیا جائے۔ پس اللہ کی مدد ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور مشہور ہے کہ شہید اول محمد بن کی مصنف اللعنة المشقية کو جب حاکم شام نے سزائے موت دی تو ان کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا گیا اور ہر ایک کا رخ ایک دوسرے کے مخالف سمت کی طرف کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اونٹوں کو ڈنڈے مار کر اپنی اپنی سمت کی طرف ہٹایا جائے تاکہ محمد بن کی اعلیٰ اللہ مقامہ کو پاؤں سے سرتک چیر دیا جائے۔ پس آپ نے جلادوں سے ایک ٹھیکری طلب کی۔ اور اس پر یہ دعا لکھی دیت اِنِّیْ مُغْلَوْبٌ فَانْصُرْ۔ اے رب میں مغلوب ہوں۔ میری مدد فرما۔ اور اس کو اوپر فضا میں پھینکا تو تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹھیکری واپس ان کی گود میں آکر گر گئی جس کے دوسرے رخ پر یہ کلمہ تحریر تھا۔ اِنْ کُنْتَ عَبْدِیْ فَاصْطَبِرْ یعنی اگر تو میرا بندہ ہے تو صبر کر۔

مَنْهَمِرٌ :- یہ ہمارے ہے جس کا معنی ہے اُنڈیلنا مقصد یہ ہے کہ آسمان سے لگا تار بارش برساتی گئی۔ جس طرح ایک بڑے برتن سے پانی کو اُنڈیلا جاتا ہے۔ اور زمین سے چشموں کا پانی اُبلنے لگا۔ پس اوپر اور نیچے پانی ہی پانی ہو گیا۔

عَلٰی اَمْرِ قَدِرَ :- یعنی آسمان اور زمین کا پانی آپس میں مل گیا اور وہ اس قدر تھا جس قدر اللہ کی جانب سے مقدر کیا گیا تھا۔

ذَاتِ اَلْوَاحِ :- اس جگہ موصوفت محذوف ہے یعنی سَفِیْنَةٌ ذَاتِ اَلْوَاحِ :-

دُسُرٌ :- یہ دسار یا دسیر کی جمع ہے جس کا معنی ہے میخ۔ یعنی وہ سفینہ لکڑیوں، اور منیوں سے مضبوط جڑا ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ دُسُر کا معنی ہے دھکیلا اور کشتی کے سینہ کو دسر کہا جاتا ہے جو پانی کو دھکیلا ہوا جاتا ہے۔

بِأَعْيُنِنَا :- لفظی معنی ہے کہ وہ ہمارے سامنے تھی۔ اور مراد یہ معنی یہ ہے کہ وہ ہماری حفاظت و ضمانت میں چل رہی تھی۔

مَنْ كَانَ کُفِرَ :- جس کا کفر کیا گیا وہ حضرت نوح تھے۔ اور حضرت نوح کو ہم نے یہ جزا دی کہ ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا۔ اور جن لوگوں نے ان کو ستایا تھا۔ اور ان کی تکذیب و توہین کی تھی۔ ان کو عذاب میں گرفتار

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ ⑱ كَذَّبَتْ

اور ہم نے نصیحت کے لئے قرآن کو آسان بنایا کیا کوئی اسے نصیحت پکڑنے والا؟ جھٹلایا قوم

عَادُ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذِرٍ ⑲ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

عاد نے تو ہمارا عذاب اور ڈرانا کیسا تھا؟ ہم نے ان پر تیز ٹھنڈی ہوا بھیجی

صُرَّصَرًا فِي يَوْمٍ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ⑳ تَنْزِعُ النَّاسَ كَانِهِمْ

پکے پکے دن میں اکھاڑ پھینکتی تھی لوگوں کو جس طرح جڑ سے

کر کے غرق کر دیا۔

مُدْكِرٌ :- یہ باب افعال سے ہے اصل میں تھا نہ تکہ پس تاہم کو قاعدہ صرفی کے تحت دال سے تبدیل کر کے ذال کو دال میں ادغام کر دیا گیا۔

نُذِرٌ :- اس کا اصل مُنْذِرٌ ہے اور یا متکلم کو فاصلہ کی رعایت کے لئے حذف کر دیا گیا۔ اور یہ انذار کے معنی میں مصدر ہے كَذَّبَتْ عَادٌ :- قوم عاد کی ہلاکت کا ذکر جلد ۲۲۵ پر ملاحظہ ہو۔ پہلا ایڈیشن۔

رِيحًا صُرَّصَرًا :- صرصر اس آندھی کو کہا جاتا ہے جس کی صرصر اسٹ کی آواز سنی جا رہی ہو۔ اور باد صرصر تیز ٹھنڈی ہوا کو کہا جاتا ہے۔ یہ رباعی مضاعف ہے۔ اس کا مجرد ہے صَرَّ جس طرح کَبَّ سے کَبِکَبَ یا نَفَقَ سے نَفْنَفَ آیا کرتا ہے نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ :- یعنی عذاب کا دن ان لوگوں کے لئے یومِ نحس تھا۔ اور مستمر کا معنی ہے کہ اُس دن کی سختی ان لوگوں کے لئے مسلسل اور طولانی تھی۔ چنانچہ منقول ہے کہ وہ سرد اور تیز و شدتاً آندھی آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل چلتی رہی۔ یہاں تک کہ اس قوم میں سے ایک فرد بھی زندہ نہ بچ سکا۔ اور مستمر کو بعض نحویوں نے یوم کی صفت قرار دیا ہے۔ اور بعضوں نے اس کو نحس کی صفت قرار دیا ہے۔ اور ہر دو صورت میں معنوی طور پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور نخست سترہ کا مطلب یہ ہو گا کہ اُن کی یہ نخست و نیا سے شروع ہو کر آخرت تک چلی گئی۔ کیونکہ ظاہری موت سے عذاب آخرت کا اتصال ہو گیا۔ اور ستر عذاب میں وہ گرفتار کر لئے گئے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں بروایت عیاشی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ پہلے کے آخری بدھ کا دن تھا۔

تَنْزِعُ النَّاسَ :- یعنی وہ اس قدر تیز و تند ہوا تھی کہ چلتے آدمی کو زمین سے اکھاڑ کر سر کے بل گراتی تھی۔ جس سے اس کی گردن ٹوٹ جاتی۔ اور بڑی پسلی چور چور ہو جاتی تھی۔ اور وہیں ڈھیر ہو جاتا تھا۔ اور اُن کے سر جسموں سے بالکل الگ ہو جاتے تھے۔

أَعْبَازُ نَحْلٍ مُنْقَعِرٍ ۲۱ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنَذِيرٍ ۲۲ وَلَقَدْ

اکھاڑے ہوئے کھجور کے تنے تو کس طرح تھا عمارا عذاب اور ڈر ۲۱ اور ہم نے

لَيَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدِّكَ ۲۳ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَوَافٍ

نصیحت کے لئے قرآن کو آسان بنایا کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا؟ جھٹلایا تو اتر ٹھونسنے والے

بِالنَّذْرِ ۲۴ فَقَالُوا الْبَشَرَا مَنَا وَاحِدًا تَبِعَهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ

دالوں کو پس کہنے لگے کیا اپنے میں سے ایک آدمی کی اتباع کریں ہم تو پھر گمراہ اور پاگل پنہ میں

وَسُعْرٍ ۲۵ أَلْقَى الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنَابِلٍ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌّ ۲۶

ہوں گے کیا اس پر ڈالا گیا ذکر ہم سب میں سے بلکہ وہ جھوٹا متکبر ہے

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِنَ الْكَذَّابِ الْأَشِرِّ ۲۶ إِنَّا مُرْسِلُونَ النَّاقَةَ

عنقریب وہ کل قیامت کو جان لیں گے کہ جھوٹا متکبر کون ہے؟ ہم اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں

أَعْبَازُ نَحْلٍ ۲۱۔ یعنی وہ لوگ کھجور کے تنوں کی طرح گرے پڑے تھے اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے ہوا کی شدت سے بچنے کے لئے چھوٹی چھوٹی خدقیں اور گڑھے کھود لئے تھے۔ اور ان میں گھس گئے تھے۔ لیکن ہوا ان کو اوپر اٹھانے سے انکار کر کے بل گراتی تھی۔

مُنْقَعِرٍ ۲۲۔ یہ فقرے ہیں جس کا معنی ہے گہرائی اور اس جگہ مراد یہ ہے کہ جس طرح کھجور کے تنے جڑوں سے اکھاڑ دئے جاتے ہیں۔ اُن لوگوں کو نیز ہوا اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی۔

كَذَّبَتْ ۲۳۔ اس جگہ نذریاتو انذار کے معنی میں مصدر ہے یا جمع ہے نذیر کی تو چونکہ ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب کی موجب ہے۔ اس لئے ان کو تمام ڈرانے والوں کا مکذب ٹھہرایا گیا اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اور ان کا مفصل ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ ج ۶ ص ۲۹ ج ۷ ص ۲۲۔

سُعْرٍ ۲۵۔ جمع ہے سعیر کی جس کا معنی آگ ہوتا ہے اور اس سے مراد تکلیف و مصیبت ہے۔ اور بعضوں نے سعیر کا معنی جنون و دیوانگی بھی کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایک آدمی کی حکومت مان لینا خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے برابر ہے یا یہ کہ یہ محض ہماری گمراہی و دیوانگی ہی ہوگی کہ ایک کے تابع ہو جائیں۔

مُرْسِلُونَ النَّاقَةَ ۲۶۔ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ اگر تو سچا ہے تو پتھر کی پیٹان

فُتِنَهُ لِمَ فَا رَقِبَهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝۲۸ وَيَبْهَمَانِ الْمَاءِ قِسْمَةٌ

آزمائش کے لئے پس ان کا انتظار کر اور صبر کر اور ان کو خبر دے کہ پانی کی ان میں باری مقرر

بَيْنَهُمْ كُلُّ شَرْبٍ مُحْتَضَرٌ ۝۲۹ فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ

ہے ہر باری پر دادر ہونا ہوگا (جس کی باری ہوگا) پس انہوں نے ساتھی کو بلایا پس اُس نے جرأت کی

فَقَرَّ ۝۳۰ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرٍ ۝۳۱ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

ترسے ذبح کر ڈالا پھر کس طرح تھا ہمارا عذاب اور ڈرانا؟ ہم نے ان پر ایک دھماکہ بھیجا تو وہ

صِيحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمٍ الْمُحْتَضَرِ ۝۳۲ وَلَقَدْ يَسْرُنَا الْقُرْآنَ

کواڑ کے تیشوں کی طرح (ریزہ ریزہ) ہو گئے اور ہم نے نصیحت کے لئے قرآن

لِلَّذِي كَرِهَلُ مِنْ مَّدَكِرٍ ۝۳۳ كَذَبَتْ قَوْمٌ لُوطًا بِالْأَنْذَرِ ۝۳۴

کو آسان بنایا تو کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا جھٹلایا قوم لوط نے ڈرانے والوں کو

اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّا اَلْاٰلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ۝۳۵ نِعْمَةٌ

ہم نے ان پر پتھر برسائے والی ہوا بھیجی سو اے لوط کے خاندان کے جن کو ہم نے سحر کے وقت بچالیا ہمارا انعام تھا

سے ہمارے لئے سرخ رنگ کی حاملہ اونٹنی پیدا کرو جس کا بچہ پیدا ہو۔ پس وہ اونٹنی پانی پیئے۔ اور ہمیں اسی مقدار کا دودھ دے۔ چنانچہ اُن کی آزمائش کے لئے اسی صفت کی اونٹنی پیدا کی گئی۔

تِسْمًا بَيْنَهُمْ۔ اور باری اس طرح مقرر ہوئی کہ ایک دن وہ لوگ پانی حاصل کرتے اور دوسرا دن ناقہ کے لئے ہوتا تھا۔ پس اُس دن وہ اُس ناقہ کا دودھ حاصل کر کے پیتے تھے۔

مُحْتَضَرٌ۔ یعنی ہر باری پر باری والے کو ہی حاضر ہوتا تھا۔ صَاحِبُهُ۔ اس شخص کا نام قدار بن سالف تھا۔ جس نے کمین گاہ میں بیٹھ کر پہلے اس کو تیر مارا اور پھر تلوار سے

حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اور یہ حمر ثمود تھا جس کو الفاظ العام کی طرح احمر عاد کہا جاتا ہے۔ هَشِيمٌ۔ وہ ٹوٹی پھوٹی لکڑیاں جو کسی گرے ہوئے درخت سے الگ کی جائیں۔

الْمُحْتَضَرِ۔ یہ خطیرۃ الغنم سے ہے یعنی وہ کواڑ جو بھیڑ بکریوں کی حفاظت کے لئے بنائی جائے۔ حَاصِبًا۔ حصاء کنکروں کو کہا جاتا ہے قوم لوط پر پہلے ہوا بھیجی گئی جس میں پتھر برسائے گئے اور اس کے بعد ان کی

مِّنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ۝۳۶ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ لَبُثْتَنَا

۳۶ ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں اور تحقیق اُس نے ان کو ہماری گرفت

فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝۳۷ وَلَقَدْ رَاودُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَسَنَّا

سے ڈرایا تو انہوں نے اسکے ڈرانے کو ٹھکرا دیا اور تحقیق انہوں نے اس سے مہمان حاصل کرنے کی بھی کوشش کی تو ہم نے

أَعْيَنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذِرَ ۝۳۸ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً

ان کی آنکھوں کو انصاف کر دیا پس کہا چکھو میرا عذاب اور ڈرانا اور تحقیق صبح کے وقت ان پر

عَذَابٌ مُّسْتَقَرٌّ ۝۳۹ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذِرَ ۝۴۰ وَلَقَدْ يَسْرَنَا

والا عذاب آگیا پس ہم نے کہا چکھو میرا عذاب اور ڈرانا اور تحقیق ہم نے

الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَكِّرٍ ۝۴۱ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ

قرآن کو آسان بنایا نصیحت کے لئے تو کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا اور تحقیق آل فرعون کے پاس

زمین کو اٹھایا گیا۔

نِعْمَةٌ۔ یا تو مفعول مطلق ہے یعنی اَنْعَمْنَا اَنْعَامًا یا مفعول لہ ہے اور دو ترکیبوں سے معنی درست ہے۔

فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ۔ یہ مرید سے باب تفاعل ہے۔ یعنی جب حضرت لوط نے ان کو عذاب خداوندی سے ڈرایا تو انہوں نے جھجکا کر کے آپ کی باتوں پر کان دھرنے کی کوشش نہ کی۔ اور اُن کا خیال تھا کہ یہ ایک آدمی ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے؟ دَاوُدُ دَاوُدًا۔ یہ مرادوت سے ہے جس کا معنی ہے حیلہ و بہانہ کر کے کسی سے کچھ حاصل کرنا تو جب فرشتے عذاب خداوندی کا آؤر لے کر بے ریش لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط کے پاس پہنچے اور قوم لوط کو علم ہوا تو دوڑتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے اور اُن کی کوشش یہ تھی کہ آپ سے مہمان حاصل کر لئے جائیں اور اپنی نفسی خواہشات کی تکمیل کی جائے حضرت لوط علیہ السلام نے ہر چیز منت و سماجست کی لیکن انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا پس فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا کہ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ اور قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے آئے ہیں۔

پس بقدرت خداوندی جب انہوں نے فرشتوں کی طرف دست درازی کا ارادہ کیا تو اندھے ہو گئے۔ اور ان کو کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ اور مروی ہے کہ ان کے چہرے برابر کر دئے گئے۔ حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کا نشان بھی باقی نہ تھا اور حضرت لوط کے پاس فرشتوں کا آنا اور قوم کا جمع ہونا اور اس کے بعد ان کا گرفتار عذاب ہونا ص ۲۳ پر مذکور ہے چاہے

النَّذِرُ ۝۴۲ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخَذَ عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ ۝۴۳

نذیر پہنچے تو انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا پس ہم نے طاقتور صاحب اقتدار کی طرح ان کو بکڑیا (اے اہل مکہ)

اَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكَ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝۴۴ اَمْ

کیا تمہارے کافران کافروں سے زیادہ طاقتور ہیں؟ یا تمہارے پاس کوئی برات نامہ کتابوں میں موجود ہے؟ یا یہ کہتے ہیں

يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝۴۵ سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُولَوْنَ

کہ ہم اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کی مدد کر کے اپنا دفاع کریں گے؟ ان کا اجتماع شکست خوردہ ہوگا اور پشت دکھا کر

الدَّبْرُ ۝۴۶ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمْرٌ ۝۴۷

بجائیں گے بلکہ قیامت ان کی وعدہ گاہ ہے اور قیامت زیادہ تکلیف دہ اور تلخ تر ہے

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسْعٍ ۝۴۸ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى

بے شک مجرم لوگ گمراہی اور مصیبت میں ہوں گے جس دن آگ میں نہ کے بل گھسٹے

رَكْعَتًا ۝۴۹ النَّذِرُ: یا تو مصدر انداز کے معنی میں ہے۔ اور یا نذیر کی جمع ہے۔ اور ان سے مراد وہ معجزات ہیں جو فرعون کو دکھائے گئے۔ اور آل فرعون سے مراد تمام وہ لوگ ہیں جو فرعون کے مشن میں اس کے

شریک کار تھے۔ اور آل کی تحقیق سابق جلدوں میں گزر چکی ہے۔

سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ: یہ جنگ بدر میں کفار مکہ کی شکست کی پیشین گوئی ہے جو صرف بحرف سچی ثابت ہوئی۔

بَلِ السَّاعَةُ: یعنی جنگ بدر میں جو کفار مکہ کو رسوائی پیش آئی کہ کچھ قتل ہوئے اور کچھ قید کر لئے گئے۔ اس سے قیامت

کی رسوائی سخت تر ہے۔ اور جنگ بدر کی رسوائی کے بعد بھی وہ قیامت کے عذاب سے کسی طرح نہیں بچ سکیں گے۔ بلکہ

وہ عذاب اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔

مَسْقَرٌ مَّسْقَرٌ: مسقر جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یعنی ان کو کہا جائے گا کہ جہنم کا ذائقہ چکھو۔ اور بعضوں نے کہا

ہے کہ دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام مسقر ہے۔ اور بعض احادیث میں جہنم کے ایک طبقہ کا نام مسقر

منقول ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ: یہ منصوب علی شرطیۃ التفسیر کے باب سے ہے۔ اور کل شی کا عامل خَلَقْنَا محذوف ہے۔ جس

کی خالقنا مذکور تفسیر کر رہا ہے۔ یعنی ہم نے ہر چیز کو صحیح انداز سے پیدا کیا ہے۔ پس ہاتھ پٹنے کے لئے۔ پاؤں

وَجُوهِهِمْ دُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝۴۹ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝۵۰

جہاں گے (اور کہا جائیگا) آگ کا ذائقہ چکھو تحقیق ہم نے ہر شے کو اندازے سے پیدا کیا

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝۵۱ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

اور نہیں ہمارا حکم مگر ایک بار پلک بھینکنے کی طرح اور ہم نے تم جیسوں کو ہلاک

أَشْيَاءَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ ۝۵۲ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي

کیا تو کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا ؟ اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ اعمالنا میں محفوظ

الزُّبُرِ ۝۵۳ وَكُلٌّ صَغِيرٌ مُّسْتَطَرٌ ۝۵۴ اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي

ہے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز لکھی جا چکی ہے تحقیق متقی لوگ باغات و

جَنَّتٍ وَنَهْرٍ ۝۵۵ فِي مَقْعَدِ صَدَقٍ عِنْدَ مِلْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝۵۶

نہروں میں ہوں گے عمدہ نشستوں پر صاحب اقتدار مالک کے دربار میں (بیٹھے ہونگے)

چلنے کے لئے۔ زبان بولنے کے لئے آنکھ دیکھنے کے لئے۔ اور کان سُننے کے لئے بنائے۔ اگر ہمارا مقرر کردہ توازن ان میں قائم نہ رہے تو نظام میں گڑبڑ ہو جائے گی۔

وَمَا أَمْرُنَا:۔ یعنی قیامت کو قائم کرنا ہمارے لئے ایک چشم زون کے وقفے کی بات ہے۔ اس میں کوئی ویر نہ لگے گی ہم ارادہ کریں گے اور سب کچھ ہو جائے گا۔ کیوں کہ ہمارا ایک دفعہ کہنا کہ ہو جا کافی ہوتا ہے۔ اور دوبارہ ہمیں کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

أَشْيَاءَكُمْ:۔ اس جگہ اشیاء سے مراد اشیاء و امثال ہے۔ یعنی ہم نے تم جیسے کافر و منکر اس سے پہلے ہلاک کئے ہیں۔ پس ان سے نصیحت حاصل کرو۔

كُلُّ شَيْءٍ:۔ یہاں شے سے مراد عمل ہے۔ یعنی ان کے تمام اعمال ان کے زُبر یعنی اعمالناموں میں تحریر کئے جا چکے ہیں کیونکہ ہر چھوٹا یا بڑا کام جو کسی نے انجام دیا ہوتا ہے وہ لکھا جاتا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِينَ:۔ تفسیر مجمع البیان میں جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ حضرت رسالت مآب نے فرمایا کہ جنت میں سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام داخل ہوں گے۔ تو ابو دجانہ الضاری نے عرض کی کہ حضور! کیا یہ سچ ہے کہ جنت میں انبیاء کا داخلہ نہ ہو سکے گا جب تک آپ داخل نہ ہوں۔ اور امتوں کا داخلہ نہ ہوگا جب تک آپ کی امت داخل نہ ہو؟

تو آپ نے فرمایا۔ ہاں بے شک ایسا ہی ہے۔ خداوند کریم نے آسمان و زمین کی خلقت سے دو ہزار سال قبل ایک
 لواء نور پیدا کیا۔ جس کے پھرے پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ إِلَى مُحَمَّدٍ
 صَاحِبِ الْلَوَاءِ عَلَيَّ وَهُوَ أَمَامُ الْقَوْمِ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کا رسول ہے۔ تمام مخلوق سے
 آلِ محمد افضل ہے۔ اور لواء کا مالک علی ہے جو قوم کا امام ہے۔ یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام حمد پروردگار بجالائے
 تو حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا یا علی تجھے مبارک ہو کہ جس کے دل میں تیری محبت ہوگی۔ وہ ہمارے ساتھ قیامت کے دن
 مشور ہوگا۔ اور اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ۔ اور ایک روایت میں معصوم
 نے فرمایا کہ متقین سے مراد ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ کیونکہ ملتِ ابراہیم پر ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ

یہ سورہ مدنیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر اناسی ہے۔
 امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد سورہ الرحمن کا پڑھنا مستحب ہے۔
 اور قِیَاسِی الدِّمَ بِکُمَا تُکَذِّبَانِ کے بعد کہنا چاہیے۔ لَا بَشَیْءَ مِنْ اَلَدِّیْکَ سَرِّ اُکْذِبْ۔
 آپ نے فرمایا سورہ الرحمن کی قرأت کو ترک نہ کیا کہ کیونکہ یہ منافقوں کے دلوں پر نہیں ٹھہرتی اور بروز محشر
 دربار پروردگار میں بہترین انسانی شکل میں پیش ہوگی جس سے خوشبو بہکتی ہوگی تو خداوند کریم اس سے پوچھے گا کہ
 کس کس نے دنیا میں تیری تلاوت کو جاری رکھا تھا تو وہ اپنے پڑھنے والوں کے نام بتائے گی۔ پس ان کے
 چہرے سفید نورانی ہوں گے۔ اور ان کو حکم ہوگا کہ جن کی چاہو سفارش کر سکتے ہو۔ پس ان کی سفارش مقبول ہوگی
 اور ان کو حکم ہوگا کہ جنت میں جہاں چاہو قیام کر سکتے ہو۔
 اور آپ سے مروی ہے کہ اس کو پڑھنے والا اگر رات کو مرے تو شہید مرے گا۔ اور اگر دن کو پڑھے کہ مرے گا۔
 تو بھی شہید مرے گا۔

اور خواص القرآن سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ مجیدہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اس کی ہر شکل آسان
 ہوگی۔ اور آشوب چشم والا آدمی اگر اس کو اپنے پاس رکھے گا تو اس کا درد ختم ہو جائے گا اور اگر اس سورہ کو گھر کی
 دیواروں پر لکھا جائے تو کیڑے مکوڑوں اور حشرات الارض سے محفوظ ہوگا۔ (برہان)
 اگر کوئی شخص سورہ الرحمن کو رات کے وقت پڑھے اور تَکْذِّبَانِ کے بعد لَا بَشَیْءَ مِنْ اَلَدِّیْکَ سَرِّ
 اُکْذِبْ پڑھتا جائے تو خدا ایک فرشتہ موکل کرتا ہے جو اس کی صبح تک حفاظت کرتا ہے۔ اور اگر دن کو
 پڑھے تو فرشتہ اس کی شام تک حفاظت کرتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

الرَّحْمَنُ ② عَلَّمَ الْقُرْآنَ ③ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ④ عَلَّمَهُ

رحمان نے قرآن کا علم دیا انسان کو پیدا فرمایا اسے بیان کرنا

الْبَيَانَ ⑤ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانٍ ⑥ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ

سکھایا سورج اور چاند ایک حساب کے ماتحت ہیں اور انگوریاں اور درخت (اس کا) سجدہ

يَسْجُدَانِ ⑦ وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ⑧ أَلَّا تَطْغَوْا

کرتے ہیں اور اُس نے آسمان کو بلند کیا اور میزان مقرر کیا یہ کہ نہ تجاوز کر

رُكُوعٌ ⑨
الرَّحْمَنُ - یہ مستقل آیت ہے کیونکہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اصل میں تھا اللَّهُ الرَّحْمَنُ یعنی اللہ رحمان ہے۔ اور رحمان کے معنی کی وضاحت سورہ فاطر کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ اور یہ نام سوائے اللہ کے کسی پر نہیں بولا جاسکتا۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ - اس جگہ انسان کے معنی میں چار اقوال ہیں (۱) حضرت آدم مراد ہیں اور تعلیم بیان سے تمام بولیوں کا علم مراد ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ تعلیم بیان سے مراد وہ اسم اعظم ہے جس کی بدولت تمام چیزوں کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ (۲) انسان اسم جنس ہے۔ اور اس سے مراد تمام انسان ہیں اور تعلیم بیان سے مراد ہے کہ اس نے ان کو اظہار مافی الضمیر کے لئے افہام و تفہیم کے طریقے یعنی بولنا اور لکھنا وغیرہ تعلیم فرمائے کہ وہ سمجھ بھی سکتا ہے اور سمجھا بھی سکتا ہے (۳) انسان سے مراد حضرت رسالت مآب کی ذات بابرکات ہے کہ اللہ نے ان کو بیان عطا فرمایا (۴) تفسیر برہان میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس جگہ انسان سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں کہ خداوند کریم نے ان کو تمام ضروریات انسانہ کا علم عطا فرمایا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورہ الرحمن سب کی سب ہمارے حق میں نازل ہوئی۔

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ - یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر یَجْرَبَانِ محذوف ہے۔ یعنی یہ دو فلک اپنے اپنے مقرر حساب سے چلتے ہیں اور ایک ہی دستور سے آسمانی سفر میں اپنی منازل کو مقررہ اوقات میں طے کرتے ہیں کہ سورج تین سو بیسیٹھ دن اور چھ گھنٹوں میں اپنا دورہ پورا کرتا ہے۔ اور چاند ایک مہینہ میں اپنا چکر پورا کرتا ہے۔

النَّجْمُ وَالشَّجَرُ - نجم سے مراد زمین سے نکلنے والی نازک کوئیل جو اپنی ساق پر کھڑی نہیں ہو سکتی اور شجر سے مراد

فِي الْمِيزَانِ ۙ وَاقِيَهُمُ الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝۱۰

میزان میں اور وزن کو انصاف سے قائم رکھو اور نہ کم کرو میزان میں

وَالْأَرْضُ رُضٌّ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝۱۱ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ

اور اس نے زمین کو لوگوں کے لئے بچھایا جس میں میوے اور کھجوریں ہیں جو شگوفوں میں بند ہوتے ہیں

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝۱۳

اور غلہ جس میں بھوسہ اور دانے ہوتے ہیں پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کو جھٹلاتے ہو ؟

وہ نباتات ہیں جو اپنی ساق پر کھڑے ہوتے ہیں پس بڑے درختوں سے لے کر چھوٹے پودوں تک سب کو شامل ہے جس طرح کہ تخم کا لفظ ہر قسم کے گھاس اور بیلوں کو شامل ہے جو تنہ نہیں رکھتے۔ اور بعضوں نے تخم سے مراد ستارے لئے ہیں۔ بہر کیف اس جگہ ان اشیاء کے سجدہ سے مراد سجدہ تکوینی ہے کہ ان کی موجودہ حالت اپنے مقام پر چونکہ اپنے خالق کے وجود اور اس کی یکتائی کی دلیلیں ہیں۔ لہذا ان کا موجودہ حالت پر ہونا ان کا سجدہ ہے کہ وہ اپنی زبان بے زبانی سے اپنے خالق بے نیاز کی مدح و ثنا میں سرشار ہیں۔

وَضَعَ الْمِيزَانَ ۚ اس جگہ میزان کے معنی میں متعدد اقوال ہیں (۱) میزان سے مراد اشیاء کی مقدار معلوم کرنے کا آلہ ترازو وغیرہ (۲) میزان سے مراد عدل و انصاف ہے جس کے معیار پر پورا اترنے کا خدا نے حکم دیا ہے (۳) میزان سے مراد قرآن مجید ہے جو دین کی اصل و بنیاد ہے جس میں خداوند کریم نے اولیٰ عقلیہ و نقلیہ سے عقول کے لئے ضابطہ مستقیم کو اختیار کرنے کی دعوت دی ہے (۴) روایات اہل بیت میں حضرت علی علیہ السلام کو میزان قرار دیا گیا ہے کہ شریعت مقدسہ کی پیروی کا میزان حضرت علیؑ کی اطاعت ہے۔ بہر کیف عدل و انصاف کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے لازم آئے گا کہ انسان دنیاوی امور میں بھی ایک صحیح میزان کو قائم رکھے اور ظلم و جور اور بے راہ روی و بے انصافی سے بچ کر رہے۔ اور دینی معاملات میں بھی وہ راستہ اختیار کرے جو خداوند کریم کی خوشنودی کا پیش خیمہ ہو۔ پس قرآنی تعلیمات انسان کی دنیاوی و اخروی ہر دو زندگیوں کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن سے استفادہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اور پیغمبر نے بھی اُمت کو تنہا قرآن پر عمل کرنے کی دعوت نہیں دی بلکہ فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے اہل بیت۔ جب تک ان دونوں کی اطاعت کرتے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ اور حدیث ثقلین و یقین میں تو اتر کا درجہ رکھتی ہے پس ان فرامین سے نتیجہ یہ نکلا کہ محمد آل محمدؑ کی تعلیمات انسانی فلاح و ارتقاء کے لئے ایک ایسا میزان ہیں جس پر اچھائی و برائی کو غرب پر کھا جاسکتا ہے اور ان کی بدولت عدل و انصاف کے طریقوں کو اچھی طرح اپنایا جاسکتا ہے جس طرح کہ گذشتہ

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ ۝

انسان کو آواز کرنے والی خشک مٹی سے بنایا جو پختہ مٹی کی طرح تھی اور جنوں کو آگ کے متحرک شعلوں سے بنایا

امتوں میں ہر نبی اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے حق کی تعلیمات کو اپنانے کا میزان ہوا کرتا تھا۔ پس ارشاد قدرت ہے کہ میزان میں حد سے نہ بڑھو اور اس کے متعلق سرکشی نہ کرو۔ اور انصاف سے وزن کو قائم رکھو۔ یعنی دنیاوی و دینی امور میں اعتدال پسندی کو اختیار کرو تاکہ مقررہ میزان سے ہٹکنے نہ پاؤ۔

وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ - اس جگہ انام سے مراد تمام لوگ ہیں۔ اور بعضوں نے جن و انسان مراد لئے ہیں اور بعضوں نے تمام ذی روح بھی مراد لئے ہیں۔

ذَاتُ الْأَكْمَامِ :- کم کی جمع ہے۔ اور اس سے مراد وہ خلافت ہے جس میں میوہ و پھل بند ہوتا ہے جس طرح آج کل کی ایجادات میں ہر پھل کو محفوظ کرنے اور تادیر کارآمد بنانے کے لئے پکنیک کی جاتی ہے۔ اور نئے نئے طریقے اس کے لئے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ خداوند کریم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت شاملہ سے ان تمام پھلوں اور میوہ جات کو جن کے خراب ہونے کا خطرہ تھا۔ کتم عدم سے معرض وجود میں بھیجنے کا انتظام پکنیک کے ذریعے سے کیا تاکہ صحیح و سالم انسانوں کے ہاتھوں تک پہنچ سکیں۔ چنانچہ کھجوروں کا پھل بند شگوفوں میں نکلتا ہے۔ اور بعد میں اس سے شگوفوں کو دور کیا جاتا ہے تاکہ پھل کے پکنے میں دیر کاٹ نہ بنے اور بعض پھل تو پکنے کے بعد بھی اپنے قدرتی ڈبوں میں بند انسانی ہاتھوں تک پہنچتے ہیں۔ جیسے اخروٹ، بادام، چلغوزے کیلا۔ سنگترہ اور مالٹا وغیرہ۔ پس انسان خود ان کے چمکوں کو الگ کر کے میوہ و پھل سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ کی حکمت کاملہ ہے کیونکہ اگر یہ پھل کھلے رہتے تو سورج کی گرمی ہوا کی تیزی یا حشرات الارض یا ہوائی مخلوقات کی گرفت سے محفوظ نہ رہ سکتے۔ پس اس نے اپنے یہ قدرت سے اکثر پھلوں کو پیک کر کے انسانوں کے ہاتھوں تک پہنچایا والہد للہ رب العالمین وَالْحَبْ ۝ اس جگہ حب سے مراد غلہ ہے اور حصص سے مراد اس کی شاخیں کو نیلیں اور پتے ہیں جو خشک ہونے کے بعد بھوسہ کی شکل میں تبدیل ہو کر حیوانوں کی غذا بنتے ہیں اور ریمان سے مراد خالص دانہ ہے جو انسانوں کی خوراک ہوتا ہے۔

صَلْصَال - اس مٹی کو کہا جاتا ہے جس پر سے پانی پھر جائے اور خشک ہونے کے بعد اوپر سے گزرنے کی صورت میں اس میں کوئلہ کی سی آواز پیدا ہوتی ہے اور فقار اس مٹی کو کہتے ہیں جو آگ پر پختہ کر لی جائے جس طرح ٹینکدیاں وغیرہ۔

مَارِج :- وہ خالص آگ جس میں دھواں نہ ہو اور وہ حرکت کرتی ہوئی نظر آئے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مارج سے مراد وہ آگ ہے جس میں سرخ سیاہ اور سفید و حاریاں ہوں۔ پس خداوند کریم جنوں اور انسانوں کو اپنی اصلی خلقت سے آگاہ کر کے انکو تنبیہ فرماتا ہے کہ اے گروہ انسان اور اے گروہ جن تم دونوں اپنی تخلیق پر غور کرو۔ اور میری نعمات پر نظر ڈالو۔ پھر جواب دو کہ کس بنا پر تم میری نافرمانی کرتے ہو۔ اور اللہ کی کس کس نعمت کو تکذیب کر سکتے ہو۔ اور پوری سورت میں قَبَائِحِ الْآدَمِ وَتَجَا تَكْذِبُ کاتما کر تمام انسانوں اور جنوں کے لئے مسلسل یاد دہانی کے طور پر ہے۔ اور متعدد نعمات میں سے ہر ایک کے

مِّن نَّارٍ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۱۷﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ

پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کو جھٹلاتے ہو؟ وہ مشرقین و مغربین کا

رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۸﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۱۹﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

رب ہے پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ اس نے دو دریاؤں

ذکر کے بعد یہ فقرہ دہرایا گیا تاکہ لوگوں کے خفہ احساسات کو جگایا جاسکے اور اس کی خوابیدہ صلاحیت کو بیدار کیا جاسکے۔ اور اسی بنا پر یہ تکرار فصاحت کے خلاف نہیں بلکہ عین فصاحت ہے۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند کریم نے نار سموم کو پیدا کیا جس میں نہ گرمی تھی اور نہ اس میں دھواں تھا۔ پس اُس سے جان کو پیدا فرمایا۔ چنانچہ فرمایا: وَالْجَنَّاتِ خَلَقْنَا لَهُم مِّن قَبْلُ مِثْلَ تَائِي السَّمُومِ یعنی ہم نے جان کو اس سے پہلے نار سموم سے پیدا کیا۔ اور اس کا نام مارچ رکھا پھر اُس سے اس کی موٹ کو پیدا کیا جس کا نام مارچہ رکھا۔ اور ان دونوں سے جان کو پیدا فرمایا۔ اور جان کے بیٹے کا نام جن ہوا۔ اور اس سے جنوں کے تمام قبائل پیدا ہوئے جن میں سے ایک ابلیس بھی ہے۔ جان کی اولاد جوڑا جوڑا پیدا ہوتی رہی اور جن کی اولاد بھی اسی طرح نر و مادہ جوڑا جوڑا پیدا ہوتی رہی۔ پس ان کے نوے ہزار جوڑے پیدا ہو گئے۔ اور اس کے بعد اس قدر بڑھے کہ ذرہ ہائے ریگزار کے برابر ان کی تعداد ہو گئی۔ الحدیث۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ۔ چونکہ علم ہدایت والوں کے نزدیک سورج کا مدار ہر روز نیا ہوتا ہے اس لئے اس کے طلوع و غروب کا نقطہ ہر روز الگ الگ ہوا کرتا ہے۔ پس اس کا ہر مطلع مشرق کہا جاسکتا ہے۔ بنا بریں سال بھر میں سورج کے لئے تین سو اٹھ مطالع ہیں جو اس کے مشرق کہے جاسکتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں اسی قدر مغارب ہوتی ہیں۔ اور برج میزان میں داخلہ کے بعد چھ ماہ تک سورج کا طلوع نقطہ مشرق حقیقی یعنی خط استوا سے جنوب میں ہوتا ہے۔ جن میں تدریجاً ایک سو اسی مطالع ہیں۔ اور تین ماہ پلٹے ہوئے جب پورے چھ ماہ گزرنے کے بعد برج حمل پر پہنچتا ہے تو یہاں سے پھر شمال کی طرف تدریجاً چلا جاتا ہے اور ایک سو اسی مطالع کو چھ ماہ میں یعنی تین ماہ آتے ہوئے اور تین ماہ جاتے ہوئے طے کرتا ہے۔ پس خط استوا سے جنوبی مطالع کو ایک مشرق کہا جاتا ہے جو موسم سرما کے لئے ہے۔ اور شمالی مطالع کو دوسری مشرق کہا جاتا ہے جو موسم گرما کے لئے ہے اور ان کے مقابلہ میں موسم سرما اور گرما کی مغربیں بھی دو ہیں۔ اور بعض اوقات تمام مطالع کو مشرق اور تمام مغارب کو مغرب کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اور بعض مفسرین نے دو مشرقوں سے مراد مشرق شمس اور مشرق قمری ہے۔ اور اسی طرح مغرب شمس و مغرب قمری کے مقابلہ میں ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ۔ مرج کا معنی اختلاط یعنی آپس میں ملنا بھی ہوتا ہے۔ اور مرج کا معنی اپنے حال پر چھوڑ دینا بھی ہوا کرتا ہے۔ آیت مجیدہ میں خداوند کریم نے اپنی قدرت کے مناظر میں غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ دیکھو جہاں میٹھے اور تلخ پانی

يَلْتَقِينَ ۳۰ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِي ۳۱ فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا كُفُّوا عَنَّا وَلَا تَبْغُوا ۳۲

کو ملنے کا موقع دیا ان کے درمیان ایک برزخ ہے کہ تجاوز نہیں کر سکتے پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاتے ہو؟

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۳۳ فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا كُفُّوا عَنَّا وَلَا تَبْغُوا ۳۴

ان دونوں سے لؤلؤ اور مرجان نکلتے ہیں پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاتے ہو؟

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۳۵ فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا كُفُّوا عَنَّا وَلَا تَبْغُوا ۳۶

اور اس کے حکم سے پانیوں میں پہاڑوں کی طرح بلند کشتیاں چلتی ہیں پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو

والے دوسمندر یا دریا آپس میں ملتے ہیں تو تلخ تلخ رہتا ہے اور میٹھا میٹھا رہتا ہے۔ تلخ میٹھے پر غالب آتا ہے نہ میٹھا تلخ پر غالب آتا ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ موتی اور مونگے اسی جگہ سے نکلتے ہیں۔ جہاں شور اور شیریں پانی آپس میں ملتے ہیں۔

اور جس طرح ذی روح مخلوق میں نرمادہ کی ملاقات سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح میٹھے اور تلخ دو قسم کے پانیوں کی ملاقات موتیوں کو جنم دیتی ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے مراد آسمان و زمین کے دو پانیوں کا اجتماع ہے کہ آسمان سے قطرہ گرتا ہے تو سمندر میں صدف اپنا منہ کھول لیتی ہے۔ پس جو قطرہ اس کے پیٹ میں جاتا ہے وہ موتی بن جاتا ہے۔ پس چھوٹی صدف میں موتی چھوٹا اور بڑی صدف میں موتی بڑا ہوتا ہے۔ نیز مرغی یا دوسرے جانوروں کے انڈوں میں بھی غور و فکر کی گنجائش موجود ہے کہ وہاں بھی دو قسم کے پانی آپس میں ملتے ہیں جن کے درمیان ایک قدرتی حد ہوتی ہے کہ وہ پانی ایک دوسرے پر غالب نہیں آسکتے۔ زور زور رہتا ہے اور سفید سفید رہتا ہے اور ان سے اللہ کی مخلوق پیدا ہوتی ہے۔ اور روایات آل محمد میں اس کی تائید تواتر سے منقول ہے کہ علم و معرفت اور فضل و کمال کے دو دریا حضرت

امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہے۔ اور تفسیر برہان کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی بحر علم ہیں۔ اور جناب فاطمہ بھر نبوت ہیں۔ اور ان کی ملاقات سے جولولہ و مرجان پیدا ہوئے وہ حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔

الجوارِ المنشآت۔ جاریہ کی جمع ہے۔ اور اس کا معنی ہے کشتیاں جو کہ پانی میں جاری ہوتی اور چلتی ہیں۔ اور منشآت کی معنی ہے مرفعات یعنی بلند اور جاری منشآت سے مراد وہ کشتیاں ہیں جن کا بادبان بلند کیا جائے جو دور سے پہاڑ کی طرح دکھائی دیں۔ اور اس کے زور سے کشتیاں پانی کی لہروں کو چیرتی ہوئی تیزی سے سفر کی منازل کو طے کریں۔

كُلٌّ مِّنْ عِندِهَا۔ یعنی جو بھی زمین کے اوپر ہے وہ فانی ہے۔ اس جگہ ضمیر غائب کا اگرچہ مرجع مذکور نہیں

رُكْعٌ ۱۲ تاہم مراد اس سے زمین ہے۔ پس جس طرح یہ سب چیزیں عدم سے وجود میں آئی ہیں پلٹ کر ایک مرتبہ

آغوشِ عدم میں چلی جائیں گی۔

Presented by www.ziaaraat.com

تَكْذِبِينَ ﴿٢٦﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٧﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ

جھلالتے ہو جو بھی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور تیرے رب کا وجہ باقی رہے گا جو جلال و اکرام

وَالْاَكْرَامِ ﴿٢٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٢٩﴾ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي

والا ہے پس تم اپنے رب کی کن کن مہربانیوں کا انکار کر سکتے ہو؟ اس سے مانگتا ہے جو آسمانوں اور

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿٣٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

زمین میں ہے ہر دن وہ اپنی شان میں ہے پس تم اپنے رب کی کن نعمتوں کی تکذیب

وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ۚ عبد السلام بن صالح حردی (المعروف ابو الصلت حردی) سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کی۔ اے فرزند رسول! اس حدیث کا کیا مطلب ہے جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کے پڑھنے کا ثواب وجہ اللہ کی زیارت کے برابر ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو الصلت! جو شخص لوگوں کی طرح اللہ کا چہرہ ثابت کرے وہ کافر ہے۔ ہاں اللہ کے نبی و رسول اور اس کے حجج علیہم السلام اللہ کا وجہ ہیں کیونکہ یہ وہی ہیں جن کی بدولت اللہ کے دین اور اس کی معرفت کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے۔ اس جگہ آیت مجیدہ میں ہے کہ اللہ کا وجہ باقی رہے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات باقی رہے گی کیونکہ وجہ کا معنی ذات ہوا کرتا ہے۔ اور وہی ذات عظمت و جلال کی مالک اور انعام و اکرام کی مالک ہے۔ اور اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان آیات میں خداوند کریم اپنی نعمات کا تذکرہ کر کے بعد میں فرماتا ہے کہ تم کن کن نعمتوں کی تکذیب کر سکتے ہو؟ لیکن آیت مذکورہ میں تو تمام لوگوں کو فنا کا پیغام سنایا گیا ہے۔ اور فنا نعمت و وجود کے زوال کا نام ہے نہ کہ نعمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام انسانوں کو فنا کی خبر دے کر ان کو دنیا سے فانی نہ لگانے کی دعوت دی ہے اور آخری لازوال نعمات کی پیش کش فرمائی ہے اور یہ تنبیہ بھی غافل انسانوں کے لئے ایک نعمت و لطف ہے۔

يَسْأَلُهُ ۚ یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق کا حاجت روا رہی ہے لہذا آسمان والے بھی ہر وقت اسی سے مانگتے ہیں اور زمین والے بھی ہر دم اسی کے دریاے فیض سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور اسی سے ہی اپنی حاجات کا سوال کرتے ہیں۔ كُلَّ يَوْمٍ ۚ یہ مفعول فیہ ہے۔ یعنی اللہ کی ہر روز شان نزالی ہے۔ روزمرہ ہزاروں محل ٹھہرتے ہیں۔ ہزاروں بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہزاروں مرتے ہیں۔ کوئی تندرست ہے کوئی بیمار ہے۔ کوئی امیر ہے اور کوئی غریب ہے۔ اور وہ اللہ

جميع حالات میں غیر متغیر و لا زوال سب کا حاکم ہے

سَنَفَوْهُ ۚ فراغ کے دو معانی استعمال ہوتے ہیں (۱) قصد کرنا (۲) کسی کام سے فارغ ہونا۔ اس جگہ پہلا معنی مراد ہے

تُكَذِّبِينَ ﴿۳۱﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ ﴿۳۲﴾ يَا أَيُّ الْأَءِ رَبِّكُمْ

کر سکتے ہو ؟ اے جن وانس ہم تمہارے لئے عنقریب فارغ ہو جائیں گے پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کو

تُكَذِّبِينَ ﴿۳۲﴾ يَمَعْشَرُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ

جھلاتے ہو اے گروہ جن وانس اگر تمہارے بس میں ہے کہ نکل جاؤ زمین و آسمان

أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنِ ﴿۳۳﴾

کے اطراف سے تو بے شک نکل جاؤ لیکن تم نہیں نکل سکتے مگر طاقت سے (اور وہ ناممکن ہے)

یعنی ہم عنقریب بروزِ محشر تمہارا قصد کریں گے یعنی تم سے اپنے عقائد و اعمال کی بازپرس کریں گے یا یہ کہ جس طرح کوئی مصروف آدمی دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر کسی خاص کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ہم بھی عنقریب بروزِ محشر تمہاری طرف متوجہ ہو کر تمہاری خبر لیں گے۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ثقلان سے مراد ہم اور قرآن ہیں۔ اور جناب رسالت مآب نے ارشاد فرمایا اِنِّي نَارِكُ فَيْكُمْ الثَّقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ الْآخَرُ كِتَابُ اللَّهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِثْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرَدَا عَلَيَّ الْخَوْصُ۔ یعنی میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں ایک دوسری سے بڑی ہے۔ ایک کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور دوسرے میری عترت اہل بیت یہ دونوں آپس سے ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس خوص کوثر پہنچیں گے۔ اور مقصد یہ ہے کہ بروزِ محشر قرآن و اہل بیت کی مخالفت کرنے والوں سے بازپرس کی جائے گی۔ پس آیت مجیدہ میں اگر ثقلان سے مراد جن وانس ہوں تو معنی یہ ہوگا کہ اے جن وانس بروزِ محشر ہم تم سے خبر لیں گے۔ اور بازپرس کریں گے کہ قرآن و اہل بیت سے تم نے کیا سلوک کیا۔ اور اگر آیت میں مخاطب قرآن و اہل بیت کو قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اے قرآن و اہل بیت ہم بروزِ محشر تمہارے دشمنوں سے خبر لیں گے اور ان کو سزا دیں گے۔

إِنِ اسْتَطَعْتُمْ۔ یعنی آیت مجیدہ میں چلیج ہے کہ اگر تمہارے بس میں ہے کہ میری بازپرس سے بچنے کے لئے تم آسمان زمین کے اطراف سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہو تو بے شک بھاگ جاؤ لیکن تم یاد رکھو کہ ہرگز میری حکومت و سلطنت سے بھاگ کر تم کہیں نہیں جا سکتے کیونکہ تم جہاں بھی جاؤ گے وہاں میرا ہی ملک ہے۔ یعنی تم میری گرفت سے ہرگز نہ بچ سکو گے کیونکہ تمہارے پاس وہ طاقت و ہیبت نہیں جو تم کو میری گرفت و بازپرس سے بچا سکے۔ اس لئے کہ میں خالق ہوں اور تم مخلوق ہو۔ لہذا میری نافرمانیوں سے باز آ جاؤ۔

شَوَاطِلُ۔ آگ سے اوپر جو سبزی مائل ایک شعلہ نکلتا ہے اس کو شواظ کہتے ہیں۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۳۵﴾ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ شَوَاطِمٍ مِّنْ سَائِرٍ وَ

پس تم اللہ کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو؟ تم پر برسائے جائیں گے آگ کے شعلے اور پچھلا

نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ﴿۳۶﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۳۷﴾ فَإِذَا

ہوا تانہا پس تم اس کا بچاؤ نہ کر سکو گے تم اللہ کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو؟ پس جب

النُّشُقَاتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۸﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

آسمان پھٹ جائیں گے پس وہ تیل کی طرح گلابی رنگ کے ہو جائیں گے پس تم اللہ کی کن مہربانیوں

تُكَذِّبِينَ ﴿۳۹﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ﴿۴۰﴾ فَبِأَيِّ

کو جھٹلاتے ہو؟ پس اس دن انسانوں اور جنوں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہ پوچھا جائیگا پس تم اپنے

الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۴۱﴾ يُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَصِي

رب کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو؟ پہچانے جائیں گے مجرم لوگ اپنی علامتوں سے پس ان کو پیشانیوں اور قدموں

وَالْأَقْدَامِ ﴿۴۲﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۴۳﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي

سے پکڑا جائیگا پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کو جھٹلاتے ہو؟ یہ وہی جہنم ہے جس کا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند کریم اپنے بندوں کو ایک جگہ جمع کرے گا۔ پھر آسمان دنیا کو حکم دیگا تو اس کی تمام مخلوق حاضر ہوگی جو زمین پر بسنے والے جنوں۔ انسانوں اور فرشتوں کے مجبورے دو گنا ہوگی۔ پھر اسی طرح ساتوں آسمانوں کی مخلوق کو حاضر کیا جائے گا۔ پس تمام جنوں اور انسانوں کے ارد گرد فرشتوں کی سات دیواریں بن جائیں گی اور حکم ہوگا اے جن و انسان اگر تم میری حکومت سے نکل بھاگنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔ پس نہ نکل سکیں گے اور نہ اپنا دفاع کر سکیں گے۔

كَالِدِّهَانِ :- اس سے مراد وہ سفید رنگ ہے جو سرخی مائل ہو۔ اور دھان دھن کی جمع ہے۔ یعنی جس طرح تیل ایک دوسرے پر ڈالا جائے تو جو اس وقت اس کا رنگ ظاہر ہوتا ہے آسمان کی رنگت اسی جیسی ہوگی۔

لَا يُسْئَلُ :- قیامت کے مواقع الگ الگ ہیں۔ یہ ایک موقع ہوگا جہاں کسی سے کچھ نہ پوچھا جائے گا۔ کیونکہ سمیت عشر سے کسی کا ہوش اپنے ٹھکانے پر نہ ہوگا۔ اور دوسرے مواقع پر سوالات کئے جائیں گے۔ چنانچہ فرماتا ہے فَقَوْهُمْ اَنْتُمْ مُّسْتَوْكُونَ۔ یعنی ان کو ٹھہراؤ کہ ان سے ایک سوال کیا جاتا ہے۔ اور اس میں ایک قول یہ ہے کہ پوچھنے کی ضرورت

يَكْذِبُ بِمَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٣٢﴾ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ ۚ ﴿٣٣﴾

مجرم لوگ انکار کرتے تھے (وہ لوگ) اس (جہنم) اور سخت کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگاتے رہیں گے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ وَمِنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ﴿٣٥﴾

پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو؟ اور مقام پروردگار سے جو خون رکھے اس کے لئے دوباغ ہونگے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو وہ تم دسم کے سیوہ جات سے لدے ہونگے پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کا

تُكَذِّبِينَ ﴿٣٨﴾ فِيهِمَا عَيْنَتَا تَجْرِيَنِ ﴿٣٩﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾

انکار کرتے ہو؟ ان میں دو چشمے جاری ہوں گے پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو؟

نہ ہوگی کیونکہ اہل جنت کے چہرے نورانی ہوں گے اور اہل دوزخ کے چہرے سیاہ و بدنا ہوں گے۔ پس دیکھنے سے پتہ چل جائے گا کہ کون دوزخی ہے اور کون جنتی ہے۔ پس فرشتے علامات سے پہچان کر جنتیوں کو جنت کی طرف روانہ کر دیں گے۔ اور دوزخیوں کو سر اور قدموں سے پکڑ کر جہنم کے تنور میں جھونک دیں گے۔ اور امام رضا علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ جو شخص عقیدہ صحیحہ رکھتا ہو گا لیکن اس سے کچھ گناہ سرزد ہو چکے ہوں گے جن سے وہ دنیا میں توبہ نہ کر سکا ہو گا تو اُس کو عالم برزخ میں عذاب کیا جائے گا جس سے اس کے گناہوں کا بدلہ ہو جائے گا۔ قیامت کے روز اس سے اس کے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی کیونکہ وہ اس سے قبل برزخ میں ان کی سزا بھگت چکا ہو گا۔

يَعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ :- یعنی مجرم لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور آنکھیں زرد ہوں گی۔ پس جہانہ جہنم ان کو زنجیر جہنم سے اس طرح جکڑیں گے کہ ان کی پیشانی اور قدم اکٹھے ہو جائیں گے اور ان کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ يَكْذِبُ بِهَا :- حصنہ کو خطاب ہے کہ یہ وہ جہنم ہے جس کی کافر لوگ تکذیب کرتے ہیں۔ پس ایک طرف جلتی ہوئی آگ ہوگی۔ اور دوسری طرف کھولتا ہوا پانی ہوگا۔ پس ان کا ظاہری جسم آگ میں جلے گا۔ اور کھولتا ہوا پانی پیں گے تو ان کے اندر بھی آگ ہوگی۔ اور کسی وقت ان کو عذاب سے مہلت نہ دی جائے گی اور ان اصل میں الٰہی تھا اور اس کا معنی ہے سخت گرم جس کی گرمی انتہائی درجہ تک ہو۔

مَقَامَ رَبِّہ - یعنی مقامِ بینِ یدِ ربِّہ۔ مقصد یہ ہے کہ جو شخص دربارِ خداوندی میں پیشی کا خطرہ محسوس کر کے غرامت و شہوات کو کچل کر ستر و اعلانیہ میں اللہ کا اطاعت گزار بن جائے اُس کے لئے دو جنتیں (دوباغات) ہوں گے۔ ایک جنت عدن اور دوسری جنت النعیم کہ ایک اس کے اپنے لئے اور دوسری اس کے ازواج کے لئے

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٌ ۝۵۳ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۵۴

ان میں ہر سیوے کی دو قسمیں ہوں گی پھر تم اپنے رب کی کن کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو؟

مُتَكَبِّرِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَاطِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَّاتٍ جُنتَيْنِ دَانٍ ۝۵۵

وہ ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہونگے جن کا اندرونی حصہ دیباچ ہوگا اور ہر دو باغات کے پختہ پھل قریب ہوں گے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۵۶ فِيهِنَّ قَصْرٌ الطَّرَفُ لَمْ

پس تم اپنے رب کی کن کن مہربانیوں کی تکذیب کرتے ہو؟ ان میں آنکھیں جھکا کر چلنے والی (حوریں) ہوں گی جن کو ان سے

يَطْمِشْنَ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ۝۵۷ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۵۸

پہلے کسی انسان یا جن نے مس نہ کیا ہوگا پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاتے ہو؟

یاد رکھو کہ ایک کے محلات سولے کے اور دوسری کے چاندی کے ہوں گے۔ جن میں قسم و قسم کے میوہ جات ہوں گے۔ زاوران میں مسبیل و نسیم کے دو چٹے جاری ہوں گے۔ جن کا پانی کبھی گندا و میلان نہ ہوگا۔

ذُو جَان :- یعنی ہر ہر میوہ وہاں دو دو قسموں کا ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ مخالفہ کے طور پر کہا گیا ہو۔ یعنی ہر میوہ متعدد اقسام پر مشتمل ہوگا۔

بَطَاطِنُهَا :- یعنی جن بستروں پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے ان کا اندرونی حصہ استبرق (دیباچ) کا ہوگا تو اس کا بیرونی حصہ یقیناً اُس سے بھی اعلیٰ و ارفع ہوگا کہ جس کی زمی و دلکشی جنتی کے لئے مزید سرور و بہت کا اضافہ کرے گی۔

جَنَّاتٍ الْجُنتَيْنِ :- یعنی بہشتی کو پھل توڑنے کے لئے کوئی تکلیف و زحمت نہ ہوگی بلکہ باغات کے پھل اس کے قریب ہوں گے چاہے تو کھڑے ہو کر پھل توڑے اور چاہے تو بیٹھ کر حاصل کرے بلکہ اگر چاہے تو بستر پر لیٹا رہے اور مختلف پھل اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاتا رہے۔ گویا وہ جس شاخ سے پھل توڑنا چاہے گا وہ خود بخود اس کے قریب جھک کر پہنچ جائے گی نہ اُن میں کانٹے ہوں گے اور نہ سختی ہوگی۔ اور جَنَّاتِ لَعْنَتِ کے لحاظ سے پختہ پھل کو کہا جاتا ہے۔

قَصْرٌ الطَّرَفُ :- عورت کے حصے میں آنکھ کا شرمیلہ ہونا نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ اور حُورِ اِن جنت کی پروردگار نے یہی تعریف کی ہے کہ وہ شرمیلی آنکھوں کے ساتھ نظر جھکا کر چلنے والی ہوں گی۔

لَمْ يَطْمِشْهُنَّ :- طمٹ لعت کے لحاظ سے غور کو کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ حوریں باکرہ ہوں گی جن کے پردہ بکارت کا ازالہ نہ ہو چکا ہوگا۔ یعنی ان سے پہلے کسی جن یا انسان نے ان سے ہمبستری نہ کی ہوگی۔ اور یہ آیت اس بات کو ظاہر

کر رہی ہے کہ جنوں میں بھی انسانوں کی طرح نرمادہ کے ازدواجی تعلقات ہوا کرتے ہیں۔ پس آیت مجیدہ کا یہ معنی ہو

كَانَ مِنْ الْيَاقُوتِ وَالْمَرْجَانِ ۝۵۹ فَبَايَ الْآءِ رَبِّكََا تَكْذِبِينَ ۝۶۰

رجم کی لطافت و صفائی میں، گو یا کہ وہ یاقوت و مرجان ہونگی پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کو جھٹلاتے ہو؟

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝۶۱ فَبَايَ الْآءِ رَبِّكََا تَكْذِبِينَ ۝۶۲

احسان کی جزا نہیں مگر احسان پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو؟

وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَيْنِ ۝۶۳ فَبَايَ الْآءِ رَبِّكََا تَكْذِبِينَ ۝۶۴ مَدَّاهُمَا

اور ان کے علاوہ بھی دو بہشت ہوں گے پس تم اپنے رب کی کن نعمتوں کا انکار کرتے ہو؟ نہایت سرسبز

سکتا ہے کہ قوم جنات میں ہے جن کو بہشت میں اپنی قوم کی حوریں ملیں گی ان کو کسی جن نے ان سے پہلے مس نہ کیا ہوگا اور انسانوں میں سے جن کو اپنی صنف سے حوریں ملیں گی ان کو ان سے پہلے کسی انسان نے مس نہ کیا ہوگا۔

الْيَاقُوتِ وَالْمَرْجَانِ - یعنی زیاباش ملائمت اور صفائی میں حورانِ جنت کے اجسام یاقوت و مرجان کی طرح ہوں گے۔ اور مروی ہے کہ ریشمی سات جلتے پہننے کے بعد بھی اس کی پنڈلی کی پٹی کا مغز نظر آ رہا ہوگا۔ جس طرح یاقوت کے ہار میں افند کا تانا کا نظر آ رہا ہوتا ہے۔

جَزَاءُ الْإِحْسَانِ - اس کے معنی میں کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں (۱) دنیا میں جو بھی احسان دیکھ کرے گا آخرت میں اس کا بدلہ دیا جائے گا ۲۲ جو کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ زبان سے جاری کرے گا اور حضرت رسالت مآب کی تعلیمات پر عمل کریگا اس کی جزا جنت ہوگی۔ چنانچہ انس بن مالک سے مروی ہے جس نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے جس پر ہم توحید کا انعام کریں اس کو قیامت میں اس کی جزا جنت دیں گے (۳) جو شخص تم سے کسی پر احسان کرے اس کی جزا یہ ہے کہ اس پر تم بھی احسان کرو۔ یعنی اس کا شکریہ ادا کرو۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت مومن و کافر اور نیک و بد کو شامل ہے کہ جس پر بھی کوئی احسان کیا جائے اس پر اس کا بدلہ دینا ضروری ہے اور بدلہ یہ نہیں ہے کہ اس کے احسان کے برابر اس پر احسان کیا جائے بلکہ اس سے زیادہ کیا جائے ورنہ اگر تم اس پر اتنا ہی احسان کرو جتنا اس نے کیا تھا تو اس میں تباہی کوئی غری نہیں ہوگی کیا فضیلت اسی کی رہے گی جس نے پہلی کی تھی۔

جَنَّتَيْنِ - یعنی مذکورہ دو بہشتوں کے علاوہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے دو اور بہشتیں بھی ہوں گی تاکہ یہ تفریح کر سکتے ہوں اس کے سرور میں اضافہ ہو اور حضور سے مروی ہے کہ دو بہشتیں ہوں گی جن کے مولا اس کی تعمیر چاندی کی اینٹوں سے ہوگی اور دو بہشتیں ہوں گی جن کے مکانات کی تعمیر سونے کی اینٹوں سے ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابوالجیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر مومن مرد اور مومن عورت دو تو بہشت میں جائیں تو ان

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٦٧﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ لَصَّاخَتَيْنِ ﴿٦٨﴾ فَبِأَيِّ

پس تم اپنے رب کی کن ہرمانیوں کو جھٹلاتے ہو ؟ ان میں دو چشمے پھوٹنے والے ہوں گے پس تم

الآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٦٨﴾ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرِيَّانٌ ﴿٦٩﴾

اپنے پھر دو گار کی کن نعمتوں کا انکار کرتے ہو ؟ ان میں میوہ جات اور کھجوریں و انار ہوں گے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٦٩﴾ فِيهِمَا خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾

پس تم اپنے رب کی کن نعمتوں کو جھٹلاتے ہو ؟ ان میں عمدہ حسین (عورتیں) ہوں گی

کی حقیقت میں رہائش کیسی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مرد کا درجہ بلند ہوگا تو اسے اختیار دیا جائے گا۔ پس اگر وہ اس عورت کو پسند کرے گا تو اس کو مل جائے گی۔ اور اگر عورت کا درجہ بلند ہوگا تو اس کو اختیار دیا جائے گا۔ پس اگر اس نے اسی مرد کو پسند کیا تو وہ مرد اس عورت کو مل جائیگا۔ اور جنّت کے اعلیٰ درجے میں دونوں کی رہائش ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا جنّت کو ایک نہ کہو۔ چنانچہ آیت مجیدہ میں اس کا تعدد ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح درجہ بھی ایک نہیں بلکہ درجات ہیں ایک دوسرے سے ملاقات کی خواہش کریں گے تو پچھلے درجہ والے اوپر کے درجے میں نہ پہنچ سکیں گے بلکہ اوپر کے درجے والے اگر چاہیں گے تو پچھلے درجے والوں سے آکر ملیں گے۔

هٰذَا مَثَلٌ - دُھمّہ کا معنی سیاہی ہوتا ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ وہ باغات سرسبز و شادابی میں سیاہی نائل ہوں گے۔

لَصَّاخَتَيْنِ - لَصّ اور لَصّج میں فرق یہ ہے کہ لَصّج حار کے ساتھ ہوتا ہے لَصّاخہ قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکنا۔ اور لَصّج سرد کے ساتھ ہوتا ہے لَصّاخہ کثرت اور سرد کے ساتھ پانی کا ٹپکنا اس جگہ غاء کے ساتھ ہے یعنی ان دونوں چیزوں سے پانی اچھل اچھل کر زور سے نکل رہا ہوگا جس میں عتبر و کتوری کی سی خوشبو ہوگی۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ - کھجور اور انار اگرچہ میوہ جات میں داخل ہیں لیکن آیت مجیدہ میں فَاكِهَة کے بعد نخل اور رمان کا ذکر ان ہر دو کی اہمیت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

رِيَّانٌ - دراصل یہ رَمّ یا رَمّ سے ہے جس کا معنی ہے اصلاح کرنا۔ چونکہ یہ دل کی اصلاح کرتا ہے اس لئے اس کو رمان کہا جاتا ہے۔

خَيْرَاتٌ - خیرہ کی جمع ہے۔ اور مرد کے لئے خیر کا استعمال ہوتا ہے جس کی جمع خیار و اخیار آیا کرتی ہے۔ اور اس کا اصل معنی خیر و اعلیٰ و پاکیزہ اظہار کیا جاتا ہے۔ اور حسان کا معنی نوبر و سب سے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ سبائی کا تکرار نہیں ہے۔ بلکہ ان سے مراد دنیا کی عورتیں ہیں جو جنّت میں حور العین سے بدرجہا بہتر ہوں گی۔ اور حضرت

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿۴۲﴾ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۴۳﴾

پس تم اپنے رب کی کن نعمتوں کو بھٹلاتے ہو؟ سیاہ چشم سینائیں جو خیام میں محفوظ ہوں گی امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جنت میں ایک نہر ہے جو کثر سے نکلتی ہے۔ اور اس کا نام خیر ہے اور کثر ساق عرش سے نکلتا ہے جو اوصیاء کی قیام گاہ ہے۔ اور ان کے شیعہ بھی وہاں ہوں گے۔ اور اس نہر کے دونوں کناروں پر حوران جنت ہوں گی۔ جن کو اسی نہر کے نام کی مناسبت سے خیرات کیا جاتا ہے۔ جب ایک مومن دوسرے کو جزا اللہ خیراً کہتا ہے تو گویا وہ اس کے لئے اسی مرتبہ کی دعا کرتا ہے۔ اور زجاج سے منقل ہے کہ خیرات اصل میں خیرات تھا اور تخفیف کر کے اس کو خیرات بنایا گیا ہے۔

حُورٌ۔ حوراء کی جمع ہے جن کا معنی سیاہ چشم حسینہ ہوا کرتا ہے۔ اور عین جو عیناء کی جمع ہے۔ اس کا معنی کشادہ چشم ہوتا ہے۔ اور حور عین کا معنی وہ عورتیں جن کی آنکھوں میں کشادگی کے علاوہ ان کا سفید حصہ نکھر ہوا سفید ہو۔ اور سیاہ حصہ پورا سیاہ ہو۔ اور آنکھوں کے حن میں یہ صفت اضافے کا باعث ہوتی ہے۔ اور مروی ہے کہ جب جنت کی حوریں ترم میں اپنی عمدگی بیان کریں گی تو دنیا کی مومن عورتیں جو اپنے مومن مردوں کے ساتھ جنت میں ہوں گی۔ اور ان کا حن جنت میں حوران جنت سے کہیں زیادہ ہوگا۔ وہ ان کے جواب میں ترم کے ساتھ اپنی صفات حسنہ کو بیان کریں گی۔ اور ان کی آواز میں وہ حن ہوگا کہ جنتی عروں پر غالب آجائیں گی۔ اور مومن اپنی پوری عیش و انبساط کے ساتھ لذت و سرور سے بہرہ ور ہوں گے۔

مَقْصُورَاتٌ (یعنی وہ حوریں اپنے اپنے خیموں میں ہوں گی۔ اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ حوران جنت کا ایک ایک خیمہ سفید موتی کا ہوگا جس کے اندر کافی وسعت ہوگی۔ جس میں مومن کے لئے الگ الگ آرام گاہیں بنی ہوں گی۔ اور بروایت انس آپ سے مروی ہے کہ میں شبِ معراج ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر مرجان کے خیمے نصب تھے۔ اور مجھے سلام کی آواز پہنچی۔ میں نے جبریل سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ حوران جنت ہیں جو آپ کو باذن پروردگار سلام کر رہی ہیں۔ اور وہ کہہ رہی تھیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کہ ہم پر موت نہ آئے گی۔ ہم میں وہ دل کشی ہے جس سے کبھی اکتاہٹ نہ ہوگی۔ اور ہم شریف و نیک لوگوں کے لئے مخصوص ہیں۔ اور تفسیر برہان میں ہے کہ حوران جنت یا قوت و مرجان کے خیموں میں ہوں گی کہ ہر خیمہ کے چار دروازے ہوں گے اور ہر حور کے لئے ہر دروازے پر ستر ستر کنیزیں خوشنور و خوشنہ چاق و چوبندان کے حکم میں پابند ہوں گی۔ ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خداوند کریم نے حوران جنت کو جنت میں ہی پیدا کیا۔ اور ہر حور ستر ستر محلہ ہائے جنت میں ملبوس ہوگی۔ اور وہ اس قدر حسین ہوں گی کہ ان کی پٹلی کی ہڈی کا مغز بھی ستر ستر محلوں کے باوجود نظر آ رہا ہوگا جس طرح سرخ پانی ٹیشے کے سفید برتن سے نظر آ رہا ہوتا ہے۔ اور ہر جنتی میں ایک ایک سومر کے

فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ﴿٤٥﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ﴿٤٦﴾

پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو جن کو ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے مس نہ کیا ہوگا

فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ﴿٤٧﴾ مَتَكِّئِينَ عَلَى رُفْرٍ خُضِرَ وَعَبْقَرِيٍّ

پس تم اپنے رب کی کن مہربانیوں کا انکار کرتے ہو وہ تکیہ لگانے والے ہوں گے سبز ریشمی بھونڈوں پر اور خوبصورت عمدہ

حِصَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبَايَ الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ﴿٤٩﴾ تَبَارَكَ اسْمُ

بستروں پر پس تم اپنے رب کی کن نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو؟ بابرکت ہے تیرے پروردگار کا نام

رَبِّكَ ذِي الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٤٩﴾ ۱۳۶

جو جلال و اکرام کا مالک ہے

برابر طاقت ہوگی اور وہ ان سے لذت اندوز ہوگا اور بہتری کے بعد بھی ایسا معلوم ہوگا کہ ان کو کسی نے مس تک نہیں کیا یعنی وہ ہمیشہ عروسوں کی طرح تازہ و شکفتہ رہیں گی۔ اور مرد بھی اسی طرح ہمیشہ تازہ دم اور خوش باش رہے گا۔ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ: یہ تکرار اس لئے ہے کہ حورانِ جنت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک وہ جو شرمیلی آنکھوں کو جھکائے ہوئے چل پھر رہی ہوں گی۔ اور دوسری وہ جو اپنے خیام کے اندر اپنی آرام گاہوں پر اپنے حسن و سنگار کے ساتھ جلد گرہوں کی تاک جنتی آدمی خیمہ کے اندر جائے یا باہر سیر و تفریح کے لئے نکلے اُسے ہر طرف بہار ہی بہار نظر آئے۔ اور ہر جگہ اس کی دل لگی کا انتظام موجود ہو۔ پس یہ ہر دو قسم کی حوریں نئی نوپلی ہوں گی جن کو ان سے پہلے کسی نے مس تک نہ کیا ہوگا۔ اور ان میں خوبی یہ ہوگی کہ یہ ہمیشہ اسی طرح نوبیاہتی دلہن کی طرح نئی نوپلی رہیں گی۔

زُفْرَتٍ - اس کا معنی تروتازہ یا آرامگاہ یا سرمانہ کیا گیا ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس کا معنی باغاتِ جنت کیا ہے اور اور اس کی واحد زُفْرَةٌ ہے۔

عَبْقَرِيٍّ - اس کا معنی عمدہ و خوبصورت سنہرے یا دیباچہ کیا گیا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہر نقش لباس کو عبقری کہا جاتا ہے۔ اور بعضوں نے تعیم کے یہاں تک کہا ہے کہ ہر وہ شے جس کی عمدگی و فائز میں حدتِ جودت ہو اس کو عبقری کہا جاتا ہے۔

آج ۹ ربیع الاول بوقت ساڑھے سات بجے صبح بروز بدھ مطابق ۳ اپریل ۱۴۱۷ھ سورہ الرحمن کی تفسیر سے

فارغ ہوا ہوں - والحمد للہ

سُورَةُ الْوَاقِعَةِ

یہ سورہ مکیہ ہے۔ صرف ایک آیت مانی ہے۔

آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر ستانوے بنتی ہے۔

حضرت رسول اللہ نے فرمایا جو شخص سورہ واقعہ کی تلاوت کرتا رہے وہ غافلین میں سے شمار نہ ہوگا۔

آپ نے فرمایا جو شخص دنیا و آخرت اہل بہشت و اہل دوزخ اور اولین کے حالات جانا چاہے وہ سورہ واقعہ کو پڑھے ابن مسعود کی بیماری پرسی کے لئے عثمان آیا تو اس نے پوچھا تجھے کیا شکایت ہے؟ ابن مسعود نے کہا کہ اپنے گناہوں کی شکایت ہے۔ پھر پوچھا اب کیا چاہتے ہو؟ تو ابن مسعود نے کہا رحمت پروردگار چاہتا ہوں۔ عثمان نے پوچھا کہ کسی طبیب کا انتظام کر دو؟ تو ابن مسعود نے کہا کہ طبیب ہی نے تو بیمار کیا ہے۔ عثمان نے کہا کچھ رقم دے دوں ابن مسعود نے جواب دیا جب ضرورت تھی تو تو نے کچھ نہ دیا۔ اب ضرورت نہیں رہی تو تم سخاوت کر رہے ہو میں نہیں لینا چاہتا، عثمان نے کہا اپنی بچیوں کے لئے لے لو۔ ابن مسعود نے کہا میں نے ان کو سورہ واقعہ یاد کرا دی ہے اور حضور سے میں نے سنا تھا کہ جو شخص ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کرتا رہے وہ فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہوگا

(مجمع البیان)

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص ہر رات سونے سے پہلے سورہ واقعہ کو پڑھے روزِ محشر وہ بارِ خداوندی میں اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ہر شب جمعہ سورہ واقعہ کو پڑھے خدا کا محبوب ہوگا اور خدا اس کو لوگوں کا بھی محبوب بنا دے گا اور دنیا میں کبھی فقر و فاقہ اور رنج و غم کو نہ دیکھے گا اور وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھیوں میں ہوگا۔

منقول ہے کہ یہ سورہ مجیدہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے (برہان)

حضرت رسالت مآب سے منقول ہے کہ اگر اس کو لکھ کر گھرنیں رکھا جائے تو خیر و برکت میں اضافہ ہوگا۔ نیز وسعتِ رزق و توفیق۔ زیادتیِ محفظ مقبولیت اور ازالہ فقر کے لئے اس کا ہمیشہ پڑھنا بہت مفید ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کے کافی غرائظ منقول ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ میت پر پڑھی جائے تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور مرنے والے پر پڑھی جائے تو اس کا روح آسانی سے قفسِ ہوتا ہے (برہان)

نوائد القرآن میں وسعتِ رزق کے لئے امام زین العابدین علیہ السلام سے اس کا عمل اس طرح منقول ہے کہ سننے چاند کی پہلی سووار کی رات اسکو پڑھنا شروع کرے کہ پہلی رات، آئندہ دوسری رات دوسری تہتی کہ چودھویں رات چودہ تہتی کہ پڑھے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ② لَيْسَ لَوْقَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ③ خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ ④

جب قائم ہوگی قیامت اس کے قائم ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں بچا کرنے والی بلند کرنے والی ہوگی

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ :- اس کی نحوی ترکیب میں چند اقوال ہیں - (۱) اذا ظرف ہے - اور اس کا عامل لیس نہیں بلکہ اس سے جو نفی کا معنی سمجھا جاتا ہے - وہ اس کا عامل ہے یعنی لایکون لوقعتھا کاذبۃ اور خود لیس اس لئے اذا کا عامل نہیں کیونکہ لیس نفی حال کے لئے ہے اور اذا کا معنی استقبال کے لئے ہے (۲) اذا کا عامل مخذوف ہے - یعنی فَاَزَالُ الْمُؤْمِنُونَ وَخَسِرَ الْكَافِرُونَ إِذَا وَقَعَت - یعنی جب قیامت قائم ہوگی تو مومن کامیاب اور کافر ناکام و رسوا ہوں گے (۳) ابو علی نحوی کا قول ہے کہ اذا شرط ہے اور خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ مبتدا مخذوف کی خبر ہے - اور فاء جزائیہ بھی مخذوف ہے - یعنی فِیْهَا خَافِضَةٌ قَوْمًا وَرَافِعَةٌ قَوْمًا اور معنی یہ ہوگا کہ جب قیامت قائم ہوگی - جس کے قائم ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں وہ ایک قوم کو یعنی جنتیوں کو بلند کرے گی - اور ایک قوم کو یعنی دوزخیوں کو پست کرے گی - اور اس کے بعد إِذَا رَجَّتِ الْأَرْضُ حُنْطٌ بَلَّ ہے إِذَا وَقَعَت سے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ إِذَا رَجَّتِ كَاغِلٌ يَقَعُ مخذوف ہو - یعنی قیامت اس وقت واقع ہوگی جب زمین پر زلزلہ آئے گا - اور یہ بھی ممکن ہے کہ إِذَا رَجَّتِ إِذَا وَقَعَتِ کی خبر قرار دیا جائے - یعنی قیامت کے وقوع کا وقت وہی ہوگا - جو اس کے زلزلے کا وقت ہوگا - چنانچہ ابن جنی کا قول بھی ہے کہ إِذَا كَوْنُ طَرَفِیَّتِ کے معنی سے الگ کیا جاسکتا ہے - پس اس جگہ إِذَا كَوْنُ طَرَفِیَّتِ قرار دے کر اس کے لئے عامل کے تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ پہلا اذا مبتدا ہے - اور دوسرا اذا اس کی خبر ہے - اور واقعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسے آرزو -

لَيْسَ لَوْقَعَتِهَا كَاذِبَةٌ - یہاں کاذب اسم فاعل کا صیغہ نہیں بلکہ مصدر ہے جس طرح عافیدہ و عاقبہ - یعنی جب ہونے والی بات ہوگی جس کے ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں - اور یہ جملہ حال ہے اور جن لوگوں نے خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے وہ ان کو بھی دوسرا اور تیسرا حال قرار دیتے ہیں اور معنی بالکل واضح ہے -

خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ :- (۱) ابن عباس کا قول ہے بعض کو بلند اور بعض کو پست کرے گی (۲) حسن نے کہا ہے ایک قوم کو جہنم کی پستی کی طرف لے جائے گی - اور دوسری قوم کو جنت کی بلندی نصیب ہوگی (۳) جو لوگ دنیا میں متکبر اور بلند مرتبہ تھے ان کو ذلیل ہو کر جہنم کی پستی میں دھکیلا جائے گا - اور جو لوگ دنیا میں ذلیل اور پست سمجھے جاتے تھے ان کو ایمان و عمل کی بدولت جنت الفردوس کی بلندی نصیب ہوگی -

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا ۝ وَلَبَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ

جب جھکایا جائیگا زمین کو سخت جھٹکا اور ریزہ ریزہ کیا جائے گا پہاڑوں کو کہ وہ فضا میں پھیلے ہوئے

هَبَاءً مُنْبِتًا ۝ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۝ فَأَصْحَبُ الْمُئِمَّنَةُ

ذرات بن جائیں گے اور تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے اصحاب میمنہ

مَا أَصْحَبُ الْمُئِمَّنَةُ ۝ وَأَصْحَبُ الْمُشْمِئَةِ مَا أَصْحَبُ الْمُشْمِئَةِ

کیا کہنا اصحاب میمنہ کا ؟ اور اصحاب شمشہ کیا ہیں اصحاب شمشہ ؟

إِذَا رُجَّتِ - ترکیب کے لحاظ سے یا تو پہلے اذ سے بدل ہے یا اس کی خبر ہے یا یقع فعل محذوف کا مفعول ہے اور ر ج کا معنی سخت قسم کا زلزلہ ہوتا ہے اور ارتجاج کا معنی کانپنا ہوتا ہے۔

وَلَبَّتِ الْجِبَالُ - لبت کا معنی ہے ریزہ ریزہ ہونا اور هَبَاءً اُن ذرات کو کہا جاتا ہے جو دھوپ میں پھیلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ کرہ میں کسی روشندان یا کھڑکی کے ذریعے سے داخل ہونے والی دھوپ میں نظر آتے ہیں یعنی قیامت کے زلزلہ کے بعد زمین ایک پتیل سیدان کی طرح ہو جائے گی کہ ٹردے اس کے شکم سے باہر نکل آئیں گے اور پہاڑ ذرات بن کر فضا میں بسیط بن کر بکھر جائیں گے۔

فَأَصْحَابُ الْمُئِمَّنَةِ - یعنی وہ لوگ جن کو اعمال النامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ میمنہ سے مراد مین و برکت ہو۔ یعنی اطاعت خدا کی وجہ سے وہ لوگ مین و برکت کے مالک ہوں گے۔ پس اصحاب المیمنہ مبتداء واقع ہے اور اس کے بعد ما اصحاب المیمنہ اس کی خبر ہے اور ما استفہامیہ ہے یعنی کیا شان ہوگی اصحاب میمنہ کی ؟ اور یہ تعجب کے لئے ہے۔ اسی طرح اس کے بعد اصحاب المِشْمِئَةِ مبتداء اور ما اصحاب المِشْمِئَةِ اس کی خبر ہے اور تعجب کے معنی کو ظاہر کیا گیا ہے۔

تفسیر: ہاں میں اصبح بن نباتہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امیر المومنین علیہ السلام

تین گروہوں میں تقسیم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ لوگوں کا خیال ہے کہ مومن زنا نہیں کیا کرتا مومن شراب نوشی نہیں کرتا۔ مومن سو و خوار نہیں ہوتا اور مومن خون ریزی نہیں کرتا۔ اور میرا بعض اوقات دل تنگ ہوتا ہے۔ جب یہ سوچتا ہوں کہ ایک شخص ہم جیسا نمازی بھی ہو۔ دعائیں بھی مانگتا ہوں۔ ہمارے ساتھ سلسلہ نکاح بھی رکھتا ہو۔ اور احکام وراثت میں بھی ہمارے ساتھ شریک ہو۔ اور باوجود اس کے کہ کسی ایک گناہ کی وجہ سے ایمان سے نکل جائے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے سائل کی بات کو سن کر فرمایا کہ تو نے سچ کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے۔ اور قرآن مجید کی آیت میں اس کی دلیل موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے سورہ واقعہ کی ان آیات کی تلاوت فرمائی کہ خداوند کریم نے لوگوں کو تین طبقات میں تقسیم فرمایا ہے۔ پس وہ لوگ جو سالفین ہیں۔ ان سے مراد انبیاء ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نہ ہوں۔ اور

مِمَّا يَخْتَارُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتُمُونَ ﴿٢١﴾ وَحَوْرٍ عَيْنٍ ﴿٢٢﴾

میرہ جات ہر گئے جو وہ چاہیں گے لے لیں گے اور پرندوں کا گوشت جو انکی خواہش ہوگی اور سیاہ و کشادہ چشم غور تیں

كَامْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾

جو محفوظ موتیوں کی طرح ہوں گی یہ بدلہ ہوگا اس کا جو عمل کرتے تھے (دنیا میں)

سبقت لینے والے تھے تو مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کے قریب نماز میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی اور آیتوں کے زمانہ میں ایسے لوگ کم ہونگے جو سابقین کی صفات سے موصوف ہوں اور روایت سابقہ کے ماتحت اولین میں سے پہلے مومن آل فرعون اور حبیب بنجار ہیں اور آخرین میں سے حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

مَوْضُوعًا ۖ - یعنی تسبیح اور مغسرتی نے کہا ہے کہ ان کے تختوں میں سونے اور چاندی کی تاروں سے بنائی کی ہوئی ہوگی۔ پس وہ بڑے آرام و پرہیز سے شاناز ٹھاٹھ کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اور جنتی ملازمین حورو و غلمان غریبات کی اشیاء ہاتھوں میں لے کر ان کے درمیان پھرتے رہیں گے۔ جس طرح کسی شاہی مہمان خانے میں دسترخوان پر حاضر ہونے والے مہمان اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور سرکاری ملازمین ہاتھوں میں ڈونگے پلٹیں اور دیباغیہ افتی ضروریات کی اشیاء لئے ہوئے ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہیں تاکہ جس مہمان کی طبیعت جو کچھ پسند کرے۔ اس کے سامنے فوراً حاضر کر دیا جائے۔

يَعْبَدُونَ - یہ صداع سے ہے جس کا معنی سر دردی ہو اگر تاہم یعنی بہشت کے شراب میں یہ نقص نہیں ہوگا۔

يُتْرَقُونَ - یعنی جس طرح دنیاوی شراب میں نشہ اور فتر عقل ہوتا ہے وہاں یہ عیب نہ ہوگا۔

وَقَارِحَةً - اس کا عطف اکواب پر ہے۔ یعنی جنتی غلمان کے ہاتھوں میں میرہ جات کے طشت ہوں گے۔ جن میں سے جنتی لوگ اپنی اقتاد و طبیعت کے ماتحت جو چاہیں گے اٹھالیں گے۔ اسی طرح پرندوں کا بھونا ہوا گوشت بھی پیش کریں گے۔ اور وہ لوگ اپنی خواہش پسند کے مطابق لیں گے۔ اور کھائیں گے۔ غرضیکہ جس بہشتی کے دل میں جو خواہش پیدا ہوگی اسی وقت غلمان اُسے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے سامنے آجائیں گے۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عالم ازل میں جب خداوند کریم نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ان کے سامنے ایک آگ کی سی روشنی پیدا کی اور حکم دیا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ پس سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ حضرت علی مرتضیٰ حضرت حسن حضرت حسین اور آئمہ طاہرین یکے بعد دیگرے اُس میں داخل ہوئے اور ان کے بعد ان کے شیعیہ داخل ہوئے۔ پس وہی سابقین ہیں۔

وَحَوْرٍ عَيْنٍ - اس کا عطف غلمان پر ہے۔ یعنی خدائی دسترخوان پر تناول کرنے والے بہشتی لوگوں کے لئے حورو و غلمان ادھر ادھر گشت لگا رہے ہوں گے۔ محمد جمع خدا کی ہے جس کا معنی۔ سے سیاہ چشم۔ اور عین جمع ہے عینا کی جس کا معنی

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾

نہ سنیں گے اس میں لغویات اور نہ گناہ کی طرف نسبت البتہ ایک دوسرے سے سلام کا خطاب سنیں گے

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ

اور اصحاب الیمین کیا کہنا اصحاب الیمین کا ؟ کہ کانٹوں سے پاک دھات بیڑیوں

ہے کشادہ چشم

الْمَكْنُونِ ۱۔ وہ موتی جو صندوق میں بند ہو اور اس کو کسی نے چھوا تک نہ ہو۔ یعنی ان کو لورو مکنون کی طرح کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔

لَا يَسْمَعُونَ ۲۔ یعنی بہشتی لوگ جنت میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے۔ اور نہ کسی سے یہ سنیں گے کہ تم نے گناہ کیا ہے۔ کیونکہ وہاں گناہ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ جب سنیں گے تو اپنے دوسرے مومن بھائیوں کی جانب سے بدیہ سلام کی آواز سنیں گے۔

سَلَامًا ۳۔ یہ مفعول مطلق ہے اور اس کا عامل محذوف ہے یعنی سَلَّمَكَ اللَّهُ سَلَامًا گویا کہ پہلا سلاما عامل ہے۔ سَلَّمَكَ اللَّهُ کے معنی میں۔ اور دوسرا مفعول مطلق ہے۔ اور پورا جملہ قیلًا سے بدل ہے۔ اور قیل قول کے معنی میں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سَلَامًا قیلًا کی صفت ہو۔ اور یہ احتمال بھی ذکر کیا گیا ہے کہ سَلَامًا مفعول ہے قیلًا کا۔

أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۴۔ تفسیر برہان میں حضرت رسالت مآب سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ جب خدا نے لوگوں کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا تو میں ان کی بہترین قسم میں تھا۔ چنانچہ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال میں سے میں اصحاب الیمین میں سے ہوں۔ اور ان سے افضل ہوں۔ پھر جب اللہ ان کو تین گروہوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے اُس نے بہترین قسم میں قرار دیا کہ

سابقون اصحاب الیمینہ اور اصحاب المنتہ میں سے میں سابقون میں سے ہوں۔ اور ان سے افضل و برتر ہوں۔ اور جب اللہ نے لوگوں کو شرب و قبال میں تقسیم فرمایا تو مجھے بہترین قبیلہ میں قرار دیا اور فرمایا اَفْأَسَيْتُمْ وَلَدَ آدَمَ وَ أَكْرَمَهُ عَلَى اللَّهِ وَلَا فَخْرَ ۵۔ یعنی میں اولادِ آدم کا سردار اور ان میں سے کریم تر ہوں۔ اور یہ کوئی فخر نہیں بلکہ

حقیقت ہے اس کے بعد جب قبال کو اس نے بیوت میں تقسیم فرمایا تو مجھے بہترین بیت میں رکھا جس کے متعلق ارشاد فرمایا إِنَّمَا يَرِيءُ اللَّهُ لِيَذْهَبَ عَنْكُمْ الدِّجْسُ أَهْلُ الْبَيْتِ الخ اور میں اس بیت والوں سے افضل ہوں۔

فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ ۶۔ وہ برہمنی کا درخت جس کے کانٹے جھڑے ہوئے ہوں۔ یعنی بہشت میں اس جنس کے درخت ہوں گے لیکن ان کا پھل بدرجہا لذیذ و نفیس ہوگا اور طعم کا معنی بڑا درخت اور یہاں مراد اخروٹ کا درخت ہے۔ اور مسنود کا معنی ہے کہ وہ نہایت گھنے اور سایہ دار ہوں گے۔

وَطَلَحَ مَنُضُودٍ ۲۹ وَظِلَّ مَمْدُودٌ ۳۰ وَمَاءٌ مَّسْكُوبٌ ۳۱ وَ

اور گھنے درختوں کے سایہ میں ہونگے آمد و رفت تک پھیلا ہوا سایہ اور جاری پانی اور

فَاِكْهَمَ كَثِيرَةً ۳۲ لَأَمَقُطُوعَةٍ وَلَا مَنُوعَةٍ ۳۳ وَفُرُشٍ

کافی سیرہ جات جن کا نہ موسم ختم ہوگا اور نہ نایاب ہوں گے اور عورتیں جن کی قدر و قیمت

مَرْفُوعَةٍ ۳۴ اِنَّا اَلْشَّانَاهُنَّ اِنْشَاءً ۳۵ فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا ۳۶

بلند ہوگی جن کو ہم نے اپنی قدرت سے پیدا کیا اور ان کو باکرہ قرار دیا

فَوُشٍ مَّرْفُوعَةٍ - اس کا معنی عالی شان بستر ہے بھی کیا گیا ہے۔ لیکن سیاق و سباق کے لحاظ سے اس کا معنی عورتیں لینا مناسب ہے۔ اور احادیث میں بھی عورت کو مرد کا فراش قرار دیا گیا ہے اور مرفوعہ سے مراد یہ ہے کہ حسن و جمال اور خلق و اعمال کے لحاظ سے وہ بلند پایہ و بلند قیمت ہوں گی۔ اور بعد والی آیت بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ ہم نے ان کو پیدا کیا اور باکرہ قرار دیا کہ ہر دفعہ وہ باکرہ ہی معلوم ہوں گی۔

عُوبًا - عروب کی جمع ہے یعنی وہ عورت جو مرد سے زیادہ محبت کرنے والی اور مرد کو بہت زیادہ چاہنے والی ہو۔

اَقْرَابًا - اس کا معنی ہمسرا کرتا ہے۔ اور یہ عورتوں کی صفت ہوتا ہے جس کا معنی ہے سہیلیاں یعنی وہ سب عورتیں ایک دوسری کے لئے سہیلیوں کی طرح ہوں گی۔

تفسیر بان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث طویل میں منقول ہے کہ جب مومن داخلہ جنت

دروازہ جنت پر پہنچے گا تو اس سے جنت میں داخلہ کا اجازت نامہ طلب کیا جائے گا چنانچہ جب

وہ اس اجازت نامے سے داخل جنت ہوگا تو سامنے صفت بھفت درختوں کی لائیں ہونگی جیسے ہر دو طرف بیٹھے چشے

جاری ہوں گے تو دیکھ کر مسرور ہوگا۔ پس ایک چشے سے غسل کرے گا جس کی بدولت وہ کبھی کسی مرض و درد میں مبتلا نہ ہوگا

اور دوسرے چشے سے پئے گا اور اسی کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَسَقَاهُمْ مِّنْ قَبْعِدْ شَرَابًا طَهُومًا

پس فرشتے اس کا استقبال کریں گے۔ پس وہ ایسے باغ میں داخل ہوگا جن کی ٹہنیوں پر مچھلی اور قسم و قسم کے حلوئے بہشتی

ہوں گے۔ اور فرشتے اس کے سامنے جنت کی سواریاں پیش کریں گے۔ پس وہ ایک سواری پر سوار ہو کر جنت کی سیر کرے گا

اور اس کی پیشانی سے ایسا نور ساطع ہوگا کہ فرشتے بھی اس پر رشک کریں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اس کا

راستہ خالی کر دو۔ کیونکہ یہ اللہ کا مہمان ہے۔ پس ایک چاندی کے محل میں داخل ہوگا جو یاقوت و مرجان سے مرتع ہوگا وہاں

حورائے جنت اس کا استقبال کریں گی پھر ایک سونے کے محل میں داخل ہوگا جو یاقوت و مرجان سے جڑا ہوا ہوگا وہاں بھی

اس کا عالی شان و پر شکوہ استقبال ہوگا یہاں تک کہ اسی طرح اپنے ایک ہزار محلات کی سیر کرے گا اور جناب ام سلمہ رضی

نے حضور سے سوال کیا کہ ہماری حورین جنت سے کیا نسبت ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم نماز روزہ دو دیگر عبادات کی بدولت ان سے بدرجہا افضل و برتر ہوگی۔

صفیہ جنت تفسیر برہان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب مومن جنت میں داخل ہوں گے تو ان کا قد حضرت آدم کے قد کے برابر یعنی ستر ذراع ہوگا اور عمر حضرت عیسیٰ کے برابر تینتیس برس کی سی ہوگی زبان عربی اور جمال یوسف ان کو عطا ہوگا اور ان کو حضرت ایوب کا سہا دل ہوگا جو ہر قسم کے حسد و کینہ سے پاک و صاف ہوگا۔ آپ نے فرمایا جنتی لوگ بے ریش ہوں گے۔ ان کی آنکھیں سرگیں ان کے سر پر تاج اور گردن میں مار ہوگا۔ ہمیشہ خوش و خرم اور ہر قسم کے فکر و غم سے آزاد ہوں گے۔ کھانے پینے شہوت اور جماع میں ایک مرد ہزار مرد کی طاقت رکھتا ہوگا۔ اور جو غذا کھائے گا۔ چالیس برس کے عرصہ کے برابر تک اس کی لذت زائل نہ ہوگی۔ ان کے چہرے پر نور کا پرتو ہوگا ان کے جسم ریشم کی طرح نرم و نازک ان کے رنگ سفید اور لباس سبز ہوگا۔

آپ نے فرمایا جنت میں بسنے والے زندہ جاوید ہوں گے۔ ان پر کبھی موت نہ آئے گی وہ بیدار رہیں گے۔ ان پر نیند کا غلبہ نہ ہوگا اور وہ غنی ہوں گے۔ کسی کے حاجت مند نہ ہوں گے نیز وہ خوش ہوں گے۔ کبھی غمزدہ نہ ہوں گے۔ وہ بنفیس گے۔ لیکن ان پر کبھی رونے کی نوبت نہ آئے گی۔ ان کو بھوک پیاس برہنگی کی کبھی شکایت نہ ہوگی۔ وہ سوار ہو کر جنت کی سیر کریں گے۔ ایک دوسرے سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہوگا۔ اور جنت کے غلمان ہمیشہ ان کی نوکری میں چاق و چوبند موجود رہیں گے۔ الخ

آپ نے فرمایا جنت کی زمین چاندی کی سی ہوگی۔ اور اس کی مٹی زعفران ہوگی جس پر کستوری کے ٹکڑے بھرے ہوئے ہوں گے۔ اور اس کے صحن میں یا قوت و مرجان کے ٹکڑے جا بجا موجود ہوں گے۔ یعنی ہر حیثیت سے وہ سب سے بڑی ہوگی کہ اس میں چلتے پھرتے بیٹھے اٹھتے جنتی لذت و سرور محسوس کرے گا۔

آپ نے فرمایا کہ جنت کی نہروں کی کھدائی نہیں ہوگی بلکہ زمین کے اوپر وہ دیاں ہوں گی۔ برف سے سفید تر شہد سے شیریں تر اور مکھن سے نرم تر ہوں گی۔ نہروں کی تہ مشک خالص اور اس کے ذرات یا قوت و مرجان ہوں گے اور ہر جنتی کی جنت میں اس قدر وسعت ہوگی کہ اگر وہ پورے رُومے زمین کے تمام جنوں اور انسانوں کو بھی اپنے ہاں دعوت پر بلانا چاہے تو سب کے کھانے پینے کے بعد بھی اس کے ہاں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہوگی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت رسول اللہ سے نقل فرمایا کہ جنت کی کھجوروں کے تنے سنہری شاخیں زبرجد سبز کی خوشے سفید موتیوں کے اور پھل چاندی سے سفید تر شہد سے شیریں تر اور مکھن سے نرم تر ہوگا جن میں گٹھلیاں نہیں ہوں گی اور ایک ایک خوشہ بارہ ذراع لمبا ہوگا اور جہاں سے پھل توڑا جائے گا وہ جگہ خالی نہ رہے گی بلکہ اس جگہ سے دوسرا موجود ہو جائے گا۔ اور اسی کے متعلق ارشاد ہے کہ جنت کے میوہ جات نہ مقطوع ہوں گے اور نہ ممنوع یعنی جس طرح دنیاوی پھلوں

sup

sup

sup

کا ایک موسم ہوتا ہے جس کے بعد وہ دستیاب نہیں ہو سکتے۔ اس طرح جنت کے میوہ جات کسی خاص موسم کے پابند نہ ہوں گے بلکہ جب بھی جنتی چاہے گا اسے اپنی پسند کا میوہ دستیاب ہوگا۔ اور جس طرح دنیا کے بعض میوہ جات، گرائی کی وجہ سے بعض لوگوں کی دسترس سے باہر ہو جاتے ہیں جنت کے میوہ جات میں یہ بات نہ ہوگی بلکہ ہر جنتی ہر قسم کا میوہ ہر زمانہ میں اپنی مرضی کے مطابق حاصل کر سکے گا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ شہداء میں سے کم از کم جنتی کو بارہ ہزار حوران جنت عطا ہوں گی۔ اور چار ہزار ان میں باکرہ ہوں گی۔ اور ہر ایک کے ستر ستر ہزار خادم ہوں گے اور شیریں آواز سے جب وہ جنتی مومن کی خوش طبعی کے لئے اپنے اوصاف کا ترانہ پڑھیں گی تو پوری جنت، ان کے حسن آواز سے جھوم اٹھے گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک جنتی کو آٹھ سو باکرہ اور چار ہزار شیب عورتیں عطا ہوں گی اور باکرہ کا مقصد یہ ہے کہ جب بھی مومن ان سے ہمبستری کرے گا۔ ان کو باکرہ پائے گا اور آپؐ نے فرمایا حوران جنت کی پیدائش جنت کی نورانی تربت سے ہوئی ہے کہ ان کی پنڈلی کی ہڈی کا مغز ستر حلوں کے برابر ہے بھی دیکھا جاسکے گا پس جنتی مرد کا سینہ اس کی عورت کے لئے آئینہ کا کام دے گا۔ اور عورت کا سینہ مرد کے لئے آئینے کا کام دے گا۔ اور جنتی عورت کا ایک بال اگر آسمان، زمین کے درمیان لٹکایا جائے تو اس کی چمک سے رگوں کی آنکھیں خیرگی محسوس کریں گی۔

ایک زینب کے جواب میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب اس نے اعتراض کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جنتی جب ایک میوہ توڑے گا تو اس کی جگہ دوسرا موجود ہو جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا جرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا جاتا ہے اور پہلے سے کچھ کم نہیں ہوتا پھر اس نے کہا کہ کھانے پینے کے اوجوہوں و براز کیوں نہیں ہوگا تو آپؐ نے فرمایا جنت کی غذا میں کثافت نہیں ہوگی وہ لطیف، غذا ہوگی جو پسینہ کے ذریعے سے نکل جائے گی۔ اس نے کہا کہ جنت کی عورتیں ہمبستری کے بعد باکرہ کیسے رہیں گی تو آپؐ نے فرمایا وہ پاکیزہ و لطیف اجزاء سے پیدا ہوتی ہیں۔ لہذا ان کا جسم عوارض سے متاثر نہ ہوگا۔ پس وہ حیض و نفاس کی کثافتوں سے بھی پاک و منزہ ہوں گی۔ اور میراث

ایک روایت میں حضورؐ نے فرمایا کہ اگر جنت کی عورت تاریک، شب میں دنیا کی طرف جھانکے تو چاند کی روشنی سے بڑھ کر دنیا منور ہو جائے گی۔ اور اس کی خوشبو تمام دنیا کو منظر کر دے گی اور جنتی کا ایک کپڑا اگر آسمان و زمین کے درمیان ظاہر ہو تو پوری دنیا والے اس کے نور کی تاب نہ لاسکیں گے اور مدہوش ہو جائیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت تک پہنچ جاتی ہے لیکن ایک قسم اس کو نہ سونگھ سکے گی۔ رسائل نے پوچھا وہ کون؟ تو آپؐ نے فرمایا ماں باپ کا نافرمان۔ اور دوسری روایت میں حضورؐ

عَرَبًا ثَرَابًا ۳۷ لَاصِبُ الْيَمِينِ ۳۸ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۳۹

مردوں سے پیار کر نیوالی اور ہمسن ہونگی یہ سب کچھ اصحاب الیمین کے لئے ہے ایک گروہ اولین میں سے ہوگا

وَّثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۴۰ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۴۱

اور ایک گروہ آخرین میں سے ہوگا اور اصحاب الشمال کیا حال ہوگا اصحاب شمال کا ؟

سے منقول ہے کہ جنت کی خوشبو ہزار سال کی مسافت تک پہنچنے کی لیکن ماں باپ کا نافرمان قاطع الرحم بوڑھا زانی اور تاجر کے لئے چادر کو زمین پر گھسیٹ کر چلنے والا جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔ کیونکہ تاجر اللہ کی فائز کو زیبا ہے۔

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ۔ ثَلَاثَةٌ کا معنی جماعت ہے۔ بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ گزشتہ امتوں کے سابقین آخری نبی کی امت کے سابقین سے زیادہ ہیں۔ (چنانچہ ایک روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ گزشتہ

امتوں کے سابقین تین ہیں۔ ہابیل مومن آل فرعون اور مومن آل لیلین اور آخری امت کا سابقین حضرت علی بن ابی طالب ہے اور

گزشتہ امتوں کے مومنین (اصحاب الیمین) اس امت کے اصحاب الیمین کے برابر ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ

اس جگہ اولین و آخرین سے مراد اسی آخری امت کے اولین و آخرین ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے صحابہ سے

فرمایا کہ آج رات میں نے انبیاء کو اپنی امتوں کے ساتھ دیکھا بعض کے ساتھ بڑی جماعت تھی بعض کے ہمراہ چھوٹا سا گروہ تھا

بعض کے ہمراہ چند افراد تھے۔ بعض کے ہمراہ صرف ایک آدمی تھا اور بعض ایسے بھی تھے جن کے ہمراہ کوئی فرد نہ تھا اور حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو میں نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے ساتھ دیکھا تو مجھے ان کی کثرت سے تعجب ہوا۔ پس میں نے عرض

کی۔ اے پروردگار! میری امت کہاں ہے تو میں نے دائیں طرف دیکھا۔ مجھے تاحید نگاہ لوگوں کے چہرے نظر آئے اور بائیں

طرف نگاہ کی تو پوری فضا انسانوں سے پر تھی۔ میں نے عرض کی یہ کون ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہ سب تیری امت ہے۔ اور حکم

ہوا کہ تیری امت سے ستر ہزار آدمی بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ سنتے ہی عکاشہ بن محسن اسدی نے عرض کی

حضورؐ میرے لئے دنیا کیجئے کہ میں انہی میں سے ہو جاؤں تو آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ پھر دوسرے آدمی نے

بھی کھڑے ہو کر درخواست پیش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ بس عکاشہ بازی لے گیا۔ حدیث کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے

فرمایا۔ میں پُر امید ہوں کہ پوری جنت کی ایک چوتھائی آبادی میری امت سے ہوگی۔ پس لوگوں نے سن کر نعرۂ تکبیر بلند

کیا تو آپ نے فرمایا کہ امید ہے ایک تہائی جنت کی آبادی میری امت سے ہوگی پھر لوگوں نے تکبیر کی آواز بلند کی۔

أَصْحَابُ الشِّمَالِ۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا اور وہ یقیناً جہنمی ہوں گے۔

يَحْمُومٌ۔ اس سے مراد جہنم سے اُٹھنے والا کالا دھواں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ

ہے جس کا یہ نام ہے۔

۲۰۲

۲۰۲

فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۝ (۴۲) وَظِلٍّ مِّنْ يَحْمُومٍ ۝ (۴۳) لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۝ (۴۴)

گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں اور دوزخ کے دھوئیں کے سایہ میں ہونگے جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ اچھا ہوگا

إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ۝ (۴۵) وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَىٰ

دیکھو لگایہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) خوش حال تھے اور بڑے گناہ پر اصرار کیا

الْخَنَازِ الْعَظِيمِ ۝ (۴۶) وَكَانُوا يَقُولُونَ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں

وَعِظَامًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝ (۴۷) أَوْ أَبَاءُ نَا الْأَوَّلُونَ ۝ (۴۸) قُلْ

گے تو پھر از سر نو اٹھائے جائیں گے ؟ کیا ہمارے گذشتہ باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے ؟ کہہ دیجئے

إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۝ (۴۹) لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ

کہ اولین و آخرین ضرور جمع کئے جائیں گے ایک سین دن کی وعدہ گاہ

مَعْلُومٍ ۝ (۵۰) ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيْهَا الضَّالُّونَ لَمُكْذِبُونَ ۝ (۵۱)

میں پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہ لوگو !

لَا تَكُلُونَ مِنَ شَجَرٍ مِّنْ نَّرْقُومٍ ۝ (۵۲) فَمَا لَئُونٌ مِنْهَا الْبَطُونُ ۝ (۵۳)

زقوم کے پودے سے کھاؤ گے اور اسی سے اپنے پیٹوں کو پر کرو گے

فَسَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۝ (۵۴) فَسَارِبُونَ شُرْبِ الْهَمِيمِ ۝ (۵۵)

پس اوپر دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پیڑ گے اور ایک سانس میں پی جاؤ گے

مُتَرَفِينَ :- یعنی دنیاوی خوشحالی اور عیش پرستی کی وجہ سے انہوں نے آخرت کو بھلا دیا کہ تو بہ پر موفقی ہی نہ ہو سکے۔

الْخَنَازِ الْعَظِيمِ :- اس سے مراد گناہانِ کبیرہ یا شرک ہے جن پر وہ اصرار کرتے تھے۔

شُرْبِ الْهَمِيمِ :- اس کی واحد اھیم اور منث صیغہ ہے پیاسے اونٹوں کو کہا جاتا ہے جو ایک بیماری کی وجہ سے سیراب

کبھی نہ ہوں۔ عربی میں اس بیماری کا نام صیام ہے اور اس کا فاعل ہائم ہوتا ہے اور احادیث میں پانی کو ایک سانس میں

پی لینے کو شرب الھیم سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پانی تین سانس لے کر پینا

هَذَا نَزَّلْنَاهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ

یہ ان کا قیامت کے دن کا ٹھکانا ہوگا ہم نے تم کو پیدا کیا پس تم کیوں نہیں مانتے ؟

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ أَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾

کیا وہ جو تم سنی گراتے ہو کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ؟

نَحْنُ تَرَىٰ رَبَّنَا بَيْنَكُمْ وَالمَوْتِ وَمَا خَلْفَ بِمُسْبُوقِينَ ﴿٥٩﴾ عَلَىٰ أَنْ

ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقرر کیا اور ہم سے کوئی بھی نہیں بھاگ سکتا کہ تمہاری شکلوں کو

بَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٠﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ

ہم تبدیل کر دیں اور تمہیں ایسے روپ میں پیدا کریں جس کو تم نہیں جانتے اور تحقیق تم نے پہلی دفعہ کی

النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦١﴾ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كَرْتُونَ ﴿٦٢﴾

پیدائش کو جان لیا تو کیوں نصیحت نہیں حاصل کرتے ؟ کیا وہ جو تم کاشت کرتے ہو

عَانتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٣﴾ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ حُطَامًا

کیا تم اسے اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں ؟ اگر ہم چاہتے تو اسے خشک گھاس بنا دیتے

چاہے اور آپ نے فرمایا ہم کی طرح نہ ہو۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ ہم کیا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا۔ ریت۔ یعنی جس طرح

ریت پانی کو ایک دفعہ پی جاتی ہے اس طرح نہ پیا کر دے۔ اور بعض روایات میں لسم اللہ پڑھے بغیر پانی پینا شرب الحیم سے تعبیر

کیا گیا ہے۔

لَوْلَا تَصَدَّقُونَ۔ یہ دلیل بعث و نشر ہے یعنی جب ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تو درستی دفعہ زندہ کرنا اس سے زیارہ شکل

نہیں ہے۔ لہذا تمہیں ہر دفعہ چھوڑ کر عقیدہ قیامت کو اپنا لینا چاہئے۔ کیونکہ جو ذات لطفہ سنی سے انسان پیدا کر سکتی

ہے وہ بوسیدہ جڑوں اور خاک کے ذرات سے دوبارہ انسان کیوں نہیں پیدا کر سکتی۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا۔ یعنی موت ہماری تقدیر سے ہے۔ کسی کو بچنے میں کسی کو جوانی میں کسی کو بڑھاپے میں جب چاہیں جہاں چاہیں

جس طرح چاہیں ہم موت دیتے ہیں اور ہم مسبوق نہیں۔ یعنی ہماری تقدیر سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور ممکن ہے کہ

اس کا تعلق اگلے جملے سے ہو۔ یعنی ہم مسبوق نہیں اس بات سے کہ ہم تمہاری شکلیں تبدیل کر کے کسی اور جانور کی شکل دیدیں

پس جب تم پنی دفعہ کی پیدائش کو جانتے ہو کہ پانی کے لطفہ سے ہم نے تم کو وجود بخشا تو دوبارہ پیدا کیونکر نہیں کر سکتے۔

۲۰۲

فَظَلْتُمْ تَفَكُّهُونَ ۝۱۵ اِنَّا لَمُغْرَمُونَ ۝۱۶ بَلْ نَحْنُ مُحْرَمُونَ ۝۱۷

اور سوائے تعجب کے تمہارے پاس کچھ نہ ہوتا اور کہتے تحقیق ہم لٹ گئے بلکہ ہم محرم کر دئے گئے

اَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝۱۸ ؕ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوهُ مِنْ

کیا دیکھتے ہو وہ پانی جس کو تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو اتارا ہے بادل سے

الْمَزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۝۱۹ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا

یا ہم اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اس کو تلخ بنا دیتے پس تم کیوں نہیں

تَشْكُرُونَ ۝۲۰ اَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝۲۱ ؕ اَنْتُمْ اَنْشَأْتُمْ

شکر کرتے کیا دیکھتے ہو آگ جس کو جلاتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو

شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۝۲۲ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَ

پیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ ہم نے اس کو تذکرہ قرار دیا اور

حُطَّاءَ مَا مَرُّوا - یعنی تمہاری کمیتیاں ہم ہی آگاتے ہیں اور پکاتے ہیں۔ اگر ہم ان میں غلہ نہ پیدا کریں اور خشک گھاس ہی بنا دیں تو تم تعجب کرتے رہو گے اور دایلا کرو گے کہ ہم لٹ گئے۔ اور برباد ہو گئے۔ تفکدہ کا اعلیٰ معنی سخری کرنا ہوتا ہے۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب زمین میں بیج کاشت کے وقت دعا

اَنْتُمْ تَزِدُّوْهُ اَمْ نَحْنُ الزَّادِعُونَ تین مرتبہ۔ اس کے بعد کہہ بیل اللہ الشاوع تین مرتبہ۔ پھر کہو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَبًا مُّبَادًا وَارْزُقْنَا فِيْهِ السَّلَامَةَ۔ اس کے بعد زمین میں دانوں کو بھیرنا اور بونا

شروع کر دو۔

اُجَاجًا - اس کا معنی تلخ یعنی کڑوا۔ یا سخت نمکین ہوا کرتا ہے۔ یعنی بارش کا پانی اگر ہم چاہتے تو شیریں کے بجائے کڑوا یا نمکین کر دیتے کہ نہ پینے کے نام آتا اور نہ کمیتوں کے لئے فائدہ مند ہوتا۔

شَجَرَتَهَا - اس زمانہ میں دستر تھا کہ آگ جلانے کے لئے زند کا استعمال کرتے تھے۔ اور وہ ایک قسم کی لکڑی تھی کہ وہ لکڑیوں کو جب آپس میں رگڑا جاتا تھا تو آگ نکل آتی تھی۔ ان سب چیزوں کو پیش کر کے معاد کے لئے دلیل بنایا

جا رہا ہے کہ جو اللہ درخت کی سبز لکڑی میں آگ کی قوت کو پوشیدہ رکھ سکتا ہے وہ اللہ قیامت کے قائم کرنے پر کیسے قادر نہیں؟

مَتَاعًا لِّلْمُقَوِّينَ ﴿۳﴾ فَسَبِّحْ بِسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۴﴾ فَلَا

فائدہ لوگوں کے لئے پس تسبیح کرو اپنے پروردگار کے نام کی جو عظیم ہے پس مجھے

أَقْسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ﴿۵﴾ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَعْدَمُنَّ عَظِيمٍ ﴿۶﴾

قسم ہے ستاروں کے اترنے کی اور تحقیق یہ اگر تم جانتے تو بڑی قسم ہے

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿۷﴾ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿۸﴾ لَا يَمَسُّهُ

تحقیق یہ قرآن کریم ہے محفوظ کتاب کے اندر جس کو مس نہیں کرتے

إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿۹﴾ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۰﴾ أَفَبِهَذَا

مگر پاک و مٹے پروردگار کا نازل کردہ ہے کیا اس بات کے (اقرار میں)

الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ﴿۱۱﴾ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ

تم لوگ منافقت کرتے ہو اور اپنا حصہ یہ قرار دیتے ہو کہ اس کو

مُقَوِّينَ: یہ قوۃ سے ہے اور قوۃ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں کوئی آبادی نہ ہو۔ اور مقوی اس مسافر کو کہا جاتا ہے جو اس قسم کی اجاڑ زمین میں جا پہنچے۔ اور بعضوں نے قوت سے لیا ہے۔ یعنی صاحبان قوت لوگوں کے لئے نفع مند چیز ہے۔ پس مقوی کا لفظ لغات اضدادہ میں سے ہو جائے گا۔ یعنی یہ آگ طاقتور اور دولت مند طبقہ کے لئے اور فقیر اور بے کس لوگوں کے لئے فائدہ مند چیز ہے۔ اور دنیاوی زندگی میں تمام انسانوں کے لئے اس کا وجود نعمت پروردگار ہے اور اس کو تذکرہ قرار دیا تاکہ اس کو دیکھ کر آخرت کی آگ سے بچیں۔

فَلَا أَقْسِمُ: اس جگہ حرف نفی لا زائد ہے اور معنی مثبت ہے۔ یعنی ستاروں کے اترنے کے مقامات کی قسم اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ نجوم کا معنی ہے اقساط اور چونکہ قرآن مجید بالاقساط نازل ہوا ہے۔ لہذا قرآن کے قسط وار نازل ہونے کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ اور تفسیر برہان میں فقیر سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ائمہ برہہ کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ گویا ائمہ حق کو نجوم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اسی قسم کو قسم عظیم قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ لا نافیہ ہے۔ اور کفار کے اس قول کا جواب ہے کہ انہوں نے کہا تھا یہ قرآن بارود ہے یا اشعار کا مجموعہ ہے پس خدا نے فرمایا ایسا نہیں ہے۔ قسم اٹھائی کہ مواقع النجوم کی قسم تحقیق یہ قرآن کریم ہے جو کتاب مکنون (پوشیدہ) میں ہے یعنی لوح محفوظ میں ہے۔ لَا يَمَسُّهُ: یا تو خبر ہے کہ اس کو مس نہیں کرتے مگر وہ جو مطہر یعنی پاک و پاکیزہ ہیں۔ اور اس سے مراد ملائکہ ہیں۔ اور

تُكَذِّبُونَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴿۸۳﴾ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ

جھٹلاتے ہو تو کیوں نہیں جب یہ روح حلقوم تک پہنچ جاتی ہے اور تم لوگ اس وقت دیکھ رہے

تَنْظُرُونَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿۸۵﴾

ہوتے ہو اور ہم تمہاری بر نسبت اس کے زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مس کرنا گناہ یہ ہو علم سے یعنی اس کا حقیقی علم کسی کو حاصل نہیں مگر ان لوگوں کو جن کو صفت طہارت سے آراستہ کیا جا چکا ہے۔ اور اگر اس کو انشاء کے معنی میں قرار دیا جائے تو اس سے اس نقیبی مسئلہ کا استدلال کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کی کتابت کو نبی آدمی نہیں چھو سکتا۔ پس بلا وضو قرآن کے حروف کو ہاتھ لگانا یا چھونا حرام ہے۔ اور مقدمہ تفسیر میں اس کی قدر سے وضاحت کی جا چکی ہے۔

مُذْهِبُونَ قَنَدًا - دھن کا معنی تکذیب ہے یا یہ کہ سامنے اقرار اور پھر انکار جس کا دوسرا نام منافقت ہے۔ رِذْقُكُمْ قَنَدًا - ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک سفر میں سخت پیاس کا غلبہ ہوا تو حضورؐ نے دعا مانگی پس بارانِ رحمت کا نازل ہوا۔ اور جب لوگ سیراب ہو چکے تو پھر دوا گار کا شکر ادا کرنے کے بجائے بعض لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ فلاں فلاں ستارے کی برکت سے بارش نازل ہوئی ہے۔ پس ان کی سزائش کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں سے تمہارا حصہ یہ ہے کہ تم اس کی تکذیب کرتے ہو یا یہ کہ رزق کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی رزق کا شکر تم نے یہ قرار دیا ہے کہ اس کی نعمت کو جھٹلاتے ہو۔ اور اس کے غیر کی طرف نسبت دیتے ہو۔

الْحُلُقُومَ - اس کا معنی ہے حلق یعنی جب تم میں سے کسی مرنے والے کی سانس حلق تک پہنچ جاتی ہے اور تم سب دیکھ رہے ہوتے ہو تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کی سانس کو واپس پٹا لے لے پس تمہیں ہماری قدرت کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ نَحْنُ أَقْرَبُ - ہم اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ یعنی قافلہ دار فرشتے اس کے قریب ہوتے ہیں جو ہمارے پیچھے ہوتے ہیں۔

فَلَوْلَا - یہ تہدید اور تنبیہ ہے کہ اگر تم لوگ بزعم خود جزا و سزا کے پابند نہیں ہو۔ اور یہ کہ تم نے قیامت میں جوابدہی کے لئے پیش نہیں ہونا تو اس مرنے والے کو واپس کیوں پٹا لیتے؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تم اس معاملے میں مجبور ہو۔ پس یقین کر لو کہ جس طرح مرنے والے کی موت کو تم نہیں ٹال سکتے۔ اسی طرح قیامت کے دن جب وہ تم کو دوبارہ زندہ کر کے اپنے دربار میں بلائے گا تو اس کے فیصلے کو ٹالنا تمہارے بس میں نہیں ہوگا۔ لہذا انکار کو چھوڑ دو اور اس کی قدرت کے سامنے سر تسلیم خم کر لو۔

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب انسان کا سانس حلقوم تک پہنچتا ہے تو مومن

فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِيْنَ ۝۸۶ تَرْجِعُوْنَهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۸۷

پس ایسا کیوں نہیں کہ اگر تمہاری کوئی جزا یا سزا نہیں تو اس کو واپس پلٹا لیتے اگر تم سچے ہو

فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۸۸ فَرَوْحٌ وَرِيْحَانٌ وَجَنَّتْ

پس اگر وہ (مرنے والا) مقربین سے ہوگا تو راحت اور عیش اور نعمت کے باغ میں

نَعِيْمٌ ۝۸۹ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ۝۹۰ فَسَلَامٌ

ہوگا اور اگر وہ اصحاب الیمین میں سے ہوگا پس سلام ہو

لَكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ۝۹۱ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذَّبِيْنَ

تجھے (اے وہ جبر) اصحاب الیمین میں سے ہے لیکن اگر وہ دستوں، جھٹلانے والے گمراہوں میں

الضَّٰلِّيْنَ ۝۹۲ فَنُزْلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝۹۳ وَتَصْلِيَةٌ جَحِيْمٍ ۝۹۴

سے ہوگا تو اس کا ٹھکانا کھولتے ہوئے پانی میں اور دوزخ کی آگ کی گرمی میں ہوگا

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝۹۵ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۹۶

تحقیق یہ خبر حق الیقین ہے پس اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو جو عظیم ہے

کو اپنا جنت کا مکان نظر آنے لگتا ہے تو وہ خواہش کرتا ہے کہ مجھے واپس پلٹا یا جائے تاکہ اپنے گھر والوں کو خوشخبری دے سکوں لیکن اس کو یہ بہت نہیں دی جاتی۔

اَلْمُقَرَّبِيْنَ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب مومن مرنے کے وقت فرشتے قبر تک اس کی

تشییع کرتے ہیں پس جب قبر میں اس کو داخل کیا جاتا ہے تو منکر دیکر اس کے پاس پہنچ کر اس کو سیدھا بٹھا کر اس سے

رب دین اور نبی کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ میرا دین اسلام ہے اور میرا

نبی محمد ہے۔ پس اس کی قبر میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور جنت کا رزق اس کو پہنچا دیا جاتا ہے اور قرآن مجید میں اسی

کا بیان ہے کہ اگر مقربین میں سے ہوگا تو ریح اور ریحان اس کو نصیب ہوگا۔ یعنی قبر میں اور جنت نعیم اس کو ملے گی یعنی

آخرت میں۔

اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ۔ تفسیر برہان میں ہے ایک دفعہ حضرت نبی علیہ السلام نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے

فرمایا کہ ابتدائے خلق میں خداوند کریم نے تیرے متعلق حجت قائم کی تھی چنانچہ فرمایا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

(۱)

(۲)

(۳)

۲۰۸

سب نے کہا تھا کہ ہاں۔ بے شک تو ہمارا رب ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا محمد میرا رسول ہے؟ تو سب نے کہا تھا کہ ہاں وہ تیرا رسول ہے۔ پھر فرمایا کہ علی امیر المومنین ہے؟ تو تکبر و سرکشی کی بنا پر اکثر لوگوں نے انکار کر دیا تھا صرف حضورؐ اِرواح نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور وہی اصحاب الیمین ہیں۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی مروی ہے کہ اصحاب الیمین سے مراد ہمارے شیعہ اور محبت ہیں۔

فَلَدَّمْتُ لَكَ۔ اس کے معنی میں تمہیں اتواں ہیں وہ اصحاب الیمین کے بارے میں تجھ پر سلامتی ہے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ (۲) اصحاب الیمین کی جانب سے تجھ پر سلام کیا جائے گا۔ (۳) تم پر سلام ہو اے وہ لوگ جو اصحاب الیمین میں سے قرار دئے گئے ہو۔

تفسیر برہان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مقربین سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور باقی ائمہ طہرین علیہم السلام ہیں۔

الضَّالِّیْنَ۔ تفسیر برہان کی سابقہ روایت میں ہے کہ جب کافر مرتا ہے تو زبانہ فرشتوں میں سے ستر ہزار اس کی قبر تک جاتے ہیں اور وہ اس قدر چختا اور چلاتا ہے کہ جن انسان کے علاوہ تمام مخلوق اس کی آواز سنتی ہے وہ کہتا ہے اے مجھے ایک دفعہ واپس بلایا جاتا تاکہ میں مومن ہو کر مرتا اور زبانہ فرشتے اس کو ڈانٹ کر کہتے ہیں جب رہو۔ یہ بات اب سرگز نہ ہوگی۔ جب اس کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور لوگ واپس چلے جاتے ہیں تو منکر و نیکر سخت ڈراؤنی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور اس سے رب۔ دین اور نبی کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ پس اس کی زبان میں ہچکچاہٹ پیدا ہوتی ہے تو اس کو جہنم کے تازیانوں سے سزا دیتے ہیں۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا پس اس پر جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پس جہنم کا نزول قبر میں اور جہنم کا داخلہ ان کے لئے بروز محشر ہوگا۔

سُورَةُ الْحَدِيدِ

یہ سورہ مدنیہ ہے۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر تیس ہے۔

نبی کریم سے مروی ہے جو شخص سورہ حدید کی تلاوت کرتا رہے اُس کا شمار مومنوں میں سے ہوگا۔
امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص ہر رات سونے سے پہلے تمام ان سورتوں کی تلاوت کرے جن کی ابتدا تسبیح سے ہے تو اُس وقت تک نہ مرے گا جب تک کہ قائم آل محمد کی زیارت نہ کر لے اور مرنے کے بعد اس کو رسول اللہ کا چڑوس نصیب ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہمیشہ نماز فرضیہ میں سورہ حدید اور سورہ مجادلہ کو پڑھتا رہے اُس کو خدا کسی دنیاوی عذاب میں مبتلا نہ کرے گا۔ اور اپنے نفس اور اہل میں کبھی بُرائی نہ دیکھے گا نیز اس کے بدن میں بھی کوئی کمزوری لاحق نہ ہوگی۔

خواص القرآن سے منقول ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص سورہ حدید کی تلاوت کرے اللہ ضرور اس کو اپنے عذاب سے اس میں رکھے گا اور جنت میں اُس پر نعمات نازل کرے گا اور قیدی انسان اگر اس کی تلاوت باقاعدگی سے کرے تو اُس کو رہائی نصیب ہوگی خواہ اس کا جرم کس قدر ہی سنگین کیوں نہ ہو۔

آپ نے فرمایا جو شخص اس کو لکھ کر اپنے گلے میں لٹکائے تو دورانِ جنگ میں کوئی تیرا لہو ہے کا آلہ اس پر کارگر نہ ہو سکے گا نیز لڑائی میں اس کا دل مضبوط رہے گا اور جس جگہ لوہا چھب جائے تو سورہ حدید کے پڑھنے سے وہ بلا تکلیف نکل آئے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ② لَهُ

تسبیح کرتا ہے اللہ کی جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے اسی کا ہے

مَلِكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ يَحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ③

ملک آسمانوں اور زمین کا وہ جلاتا اور مارتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ④

وہ اول ہے آخر ہے ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

رُكُوعًا ⑤ سَبَّحَ لِلَّهِ - یعنی آسمانوں اور زمین میں جو مخلوق ہے خواہ ذوی العقول سے ہو یا غیر ذوی العقول سے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ پس ذوی العقول مثلاً انسان جن اور ملائکہ ان کی تسبیح زبان و اعتقاد و اعمال سے

ہوتی ہے۔ اور غیر ذوی العقول کی تسبیح یہ ہے کہ ان کی موجودہ حالت ان کی نشوونما اور ان کی تربیت و تنظیم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایک خالق مدبر ہے جس نے تمام موجودات کو زیورِ تخلیق سے آراستہ فرمایا اور وہ جمیع صفاتِ کمال کا جامع اور وہی تسبیح و تمجید کا واحد منہ دار ہے۔ گویا ذوی العقول کی تسبیح تکوینی بھی ہے۔ اور تشریعی بھی لیکن غیر ذوی العقول کی تسبیح صرف تکوینی ہے۔ اور اس لحاظ سے کفار و شرکین بھی تکوین کے لحاظ سے تسبیح پروردگار میں داخل ہیں۔

هُوَ الْأَوَّلُ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شی میں بلاکت تفسیر اور زوال موجود ہے۔ اور وہ ایک رنگ سے دوسرا رنگ ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔ اسی طرح کمی سے زیادتی اور زیادتی سے کمی کی طرح وہ متحرک ہوتے ہیں لیکن رب العالمین ان تغیرات سے بالاتر اور منزہ و مبرا ہے پس وہ ہر چیز سے اول اور سب سے آخر ہے اس کے صفات و حالات میں تغیر نہیں اور نہ اس کے نام بدلتے ہیں مثلاً انسان میں تغیرات کی بدولت نام بدلتے رہتے ہیں۔ کسی وقت میں مٹی کسی وقت خون کسی وقت گوشت اور کسی وقت میت وغیرہ کے ناموں سے اس کو موسوم کیا جاتا ہے یا کھجور یا چل دیکھئے پہلے بیج (دبرا)، پھر ٹبر (سرخ یا زرد)، پھر قمر (دھوا)، پس ان کے صفات اور نام بدلتے ہیں لیکن خدا عزوجل ان تبدیلیوں سے پاک و منزہ ہے۔

امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کے ظاہر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کسی کے اوپر سوار یا مستط ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام پر قابو و غالب ہے اور اس کی قدرت تمام چیزوں پر حاوی ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ توحید

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَىٰ

وہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر تخت حکومت پر

کے متلاشیوں کے لئے خدا ہر جگہ ظاہر ہے کیونکہ وہ جہاں دیکھتا ہے وہاں خدا کی تدبیر و تقدیر کے مظاہر موجود ہیں۔ اور ہر جگہ خدا کی صنعت کے آثار ظاہر و آشکار ہیں۔ لہذا وہ کوئی چیز ہے جو اللہ سے زیادہ ظہور رکھتی ہے اور مخلوق میں سے جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ اپنی حدود و معلومہ کے لحاظ سے حواس کے سامنے آتی ہے اور اللہ کا ظاہر ہونا یہ ہے کہ اس کی قدرت و حکمت ہر چیز سے ظاہر و عیاں ہے۔ پس لفظ ایک ہے جس کا خالق اور مخلوق دونوں پر اطلاق ہوتا ہے لیکن معنی الگ الگ ہے۔ اسی طرح اس کے باطن ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء کے حقائق و بواطن کو جانتا ہے اور ہم میں باطن وہ ہوتا ہے جو کسی شے کے اندر ہو پس لفظ ایک ہے جو خالق و مخلوق دونوں پر اطلاق کیا جاسکتا ہے لیکن معانی الگ الگ ہیں۔

تفسیر بہان میں جابر سے منقول ہے کہ میری عمار سے ملاقات ہوئی تو اُس نے

حضرت علی کا سورج سے مکالمہ

بیان کیا کہ حضور نے صبح کی نماز پڑھائی اور بیٹھ گئے اور کافی لوگ وہاں موجود تھے۔ اتنے میں دن نکل آیا۔ پس حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو حضور نے کھڑے ہو کر علی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اپنے پہلو میں ان کو بٹھایا کہ اُن کے زانو آپ کے زانوں سے ٹکرا رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا یا علی! اٹھ کر سورج سے بات کہو کیونکہ وہ تم سے بات کرے گا۔ لوگ بھی کھڑے ہو گئے کہ دیکھیں سورج کس طرح حضرت علی سے باتیں کرتا ہے۔ بعض تو یہ بھی کہنے لگے کہ حضور خواہ مخواہ اپنے بھائی کی عزت افزائی کرتے ہیں۔ پس علی علیہ السلام نے باہر نکل کر سورج سے خطاب کیا۔ اے سورج کیسے ہو؟ اس نے فوراً جواب دیا۔ خیر سے ہوں! اے برادر رسول! اے اول اے آخر اے ظاہر اے باطن۔ اے وہ جو ہر شے کو جاننے والا ہے۔ جب حضرت علیؑ پٹے تو رسول اللہ نے فرمایا تم بتاؤ گے یا میں خود بتاؤں کہ اُس نے کیا کہا ہے۔ حضرت علی نے عرض کی کہ حضور کا فرمانا ہی بہتر ہے تو آپ نے فرمایا کہ سورج کا کہنا کہ تو اول ہے اس کا یہ معنی ہے کہ تو سابق الایمان ہے اور اس کا یہ کہنا تو آخر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تو سب سے آخر میرے غسل وغیرہ کے وقت موجود ہوگا۔ افظا کلمہ معنی یہ ہے کہ میرے پوشیدہ رازوں پر مطلع ہوگا اور باطن کا معنی یہ ہے کہ تو میرے علم کا صحیح وارث ہوگا۔ اور ہر شے کے علم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ خداوند کیم کے نازل کردہ جملہ حلال و حرام فرائض و احکام تاویل و تنزیل۔ ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کا تو عالم ہے و لولا ان تقول طائفت من امتی ما قالت النصارى فی عیسیٰ لعلت فیک مقلدا لا تمتر بملکہ الا آخذوا الشراب من حدر قد میک یسشفون بہ۔ یعنی اگر مجھے اپنی امت کے ایک کردہ کے متعلق یہ ڈرنہ ہوتا کہ تجھے وہ کچھ کہیں گے جو زندہ انیوں نے حضرت عیسیٰ کے متعلق کہہ دیا تو میں تیرے متعلق ایسی بات کہتا کہ تو کسی بھی جماعت کے پاس سے گزرتا تو تیرے قدس کی خاک کو باعث شفا سمجھ کر ذخیرہ کرتے۔ پس عمار ابھی بات کہہ چکے تھے کہ حضرت سلمان آگئے تو عمار نے کہا کہ سلمان بھی اس موقع پر موجود تھا چنانچہ حضرت سلمان نے بھی عمار کی طرف پوری حدیث من وعین بیان کر دی۔

الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ

تسکین ہوا وہ جانتا ہے جو کچھ داخل ہوتا ہے زمین میں اور جو کچھ نکلتا ہے اس سے اور جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے

وَمَا يَعْرِجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

اور جو کچھ اس کی طرف بلند ہوتا ہے اور وہ تمہارے ہمراہ ہے تم جہاں بھی ہو اور اللہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو

لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يُولِجُ اللَّيْلَ

آسمانوں اور زمین کا ملک اسی کا ہی ہے اور اللہ کی طرف امور کی بازگشت ہے داخل کرتا ہے

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے ایک دن حضرت رسالت مآب حضرت علیؑ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے ابھی تک حضرت علیؑ علیہ السلام نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی جب حضورؐ بیدار ہوئے تو سورج غروب کر چکا تھا تو حضرت علیؑ نے اپنی نماز کا ذکر کیا پس آپؐ نے دعا کی اور سورج کو خدائے واپس پلٹایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا یا علیؑ اٹھو اور سورج سے بات کرو کیونکہ وہ تجھ سے بات کرے گا۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے بارشاد نبویؐ سورج سے خطاب کیا کہ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلْقَ اللَّهِ۔ یعنی اے مخلوق خدا تجھ پر میرا سلام ہو تو سورج نے جواب دیا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَوَّلَ الْآخِرِ يَا ظَاهِرًا بَاطِنًا يَا مَنْ يَنْجِي مَحْيِيَةً وَيُؤْتِي مَبْغِضِيهِ۔ یعنی تجھ پر سلام ہوا اے اول اے آخر اے ظاہر اے باطن اے وہ جو دوستوں کو نجات دے گا اور دشمنوں کو قید کرے گا۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سورج نے سچ کہا اور اللہ کے امر سے ہی اس نے بات کی پس تو اہل ہے یعنی سب سے پہلے ایمان و تصدیق میں سبقت کرنے والا ہے اور تو آخر الوصیین ہے کہ جس طرح میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔ تیرے بعد وصی کوئی نہیں ہوگا وصی بلا فصل آمد تو ظاہر ہے یعنی دشمنان اسلام پر غالب ہے اور تو باطن ہے یعنی تو عالم ہے کہ میرے علم کا جامع اور حجتی پروردگار کا خزانہ ہے۔ تیری اولاد اولادوں میں سے بہتر اور تیرے شیعہ ہی روز قیامت نجیب و شریف ہوں گے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ۔ آیت مجیدہ میں خالق کی توحید کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ہی نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں کے اندر پیدا کیا ہے اور اس تخلیق کار نامے میں اس کا کوئی بھی شریک و ہم نہیں ہے اور نہ اس نے اس تخلیق میں کسی کو اپنا نائب و مختار قرار دیا ہے اور چھ دنوں میں پیدا کرنے کا مقصد صرف تدریجی طریقہ کار کے اظہار کے لئے ہے کہ اگر وہ چاہے تو دفعۃً سب کو پیدا کر سکتا ہے لیکن اس کی حکمت شاملہ کا تقاضا یہ ہے کہ اسباب و ذرائع کے ماتحت درجہ بدرجہ مخلوق پیدا ہو۔ جس طرح انسانی بچہ کی پیدائش نو ماہ میں تدریجاً مکمل ہوتی ہے۔ اور آسمانوں و زمین کی چھ دنوں میں پیدائش کی وضاحت تفسیر کی جلد ۱ ص ۱۹۶ استثنوی علی العرش۔ اس کی تفسیر ج ۹ ص ۱۶۶ پر گزری چکی ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلْجُ۔ اس کی وضاحت تفسیر کی جلد ۱ ص ۲۲۴ پر گزری چکی ہے۔

فِي النَّهَارِ وَيُوجِجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑤

رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور وہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلِفِيْنَ فِيْهِ ⑥

ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو اس مال سے جس کا تم کو اُس نے وارث بنایا

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦ وَمَا لَكُمْ

پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے خرچ کیا ان کے لئے بڑا اجر ہے اور تمہیں کیا ہو گیا

لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لَتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ

ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور رسول تم کو بلاتا ہے تاکہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ درحالیکہ

اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ

اُس نے تم سے عہد لیا ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو وہ وہ ہے جو اتارتا ہے

عَلٰى عَبْدٍ اَيُّهَا بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ⑨

اپنے بندے پر واضح نشانیاں تاکہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لائے

يُوجِجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ :- اس کی تفسیر جلد ۳ ص ۲۱۳ پر گزر چکی ہے۔

مُسْتَخْلِفِيْنَ :- راہِ خدا میں خرچ کرنے پر ترغیب دی گئی ہے کہ جس طرح کسی اور نے کمایا اور تم اس کے وارث بن گئے اگر تم اس کو صحیح خرچ نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ تم بھی چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور کوئی اور اس کا وارث بن جائے گا۔ لہذا دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو راہِ خدا میں خرچ کرو اور خوشنودی خدا کا پروانہ حاصل کرو۔

مِيْثَاقُكُمْ :- اس میثاق سے مراد یہ ہے کہ اس نے تم کو سوچنے سمجھنے کے لئے عقل و دانش کی دولت سے مالا مال کیا۔ اور انفس و آفاق میں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے اسباب پیش فرمائے۔ اور یہ ایک طرح کا ضمنی عہد ہے کہ تم شکر کے طور پر اس کی فرمائشات پر عمل کرو۔

مِنَ الظُّلُمٰتِ :- اس جگہ ظلمت سے مراد کفر و شرک اور نور سے مراد ایمان و عرفان ہے۔

بِاللّٰهِ مِيْثَاقٌ :- راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے کہ آخر کار سب مال کا مالک اللہ ہی ہے لہذا تم خرچ کرنے میں بخل کیوں کرتے ہو۔

وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَسَرُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَمَالَكُمْ إِلَّا تَنْفِقُوا فِي

اور تحقیق اللہ تم پر بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نہیں خرچ کرتے

سَبِيلَ اللَّهِ وَاللَّهُ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ

اللہ کی راہ میں حالانکہ اللہ کے لئے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی تم میں برابر نہیں جنہوں

مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الشَّجِّ وَقَاتِلٌ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةٍ مِّنْ

نے خرچ کیا فتح دہکے سے پہلے اور جہاد کیا ان لوگوں کا درجہ بلند ہے اُن سے جنہوں

الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ

نے خرچ کیا بعد میں اور جہاد کیا اور ہر ایک کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ثواب کا

قَبْلَ الْفَتْحِ۔ چونکہ فتح مکہ سے مسلمانوں کی ضروریات اور اسلامی سلطنت کے واجبی مصارف کے پیش نظر لوگوں کے مالی اشیاء و امداد کی زیادہ ضرورت تھی۔ نیز گرد و نواح کی غیر مسلم طاقتوں کے فوجی منظم و غیر منظم حملوں کے دفاع کے پیش نظر اسلامی فوج کے لئے لڑاکا قسم کے جوانوں کی بھی غیر معمولی ضرورت تھی۔ لہذا اس اہمیت اور وقتی ضرورت کے پیش نظر فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اپنی جانی و مالی قربانیاں پیش کیں وہ بدرجہا اُن سے افضل و برتر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد یہ قربانیاں دیں۔ اگرچہ کارِ خیر ہونے میں درنوعوم کے لوگ اللہ کے نزدیک ثواب کے حقدار ہیں۔ اور اللہ نے سب کے ساتھ جزا و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے لیکن درجات میں ضرور فرق ہوگا۔ اور جزائے خیر یہ بھی ضروری ہے کہ جن جن لوگوں نے اسلام کی سر بلندی کے لئے اپنی جانب سے بیش بہا قربانیاں پیش کیں وہ جزائے خیر کے اُس وقت مستحق ہوں گے جب کہ ان کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا۔ اور تفسیر برہان میں ہے حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کرنے کے بعد دربار معاویہ میں ایک لمبا خط پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں سے میرے والد نامہ کو کسی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ایمان کی طرف سبقت کر نیوالوں میں سے سابق ترین ہیں۔ پس آپ نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا کہ میرے والد بزرگوار ہی اسلام و ایمان میں سابق اور ہجرت میں اول اور راہِ خدا میں خرچ کرنے میں پیشتر ہیں اس کے بعد آپ نے قرآن مجید سے متعدد آیات پیش فرمائیں جن میں حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت روز روشن کی طرف واضح تھی۔

قَوْلًا حَسَنًا۔ روایات آمد میں جو تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں اُن میں ہے کہ اس جگہ قرصِ حسن سے مراد امام وقت کی بارگاہ میں ہدیہ وغیرہ پیش کرنا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک درہم جو امام کی خدمت میں بطور صلہ و ہدیہ کے پیش کیا جائے۔ ان کا کھد کھاد و ہموں سے افضل ہے جو باقی امور خیر

رکعت ۱۵

اور اللہ کا ہے اس سے جو تم عمل کرتے ہو کون ہے جو اللہ کو قرض دے قرض

حسن پس اس کو • بڑھائے گا اس کے لئے اور اس کا بہترین بدلہ ہو گا جس دن تو فیکھے گا مومنوں اور

سرمناات کو کہ ان کا فور دمٹر رلم ہوگا ان کے سامنے اور ان کے دائیں (فرشتے کہیں گے) تمہیں آج مبارک ہو

وہ باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں کہ تم ان میں ہمیشہ رہو گے یہ بڑی

کامیابی ہے جس دن کہیں گے مشافق مرد و عورتیں مومنوں

میں خرچ کئے جائیں۔

روایات میں ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا اور قرض حسن کا ثواب اٹھارہ گنا ہو کرتا ہے۔ اور

قرض حسن کے شرائط

فرض دے کہ بدی اور خراب مال سے (۲) بحالت صحت و تندرستی دے جب کہ مال کی خود بھی حاجت رکھتا ہو۔ البتہ

نہ ہو کہ حب سانس حلقہ تم تک پہنچ جائے اور مال کی ضرورت سے لے ناز ہو جائے اور کہے کہ فلاں کو اتنا دے دو۔ اور

اس قدر دیر دو ایام اس شخص کو دیر زیادہ سے زیادہ واجبہ ہندو (۵۱) و سنہ کے بعد اس کو مل شدہ

کے لئے کہ وہ اس کے لئے ہے۔

کے اور ہر ایک کو جہاں تارکے دیکھ کر بڑبڑاتا ہے کہ یہ کونسا ہے؟

۱۸ ریاض و شہرت کی محسوس نہ رہتا ہو۔ ۱۹ بن گذر کے اس کو بغیر اور دیکھیں بے (۱۰) اپنے پیارے ماں کے دے

یوم ہم بین ایدیہم۔ یعنی جب پہل صراط کے عبور کرے گا دولت ہوگا اور مومنوں کو اپنے اعمال و مراتب

کے لحاظ سے لوہے کا بعض حصہ لوہے کے ساتھ اور بعض حصہ لوہے کے ساتھ

کے لئے صرف قدموں کی جکت تک اور محدود پہو کا اور بعض ایسے ہوں گے کہ ان کے قدموں کے انگوٹھوں میں نور پہو گا کہ لمبی دین

ہو گا اور کسی وقت سمجھ جائے گا اور وہ سب اس خوشخبری میں شریک ہوں گے کہ فرشتے ان کو مبارک باد دیں گے۔ اور وہ

نسبِ مراتب اپنے اپنے نور کی روشنی میں جلدی یا بدیر پلصراطِ عبور کر کے جنت میں جا پہنچیں گے۔

غَرَّتْكُمْ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ⑮

اور تم کو خواہشات نے دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آگیا اور تم کو شیطان نے اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھا

فَالْيَوْمَ لَا يُوْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ

پس نہ لیا جائے گا تم سے فدیہ اور نہ ان لوگوں سے جو کافر ہیں تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے

هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑯ اَلْمَيَّانِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ

وہی تمہارے لائق ہے اور وہ بری بازگشت ہے کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل

قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ لَا يَكُونُوْا كَالَّذِيْنَ

اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں اور اس کے لئے جو اللہ نے نازل کیا حق (قرآن) سے اور نہ ہوں ان لوگوں کی طرح جن کو

اَوْتُوْا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ

کتاب دی گئی اس سے پہلے پس ان کی مدت لمبی ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ جب قبروں سے نکلیں گے تو مومنوں کو حسب مراتب نور عطا ہوگا۔ اور کافر اس سے محروم ہوں گے۔ پس اس ظلمت میں مومن اپنے نور کی روشنی میں چلیں گے۔ اور کفار مومنوں کے نور کی روشنی کے سہارے پر روانہ ہوں گے۔ لیکن ان کو الگ الگ کیا جائے گا۔ اور مومن آگے بڑھ جائیں گے تو کفار پر تاریکی چھا جائے گی۔ اور مومنوں کو آوازیں دے کر کہیں گے کہ ٹھہرو تاکہ ہم بھی تمہارے انوار سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دفعہ تو ظلمت عام ہو جائے گی کہ کسی کو کچھ نظر نہ آ سکے گا لیکن پھر مومنوں کو نور عطا ہوگا۔ اور کافر محروم رہیں گے۔ اور مومن کافروں کو کہیں گے کہ اب واپس دنیا میں جا کر نور حاصل کرو۔ کیونکہ یہ نور جو ہم کو عطا ہوا ہے یہ تمہارے ایمان و اعمال کا نور ہے جس سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا۔

بِسُوْرٍ - اس سور سے مراد جنت اور دوزخ کی درمیانی دیوار ہے۔

اَلْمَيَّانِ لِلَّذِيْنَ - مروی ہے کہ بعض مسلمان ہجرت سے پہلے مکہ میں نہایت مشکل سے بسراقات کرتے تھے۔ اور کافی تکالیف و مصائب کا سامنا بھی ان کو کرنا پڑتا تھا لیکن اطاعت خدا و رسول میں وہ ہر مشکل سے مشکل اور کمٹن سے کمٹن مجاہدین داخل ہوتے نہ گھبراتے تھے لیکن جب مدینہ میں ہجرت کر کے آ گئے اور یہاں ان کو ہر طرح سے آسودگی میسر آئی تو عمل پہلو میں کچھ کوتاہی ان سے سرزد ہونے لگی۔ پس اعمالِ صالحہ میں سستی کرنے والوں کو سزائے کی طرح یہ خطاب کیا گیا ہے کہ تم اہل کتاب کی طرح نہ ہو جاؤ کہ مدت کے طولانی ہو جانے کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ فسق و فجور کی وادی میں اتر گئے

كثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿١٤﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں جانو تحقیق اللہ زندہ کرتا ہے زمین کو مرنے کے بعد

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥﴾ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ

تحقیق ہم نے بیان کر دیں تمہارے لئے نشانیاں تاکہ تم سمجھو تحقیق صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں

وَاقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لِيُضْعِفَ لَهُمْ أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٦﴾

اور جنہوں نے قرض دیا اللہ کو قرض حسن ان کا اجر کئی گنا ہوگا اور ان کا بہترین بدلہ ہوگا

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہی لوگ ہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں

عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا

ان کے لئے ان کا اجر و نور ہوگا اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے ذکر کے علاوہ کلام زیادہ نہ کرو۔ ورنہ دل سخت ہو جائے گا اور سخت دل اللہ سے دُور ہو کر رہتا ہے۔ اور سرداروں کی طرح لوگوں کے عیوب پر نگاہ نہ رکھو بلکہ غلاموں کی طرح اپنی غلطیوں کا نوٹس لیتے رہو۔ لوگ دو قسموں سے خالی نہیں یا تندرست ہوں گے یا بیمار۔ پس بیماریوں کے لئے تندرستی کی دعا کیا کرو۔ اور اپنی تندرستی پر خدا کا حمد بجالایا کرو۔

يُحْيِي الْأَمْواتِ ۚ ۚ۔ یعنی خشک سالی کے بعد آبادی نصیب کرتا ہے یا جس طرح کافر کو کفر کے بعد ایت اور گنہگار کو گناہ کے بعد توبہ کی توفیق دے دے۔

الْمُصَدِّقِينَ ۚ۔ اس میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک میں ہمد کو تشدید سے پڑھا گیا ہے۔ اور دوسری میں صا کو بغیر تشدید کے پڑھا گیا ہے۔ پہلی قرأت کے لحاظ سے مصدقین دراصل متصدقین تھے۔ پس قانون صرنی کے ماتحت تا کو صا سے بدل کر ا و غام کیا گیا ہے۔ اور الف و لام موصولہ ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ الَّذِينَ تَسَدَّقُوا پس اقْرَضُوا کا اس پر عطف صحیح ہے کہ جنہوں نے صدقہ دیا اور اللہ کو قرض حسن دیا اور دوسری قرأت کے لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے تصدیق کی اور سابق کی طرح الف و لام موصولہ ہوگا۔ یعنی الَّذِينَ تَسَدَّقُوا و اقْرَضُوا اور عطف اسی طرح ہوگا۔ جس طرح الَّذِينَ آمَنُوا و عَمِلُوا کا عطف ہوا کرتا ہے۔

وَالشَّهِدَاءُ: تفسیر مجمع البیان میں ہے ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ آپ میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ مومن شہید ہوا کرتا ہے۔ اور آپ نے یہی آیت پڑھی۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص امر امامت و ولایت کا عارف ہے اور امام زمانہ کا منتظر ہے وہ ایسا ہے جس طرح کہ قائم آل محمد کے ہمراہ جہاد میں مصروف ہو بلکہ حضور کے ہمراہ مل کر جہاد کرنے والے جیسا ہے پھر فرمایا بلکہ وہ ایسا ہے جس طرح کہ حضور کے ساتھ مل کر جہاد کر کے درجہ شہادت پر فائز ہو چکا ہو اور آپ نے پھر یہی آیت پڑھی۔ اور ایسے لوگوں کے لئے فرماتا ہے کہ بروز محشر ان کو اجر ملے گا اور ان کو نور ملے گا جس کی روشنی میں چل کر جنت کی طرف جائیں گے۔

تفسیر برہان میں ہے حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آیت مذکورہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے حق میں ہے۔

متعدد روایات میں وارد ہے کہ حضور نے فرمایا صدیق تین ہیں (۱) حبیب بن مومن آل لیسین (۲) حمیل مومن آل فرعون (۳) حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسالت مآب کے پاس ایک فوج محمود نامی فرشتہ نازل ہوا جس کے کندھوں کے درمیان لکھا ہوا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيُّ الصَّدِيقِ الْكَبِيرِ پس حضور نے فرمایا کہ یہ تحریر کب سے ہے تو اس نے جواب دیا حضرت آدم کی پیدائش سے بارہ ہزار سال پہلے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو اور اپنی زبانوں اور ہاتھوں کو ایذا رسانی سے روکے رکھو۔ پس سیدھے جنت میں جاؤ۔ یاد رکھو جن لوگوں نے دنیا میں امام بنا رکھے ہیں۔ قیامت کے روز یہ امام اور مقتدی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور تم مزے سے رہو گے اور جو بھی تمہاری طرح یہ معرفت لے کر مرے گا۔ وہ جہاد کرنے والے کی طرح شہید ہو کر مرے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا ہمیں اور ہمارے شیعوں کو چن لیا جو ہماری خوشی پر خوش ہوتے ہیں۔ اور ہماری غمی میں غمناک ہوتے ہیں۔ اور اپنی جانوں اور مالوں کی ہمارے لئے قربانی پیش کرتے ہیں اور اگر ہمارے کسی شیعہ سے کسی وقت کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے تو اس کو اس وقت تک موت نہ آئے گی۔ جب تک کہ اس غلطی کی سزا نہ جھگت لے۔ پس وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوگا جو اس کے گناہ کا کفارہ ہوگی خواہ وہ مصیبت اس کے مال میں ہو یا اس کی اولاد میں ہو یا اس کے اپنے جسم میں ہو۔ پس جب وہ اللہ کے دربار میں پیش ہوگا تو اس کے دہن پر کوئی گناہ موجود نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی گناہ پہنچ گیا تو موت کی تلخی اس کا کفارہ ہو جائے گی۔ اور ہمارے شیعوں میں سے مرنے والا صدیق و شہید ہو کر مرتا ہے۔ کیونکہ وہ امر کی تصدیق کرنے والا ہوتا ہے۔ اور ہمارے ساتھ محبت اور ہمارے

دشمنوں کے ساتھ بغض صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ پس وہ اللہ و رسول پر صحیح ایمان رکھنے والا ہوتا ہے۔ اور ان کو خزانے صدیق و شہید کہا ہے۔ اور آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ زمین پر سکون رکھو۔ مصائب پر صبر کرو۔ اور اپنے ہاتھوں زبانوں اور تلواروں کو بند رکھو اور جلد بازی نہ کرو۔ اور تم میں سے جو بھی خدا و رسول و اہل بیت کی معرفت رکھ کر مرتا ہے۔ وہ شہید مرتا ہے۔ خدا اس کو اس کا اجر دے گا۔ اور اس کی نیت میں جس قدر نیک اعمال کا منصوبہ تھا ان تمام کی اس کو جزا دی جائے گی۔ الخ۔

ایک دفعہ حضرت رسالت مآب نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے لوگ پیش ہوں گے جن کو فوری منبروں پر جگہ دی جائے گی۔ اور ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے ہوں گے۔ جن پر اولین و آخرین رشک کریں گے اور آپ نے یہ کلام تین مرتبہ دہرائی پھر چپ ہو گئے تو عمر نے پوچھا کہ کیا وہ شہداء ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک وہ شہداء تو ہوں گے لیکن وہ شہداء نہیں ہوں گے جو تم سمجھتے ہو تو عمر نے کہا کیا وہ انبیاء ہوں گے؟ آپ نے فرمایا انبیاء ہوں گے لیکن انبیاء کا معنی جو تم سمجھتے ہو وہ نہ ہوں گے۔ عمر نے کہا کیا وہ اوصیاء ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا جو اوصیاء کا معنی تم سمجھتے ہو وہ نہ ہوں گے تو عمر نے کہا کیا وہ آسمان کے باشندے ہوں گے یا زمین کے ساکن ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ زمین کے باسی ہوں گے۔ پس عمر نے کہا کہ ان کی نشاندہی فرمائیے تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حضرت علی اور ان کے شیعہ ہوں گے۔ اور جو قریشی علی سے بغض رکھے گا وہ کافر ہوگا اور انصار میں سے جو علی سے بغض رکھے گا وہ یہودی ہوگا۔ اور عربوں سے جو علی کا دشمن ہوگا وہ حرامزادہ ہوگا۔ اور باقی لوگوں میں جو آپ کا دشمن ہوگا وہ شقی ہوگا۔ اسے عمر! علی سے دشمنی رکھنے کے باوجود جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے ابن عباس سے منقول ہے کہ علی اس امت کا صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہے۔ نیز ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور جعفر طیار اس امت کے صدیق ہیں۔ اور یہی اس امت کے شہید معنی گواہ ہیں جو باقی انبیاء کی نبوتوں کی گواہی دیں گے کہ واقعی انہوں نے تبلیغ امامت کا فریضہ انجام دیا۔

حضرت نبی اکرم سے سوال کیا گیا کہ آیت مذکورہ کس کے حق میں اتری ہے؟ تو آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک لواء نور ظاہر ہوگا اور ایک منادی ندا کرے گا کہ سید الوصیین کہاں ہیں۔ اور ان پر ایمان والے کہاں ہیں؟ پس حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور ان کو وہ لواء نور عطا ہوگا اور اس کے سائے میں مہاجر و انصار میں سے سابق لوگ جمع ہوں گے۔ پس حضرت علیؑ ایک فوری منبر پر تشریف فرما ہوں گے اور لوگ ان کے سامنے پیش ہوتے جائیں گے اور ہر ایک کو اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے اجر اور نور عطا ہوتا جائے گا اور سب کو کہا جائے گا کہ جنت میں سکانات پہچان لو۔ پس حضرت اٹھیں گے۔ اور جس قدر لوگ ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے سب کو لے کر جنت میں لے جائیں گے۔ پس منبر نور پر بیٹھ کر ہر ایک کو اپنا ٹکٹا اور اپنی منزل کی نشاندہی کریں گے اور جو لوگ کافر و کذب ہوں گے

بَايْتَنَا أَوْلٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ ۝٢٠ اٰلَعَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

آیات کو وہ دوزخ میں رہنے والے ہوں گے جان لو بجز اس کے نہیں کہ زندگانی دنیا کھیل

لَعِبٌ وَّ لَهُمْ وِزِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَّ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ

و تماشا ہے اور زینت و تفاخر باہمی ہے اور مال و اولاد میں کثرت (پرناز کرنا) ہے

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِیْجُ فَتَرَدُّهُ مُصْفَرًّا

جس طرح بارش کہ بھلی معلوم ہوتی ہے کافروں کو اس کی سبزی جو پھر خشک ہوتی ہے پھر تمیں زرد

ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَّ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّن

نظر آتی ہے پھر بھوسہ بن جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہوگا (کافروں کو) اور اللہ کی جانب سے

اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَّ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝٢١ سَابِقُوْا اِلٰی

بخشش و روضان ہوگی (مومنوں کے لئے) اور زندگانی دنیا ناپائدار منفعت کے علاوہ اور کچھ نہیں ایک دوسرے سے بڑھ کر

ان کو جہنم کی طرف بھیج دیں گے۔ لَحْظًا رَّیْئَانًا

لَعْدُوْٓةٌ وَّ لَعِبٌ - یعنی جس طرح کھیل و تماشا دنیا میں کچھ وقت کی رونق ہوتا اور پھر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی

رُكُوْعٌ ۱۹

طرح دنیاوی زندگی بھی ناپائدار چیز ہے لہذا اس سے دل لگا کر آخرت کو بھلا دنیا و التمنہ ہی نہیں ہے۔

زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ یعنی طرح مال کی زیادتی دنیاوی زینت ہے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کافر لیعہ ہوتی ہے۔ اسی

طرح اولاد و اموال میں زیادتی بھی ایک دوسرے پر برتری کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور یہ سب فانی چیزیں ہیں جس طرح بارش کی

آمد سے زمین پر سبزی کی لہر جو نہایت خوش نما ہوتی ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے خشک ہوتی ہے اور آخر کار خس و خاشاک کی

طرح پاؤں میں روندے جانے کے قابل بن جاتی ہے۔ پس آخرت کی فکر ضروری ہے جہاں یا تو عذاب شدید ہوگا۔ جو

کافروں کے لئے ہے اور یا بخشش و رضوان ہوگی جو مومنوں کے لئے ہے پس ایمان و عمل کے ذریعے سے دوزخ سے بچنا۔ اور

جنت حاصل کرنا عین و التمنہ ہی ہے۔

مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّكَ - ایک دوسرے سے بڑھنے کی دعوت اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ جنت میں درجات کم و بیش

ہوں گے اور ہر شخص اپنے اعمال کی بنا پر اپنے مناسب درجہ کا حقدار ہوگا پس جس طرح نبیوں میں درجات کا فرق ہے اسی

طرح مومنوں کے درجات میں بھی ادنیٰ و اعلیٰ کا فرق ہے۔ پس مومنوں کو اعلیٰ درجات حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے

سے سبقت لینے کی پیش کش کی گئی ہے۔ اور اس آیت میں خداوند کریم نے کسی بھی ایمان رکھنے والے کو جنت و مغفرت

مَغْفِرَةً مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ

اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں و زمین کے برابر ہے جنتیہ کی گئی

لِّلَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ عَط

ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

سے پائیس نہیں فرمایا اور غالباً قرآن مجید کی یہی ایک آیت ہے جس میں بخشش اور جنت کی پیشکش ایمان والوں کے لئے ہے۔ اور اس کے ساتھ عمل کی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ اور اس کا عطیہ خداوند کریم نے اپنا فضل قرار دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اعمال کے ذریعے سے تو کوئی انسان جنت میں جا ہی نہیں سکتا کیونکہ انسان جس قدر اعمال صالحہ بجالائے وہ تو اس کے سابق انعامات و احسانات کا بدلہ نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ وہ آئندہ کے لئے اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا جائے۔

تفسیر برہان امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت طویلہ میں ہے کہ ایک مرتبہ بخران کے ایک پادری کو عمر نے اپنے دور حکومت میں اسلام کی دعوت دی تو اس پادری نے سوال کیا کہ تمہاری کتاب قرآن مجید میں ہے کہ جنت کی وسعت آسمان و زمین کے برابر ہے۔ اگر یہ درست ہے تو مجھے یہ سمجھائیے کہ پھر دروزخ کہاں ہے؟ چنانچہ عمر نے سر جھکا لیا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام

بھی حاضر مجلس تھے۔ آپ نے فرمایا کہ پادری کو مسئلہ کا جواب دو۔ تو عمر نے کہا کہ اس کا جواب آپ ہی دے دیں۔ پس آپ نے اس بخران پادری سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے پادری نے کہا مجھے خیال تک نہ تھا کہ کوئی شخص مجھے مطمئن کر سکے گا لیکن آپ نے تو مجھے ایسا جواب دیا ہے کہ اب زبان کشائی کی حاجت نہیں رہی پس وہ حضرت عمر سے دریافت کرنے لگا کہ یہ جوان کون ہے؟ عمر نے کہا یہ علی بن ابی طالب ہے جو رسول اللہ کا داماد و عم زاد ہے

وہ سابق الایمان ہے اور حسن و حسین کا باپ ہے۔ پھر پادری نے پوچھا اے عمر: یہ بتاؤ وہ کون سا زمین کا ٹکڑا ہے جس پر صرف ایک دفعہ سورج کی روشنی پڑی تو عمر نے کہا یہ سوال بھی اسی جوان سے کرو جس نے پہلے سوال کا جواب دیا ہے تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا یہ اس سمندر کی زمین ہے جس کا پانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خاطر بھٹ گیا تھا اور آپ اپنی قوم سمیت اس سے پابہر ہوئے تھے۔ پھر پادری نے سوال کیا کہ جنت کے میوہ جات کی دنیا میں کونسی مثال ہے کہ جب وہاں سے میوہ توڑا جائے گا تو اس کی جگہ خالی نہ رہے گی۔ اس کا جواب حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے دیا کہ اس کی مثال قرآن مجید ہے کہ تمام دنیا والے اس سے اپنے مسائل حل کر لیتے ہیں۔ اور اس کے مطالب معافی میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ پھر پادری نے دریافت کیا کہ آسمان کے دروازے ہیں؟ تو عمر نے کہا کہ اسی جوان سے پوچھئے پس حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا واقعی آسمان کے دروازے

ہیں تو پادری نے کہا کہ اس کا قفل کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ شرک تو اس نے پوچھا کہ پھر اس کی کنجی کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کلمہ توحید لا الہ الا اللہ اس طرح سوال و جواب کا سلسلہ قائم رہا تو پادری نے پوچھا۔ اے عمر! بتاؤ تمہارا خدا کہاں ہے۔؟ تو

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۲﴾ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ

اور اللہ بڑے فضل والا ہے نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں

حضرت عمر فاروقؓ ہو گئے۔ پس حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھے سمجھاتا ہوں۔ سنو میں ایک دن خدمت نبویؐ میں موجود تھا کہ ایک فرشتہ نے آکر سلام کیا اور اس نے عرض کی میں ساتوں آسمانوں کے اوپر سے خدا کی جانب سے آیا ہوں۔ پھر دوسرے نے آکر سلام دیا۔ اور حضورؐ کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میں ساتویں زمین کے نیچے سے اپنے پروردگار کی جانب سے آیا ہوں اس کے بعد تیسرے نے آکر سلام عرض کیا اور آپ کے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ میں انتہائے مشرق سے اپنے رب کی بارگاہ سے حاضر ہوا ہوں۔ اور پھر چوتھے فرشتے نے سلام کیا اور عرض کی کہ میں انتہائے مغرب سے اپنے خدا کی جانب سے آیا ہوں۔ پس خدا کسی ایک جگہ کا پابند نہیں وہ زمین و آسمان میں بیک وقت ہر جگہ موجود ہے۔ اور ہر شئی کو جانتا ہے۔ وہ حکیم و علیم ہے اور زمین و آسمان میں سے کوئی شئی بھی اُس پر کسی وقت بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

مَا أَصَابَ - حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے ایک شخص نے زہد کا معنی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس کے دس درجے ہیں۔ اور زہد کا آخری درجہ ورع کا پہلا زینہ ہے۔ اور ورع کا آخری درجہ یقین کا پہلا زینہ ہے۔ اور یقین کا آخری درجہ رضوان پروردگار کی پہلی منزل ہے کہ جو کچھ فوت ہو جائے اُس کا ارمان نہ کرو اور جو مل جائے اُس پر خوشی کا اظہار نہ کرو جب اسیران اہل بیت کا لٹا ہوا قافلہ دربار شام میں پہنچا۔ اُس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی گردن میں لوہے کا طوق پڑا ہوا تھا۔ یزید غنید نے قیدی امام اور قیدی پسر دو کو دیکھ کر امام کی طرف خطاب کر کے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے تیرے باپ کو قتل کیا۔ آپ نے فرمایا: اُن پر خدا کی لعنت ہے جنہوں نے بے گناہ میرے باپ کو شہید کیا یہ سن کر یزید کو غصہ آیا اور امام کے قتل کا حکم دے دیا۔ آپ نے فرمایا اگر تو مجھے قتل کرے گا تو بناتِ رسول کو وطن تک کون پہنچائے گا۔ حالانکہ میرے سوا ان کا کوئی محرم موجود نہیں ہے۔ پس یزید نے امام کے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہا کہ ان کو آپ خود پہنچائیں گے۔ اس کے بعد حضرت سجادؓ کی گردن سے طوقِ جامعہ کو خود کاٹنا شروع کیا۔ اور پوچھا کہ یہ میں خود کیوں کر رہا ہوں تو آپ نے فرمایا تیرا خیال ہو گا کہ میں امام پر ایک احسان کروں و حالانکہ ان باتوں سے معصوم کا ناحق قتل معاف نہیں ہو سکتا، اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی ان آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ تَاْمَنَّا إِلَيْهَا فَأُخْرِجْهَا مِنْ يَدِنَا وَإِنِّي أَنَا الْغَنِيُّ

الآفِي بِكِتَابٍ - یعنی زمین میں جہاں کہیں کسی کو تکلیف پہنچتی ہے خواہ جانی ہو یا مالی وہ لوح محفوظ میں غلامی کی پیدائش سے بھی پہلے لکھی جا چکی ہے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کو تمام ہونے والی کئی وجہی واقعات اس وقت سے معلوم ہیں جب عالم امکان کتمِ عدم کے پردوں میں چھپا ہوا تھا اور ان تمام واقعات کا اللہ کو معلوم ہونا مشکل نہیں بلکہ آسان بات ہے۔

وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلٍ أَن نَّبْرَاهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ

اور نہ تمہاری جانوں میں مگر یہ کہ وہ لوح محفوظ میں ہے ان کے پیدا کرنے سے پہلے تحقیق یہ اللہ پر آسان

يَسِيرٌ ﴿٢٣﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَافَاتِكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ط

ہے تاکہ تم افسوس نہ کرو اس پر جو تم سے فوت ہو جائے اور نہ خوش ہو اس پر جو تم کو دے دے

وَاللَّهُ لَا يَحِبُّ كُلَّ فَحْشٍ فَخُورٍ ﴿٢٤﴾ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ دِيَارَهُمْ

اور اللہ نہیں دوست رکھتا کسی متکبر فخر کرنے والے کو جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل

النَّاسِ بِالْبَخْلِ ط وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٥﴾

کا علم دیتے ہیں اور جو روگردانی کرے تو تحقیق اللہ بے نیاز قابلِ حمد ہے

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا۔ یعنی اللہ نے یہ انتظام اس لئے کیا ہے تاکہ تمہاری زندگی کے نشیب و فراز تمہارے سکون پر اثر انداز نہ ہوں کیونکہ جس شخص کو معلوم ہو کہ دنیا میں میرا جو کچھ نقصان ہوگا اس کا بدلہ آخرت میں مل جائے گا۔ نیز دنیا میں بھی رزق اُسی کے ذمہ ہے تو غمزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو کہ دنیا میں جس قدر اس کے انعامات و اکرامات ہوں گے۔ ان کے عوض شکریہ یا ادائیگی واجب ہے۔ اسی قدر زیادہ ہوگا تو اس کو آنے والی نعمات پر زیادہ خوش ہونے کی بجائے ادائیگی و اجبات کی فکر زیادہ کرنی چاہیئے۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام کے سابق فرمان کے پیش نظر یہ آیت زہد کا پھوڑ ہے۔ اور اس سے چار خصلتیں حاصل ہوتی ہیں ۱۱، اگر انسان اس آیت پر عمل کرے تو بہترین اخلاق کا مجسمہ بن جائے گا کیونکہ حسد۔ بغض۔ کینہ۔ دشمنی اور بخل وغیرہ کی بد عادات کا خود بخود قلع قمع ہو جائے گا ۱۲، اس کی نظر میں دنیا حقیر ہو جائے گی اور اس کا دلدادہ نہ ہو سکے گا ۱۳، آخرت اس کی نظروں میں اہم ہو جائے گی۔ پس اس کے لئے عمل کرے گا ۱۴، اللہ پر اس کی توکل قائم ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ بزرگبر حکیم سے کسی نے دریافت کیا کہ تم ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر کیوں غمزدہ نہیں ہوتے اور حاصل ہونے والی شے پر کیوں خوش نہیں ہوتے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاتھ سے نکل جانے والی چیز رونے دھونے سے واپس نہیں آتی اور حاصل ہونے والی چیز کو دائمی بقا نہیں ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ کسی ہونے والی شے کے متعلق کنا کاش کہ نہ ہوتی اور کئی صنائع ہونے والی چیز کے متعلق کہنا کہ کاش صنائع نہ ہوتی۔ اس سے بہتر ہے کہ ایک آگ نازل ہو جو جلنے کے قابل چیزوں کو جلا کر خاکتر کر دے اور جو بچ جائیں ان کو الگ کر دیا جائے۔

الکتاب۔ اس جگہ کتاب سے مراد جنس ہے جس میں تمام انبیاء کی کتابیں اور صحیفے داخل ہیں۔

وَالْمِيزَان۔ میزان سے مراد وہ دستور جس سے حق و باطل کے درمیان امتیاز کیا جاسکے۔ اور حلال و حرام کی پرکھ ہو سکے اس میں

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ

تحقیق ہم نے واضح دلیلوں کے ساتھ رسول بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا

لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَ

تاکہ لوگوں میں انصاف قائم ہو اور ہم نے لہجے کو نازل کیا جس میں بڑی طاقت ہے اور

مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ

لوگوں کے لئے فوائد بھی ہیں اور اس لئے تاکہ اللہ ممتاز کرے ان لوگوں کو جو غائبانہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں

شک نہیں کہ ہر زمانہ میں نبی کا وجود اپنے مقام پر حق و باطل کو پرکھنے کا میزان ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی کتاب بھی ایک میزان ہوا کرتی ہے لیکن یہاں میزان نبوت اور کتاب کے علاوہ کوئی اور شے مراد ہے تاکہ جب زمانہ کا نبی اپنی مدت کے اختتام کے بعد رحلت کر جائے تو اس میزان کے ذریعے سے حق و باطل میں امتیاز ہو تا رہے۔ پس ہر نبی کا وحی اس نبی کی امت کے لئے میزان ہوا کرتا ہے اور اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم میزان ہیں۔ اور یہی وہ میزان ہے جس کی بدولت لوگ حق و انصاف پر قائم رہ سکتے ہیں۔ اور اس میزان کو صنائع کرنا بے راہ روی و بے انصافی کا موجب ہوا کرتا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ تَفْسِيرٌ مَّجْمَعُ الْبَيَانِ فِي حَضْرَتِ نَبِيِّكَرِّمٍ سَعْدٍ مِّنْ قَوْلِهِ كَذٰلِكَ

ذوالفقار عظیمیہ پروردگار نے چار برکتیں آسمان سے نازل فرمائیں۔ لوہا۔ آگ۔ پانی اور نمک۔ اور آسمان سے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے انسانی منافع کے لئے ان کو پیدا کیا پس آسمان سے نازل کرنے کی نسبت ان چیزوں کی اہمیت کے پیش نظر ہے۔ جس طرح دوسرے مقام پر حیوانات کے متعلق فرمایا: وَأَنْزَلْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَنْعَامِ الْخِیْنِ یعنی ہم نے تمہارے لئے چوپائے نازل کئے۔ پس انسانی زندگی میں ان کی اہمیت کے پیش نظر ان کی پیدائش کو آسمان سے نزول قرار دیا۔ جس طرح کسی شخص سے جب ملنا ضروری ہو اور وہ اچانک مل جائے تو کہا جاتا ہے کہ میں تو تم کو آسمانوں میں ڈھونڈ رہا تھا لیکن تم مجھے زمین پر مل گئے۔

ابن شہر آشوب سے منقول ہے کہ ابن عباس سے اس کی تفسیر میں مروی ہے۔ خداوند کریم نے جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ تلوار ذوالفقار اتاری۔ جس کی خلقت آس جنت سے ہے اور اس میں باس شدید ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اسی تلوار کے ذریعے سے اپنے دشمن شیاطین سے مقابلہ کرتے تھے اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ انبیاء کے بعد دیگرے اور صدیق کے بعد دیگرے اس کے وارث ہوتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ یہ علی بن ابی طالب تک پہنچے گی۔ اور وہ نبی امی کے ساتھ مل کر اس ذوالفقار سے جہاد کا فریضہ ادا کریں گے۔ اور

قَوِّیْ عَزِیْزٌ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَاِبْرٰهٖمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا

تحقیق اللہ قوی غالب ہے اور تحقیق ہم نے نوح و ابراہیم کو بھیجا اور ان کی ذریت میں نبوت

النُّبُوَّةَ وَالْکِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّسْتَدِّیْنَ وَکَثِیْرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ ثُمَّ

اور کتاب کو قرار دیا پس کچھ ان میں سے ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت ان میں سے فاسق نکلا

قَفَّیْنَا عَلٰی اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّیْنَا بِعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ وَاتَّيْنَاهُ

ان کے بعد ہم نے اپنے رسولوں کا سلسلہ جاری کیا اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اس کو

الرَّحْمٰلَہٗ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَافَۃً وَرَحْمَۃً وَ

انجیل دی اور ہم نے اس کی اتباع کرنے والوں کے دلوں میں نرمی اور رحمت ڈال دی اور

رَهْبٰنِیَّةً اٰبَتَدَعُوْهَا مَا کَتَبْنٰهَا عَلَیْہِمْ اِلَّا اِبْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰہِ

رہبانیت جو انہوں نے از خود پیدا کی کہ ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی مگر انہوں نے اللہ کی خوشنودی چاہنے کے لئے (اس کو ایسا کیا)

مَنْ اٰفَعِ لِلنَّاسِ مِیْنَ نَّاسٍ سَے مُرَاد حضرت محمد مصطفیٰ ہیں۔ اور اللہ قوی عزیز ہے کہ وہ اپنی مضبوط گرفت کے ذریعے سے حضرت

علی کو کفار سے محفوظ رکھے گا اور علمائے امامیہ نے روایت کی ہے کہ اس جگہ اس آیت میں حدید سے مراد ذوالفقار ہے جو آسمان

سے حضرت رسالت مآب پر اتری۔ اور آپ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو عطا فرمائی

(اقول) لَا سِیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَكَافَتْہِیْ اِلَّا عَلٰی حضرت جبریل کا ترانہ تھا جو جنگ احد میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام

کی شجاعت و جہاد فری پر داد دینے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔

مَنْ اٰفَعِ لِلنَّاسِ :- یعنی لوہے کی تخلیق میں لوگوں کے بے پایاں منافع موجود ہیں۔ اور آج کل کی سائنسی ترقیوں کا تمام تر انحصار ہی

لوہے کی صنعتوں پر ہے۔ اور انہی خصوصیات کی بنا پر پروہ کا۔ نے لوہے کے انزال کو اہمیت سے ذکر فرمایا۔

وَلَا یَعْلَمُ اللّٰہُ :- یعنی ایک طرف تو لوگوں یہ اس کا احسان عظیم و فضل جسم ہے کہ اس نے عمری منفعت کی چیزیں سستی اور عام کر

دیں۔ اور دوسری طرف وہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان احسانات کے شکر کے طور پر خائبہ خدا و رسول کی مدد کوں کرتا ہے۔

اور کفرانِ نعمت کر کے دشمنی کوں کرتا۔ حالانکہ خدا اپنے مقام پر قوی و عزیز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

قَفَّیْنَا :- یہ تصفیہ سے ہے جس کا معنی ہے کسی شے کے پیچھے دانی طور پر اور شے کو رکھتے جانا یہاں مراد یہ ہے کہ ہم

رُکُوْعٌ ۲۷ نے ان نبیوں کے پیچھے یکے بعد دیگرے انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری رکھا۔

رَهْبٰنِیَّةً اٰبَتَدَعُوْهَا :- یعنی انہوں نے رہبانیت کی خود ایجاد کر لی۔ خدا نے ان پر فرض نہیں کی تھی اور وہ یہ کہ عورتوں

فَمَارَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ

پس اس کو نہ بھانکے جو نہ جانے کا حق تھا پس ہم نے ان کو اجر دیا جو ان میں سے ایمان لائے

وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسِقُونَ ﴿٢٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا

اور بہت سے ان میں سے فاسق تھے اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول

بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ

پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور عطا کرے گا جس کے ذریعے تم

بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٩﴾ لَيْلًا يَعْلَمُ أَهْلُ الْكِتَابِ

چلو گے اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے تاکہ اہل کتاب کو علم ہو جائے کہ

الَّذِي قَدَرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ

وہ اللہ کے فضل میں سے کسی شے پر قادر نہیں ہیں اور تحقیق فضل اللہ کے قبضے میں ہے جسے

يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٣٠﴾ ع

چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

اور جملہ عیش و عشرت کی چیزوں سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ تنہائی میں عبادت خدا شب و روز بجالایا کرتے تھے۔ پس بعض ان میں سے پہاڑوں کے دامن میں اور بعض کسی جنگل میں صومہ یعنی عبادت خانہ بنا کر ساری زندگی گزار دیا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ بادشاہان وقت کی غلط کاریوں سے تنگ آ کر نیک لوگوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا تھا اور اس کی رعایت نہ کر سکے۔ کیونکہ ان پر فرض عائد ہوتا تھا کہ چونکہ خوشنودی خدا کی خاطر انہوں نے ترک دنیا کیا تھا تو جب حضرت رسالت مآب تشریف لائے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوتے اور آئندہ کے لئے آپ کی ہدایات کے ماتحت اسلام کے فرائض کی بجا آمدی کرتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پس اس رہبانیت کے تقاضوں کو وہ پورا نہ کر سکے۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ میں حضرت رسالت مآب کے پیچھے ایک دفعہ سوار تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کوئی تپہ ہے کہ بنی اسرائیل نے یہ رہبانیت کہاں سے ایجاد کی تو میں نے عرض کی حضور! آپ خود ہی فرمائیے تو حضور نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب جابر بادشاہوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ اور انہوں نے اللہ کی نافرمانیاں کیں تو اہل ایمان نے احتجاج کی۔ آوازیں بلند کیں جس کے نتیجے میں باہمی جنگ شروع ہو گئی اور مسلح طاقتوں کے سامنے اہل ایمان قدم نہ جما سکے اور تین دفعہ اس

نوعیت کی جنگ لٹھی گئی۔ اور اہل ایمان کو شکست ہوئی۔ اور بہت مارے گئے۔ پس جو کچھ بچے۔ انہوں نے اس میں بھلائی سمجھی کہ گوشہ تنہائی میں اللہ کو یاد کیا جائے اور اپنی حد استطاعت تک دین کی خفیہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ چنانچہ انہوں نے جنگوں۔ سپاہوں میں چھپ کر حفاظت دین کے لئے یہ راستہ اختیار کیا۔ اور اس انتظار میں رہے کہ خدا اس نبی کو بھیجے گا جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ پس آپ کی آمد پر بعض لوگوں نے عناد و ضد پر کمر باندھ دیا۔ اور بعض لوگ ایمان لانے پر موافق ہوئے جن کے متعلق فرما رہا ہے کہ جنہوں نے ایمان کو قبول کر لیا۔ ہم نے ان کو اجر دیا۔ اور بہت سے ان میں سے فاسق نکلے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کی رہبانیت یہ ہے کہ نماز و روزہ اور حج و عمرہ اور جہاد و ہجرت پر عمل کرتے رہیں اور ابن مسعود کہتا ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کی اُمت میں سے دو قسم کے لوگوں نے نجات پالی۔ ایک وہ جو سلاطین جو کہ کافرانہ و ملحدانہ رویہ کے خلاف احتجاج کرنے پر قادر ہوئے اور ان سے لڑ کر جام شہادت نوش کر گئے۔ اور دوسرے وہ جو مقابلہ کی تاب نہ لا کر اپنے دین کو بچاتے ہوئے رہبانیت کی آڑ میں جنگوں اور سپاہوں میں متفرق ہو گئے۔ پس ان میں سے جن لوگوں نے مجھے تسلیم کر لیا۔ اور دولت ایمان سے بہرہ ور ہو گئے۔ انہوں نے رہبانیت کو اپنی حدود کے ساتھ قائم کیا اور جو میرے اوپر ایمان نہ لائے وہ ہلاک ہو گئے۔

لِسَلَامٍ يَعْلَمُ۔ اس مقام پر لانا فیہ زائد ہے۔ یعنی ایمان لانے والوں پر خدا کا احسان و اکرام اس امر کے لئے بھی ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ از راہ عناد و دولت ایمان سے محروم تھے ان کو تہہ چلے کہ ہم اللہ کے اس فضل سے محروم ہیں جو مومنوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ لانا فیہ ہے۔ اور بعد میں لَا يَقْدِرُونَ موجود ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اہل کتاب یہ نہ سمجھیں کہ وہ ایمان لانے اور اللہ کا فضل حاصل کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ سمجھیں کہ ہم بھی دوسرے مومنوں کی طرح ایمان لانے پر قادر ہیں۔ پس ایمان لا کر وہ بھی اسی شرف سے مشرف ہونے میں خوشی محسوس کریں۔

۲۸
 ۵
 ۶
 ۷

سُورَةُ مَجَادِلِه

یہ سورہ مدنیہ ہے۔ سورہ منافقون کے بعد نازل ہوا۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت ۲۳ ہے۔

حضرت نبی اکرم نے فرمایا جو سورہ مجادلہ کی تلاوت کرے گا وہ تیاست کے روز اللہ کے لشکر میں شمار ہوگا۔
خواص القرآن سے منقول ہے کہ جو اس سورہ کو لکھ کر کسی مریض پر باندھے یا کسی مریض پر پڑھے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا۔

اور کسی مدفون چیز پر پڑھی جائے تو وہ محفوظ رہے گی یہاں تک کہ وہی نکالے گا جس نے دفن کی تھی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر کسی بے آرام مریض پر پڑھی جائے تو اس کو سکون نصیب ہوگا اور وہ سو جائے گا۔ اور اگر شب و روز اس کی تلاوت باقاعدگی سے کی جائے تو ہر ڈاکو لیٹرے سے محفوظ رہے گا۔

اگر اس کو لکھ کر غلہ کے ڈھیر میں رکھا جائے تو وہ ہر تلف کرنے والی بیماری یا کیڑوں سے محفوظ رہے گا (برہان)

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سورہ مجادلہ کو اگر خاک کی سمٹی پر تین دفعہ پڑھ کر دشمن کی طرف پھینکے تو دشمن مغلوب ہوگا۔ اور اگر بیمار پر پڑھی جائے تو اسے تسکین ہوگی اور وہ سو جائے گا۔ اور اگر ہمیشہ پڑھتا رہے تو جنتوں اور انسانوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ

تحقیق سنی اللہ نے بات اُس عورت کی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑاتی اور اللہ کی طرف شکوہ کرتی تھی اور اللہ

لَيَسْمَعُ تَحَاوُرَ كَمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ② الَّذِينَ يَظْهَرُونَ مِنْكُمْ

تمہاری باتیں سن رہا تھا تحقیق اللہ سُننے دیکھنے والا ہے جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار

مَنْ نِسَاءً هُم مَّا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا إِلَىٰ وَلَدَنَّهُمْ

کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں بن جاتیں (کیونکہ) ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا

وَأَنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مَنَّكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ

اور تحقیق وہ اوپری بات کہتے ہیں اور جھوٹ اور تحقیق اللہ معاف کرنے والا

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ - ان آیات کے شان نزول کے بارے میں تفسیر مع البیان
رُكُوعٌ ۱ ظہار کا بیان میں مذکور ہے کہ ایک عورت، غولہ نامی جو کہ انصار کے خزر ج قبیلہ سے تعلق رکھتی

تھی۔ اُس کے شوہر کا نام اوس بن صامت تھا۔ ایک دن گھریلو معمولی جھگڑے کی بنا پر ان میں تلخی پیدا ہو گئی۔ اور اوس ایک

خدا مانتی قسم کا انسان تھا۔ اُس نے فوراً ظہار کا صیغہ جاری کر دیا۔ یعنی عورت کو کہا کہ تیری پشت میرے لئے میری ماں کی

پشت ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں طریقہ طلاق یہی تھا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اوس اپنے جاری کردہ الفاظ پر پشیمان ہوا

لیکن اب وہ الفاظ تو واپس نہیں آسکتے تھے۔ عورت سے کہنے لگا کہ آیام جاہلیت میں تو ان الفاظ کو طلاق سمجھا جاتا تھا لیکن

اب اسلام نے ممکن ہے اس رواج کو کالعدم قرار دے دیا ہو۔ لہذا رسالت مآب کی خدمت میں پہنچ کر اس مسئلہ کا حل طلب

کرنا چاہیئے۔ اور میں خود حضور کے پیش ہونے سے گھبراتا ہوں تم چل جاؤ اور مسئلہ دریافت کر آؤ جو حکم دیں گے اس پر ہمیں

عمل کرنا ہوگا۔ چنانچہ وہ عورت بارگاہ نبوی میں عین اُس وقت حاضر ہوئی جب کہ آپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھے۔ اور

حضرت عائشہ آپ کا سر و حضور ہی تھی۔ اُس عورت نے انتظار کئے بغیر اپنا مسئلہ چھیڑ دیا جب اُس کا بیان ختم ہوا تو حضورؐ نے

فرمایا کہ تو اُس مرد پر حرام ہو چکی ہے۔ عورت نے دوبارہ اپنا قصہ دہرایا کہ میں اب وہ بچوں کی ماں ہو چکی ہوں اور میرا شباب

مُحَلَّ جاکے ہے۔ لہذا میری مشکل کو حل فرمائیے کیونکہ میں کسی طرف جانے کے قابل نہیں رہی ہوں تو آپ نے دوبارہ بھی وہی

جواب دیا کہ تو اس مرد پر حرام ہو چکی ہے لیکن عورت نے بہ بارہ پھر اصرار کیا کہ حضور کوئی اس کا حل تلاش فرمائیے۔ میں

عَفُورٌ ۛ وَالَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ ثَمَّ يَعُوذُونَ بِمَا قَالُوا

بخت والا ہے اور جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں پھر پشیمان ہوتے ہیں اس سے جو کہہ جتے ہیں تو ان کا کفار ہے

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَآ سَاءَ ذَٰلِكُمْ تُوعِظُونَ بِهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

غلام آزاد کرنا س کرنے سے پہلے یہ تمہاری نصیحت کے لئے ہے اور اللہ جو تم کرتے

تَعْمَلُونَ خَيْرٌ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

ہو جانے والا ہے پس جو نہ پائے (مالی طاقت) تو پے درپے دو ماہ کے روزے رکھے

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَآ سَاءَ فَمَنْ لَّمْ يَتَطَّعْ فَاطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا

کرنے سے پہلے پس جو اس کی بھی (مالی طاقت) نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا

سخت مجبور ہوں۔ اگر بچے اس کے حوالہ کروں تو بچے ضائع ہو جائیں گے۔ اگر خود سنبھالوں تو میرا کانے والا کوئی نہیں ہے

خدا را میرے حال پر رحم فرمائیے۔ اور اس عورت نے اللہ کی بارگاہ میں بھی گڑگڑانا شروع کر دیا۔ اے اللہ میرے حال پر

رحم فرما اور اپنے نبی پر میرے متعلق حکم نازل فرما۔ اور منقول ہے کہ اسلام کے احکام کے نفاذ کے بعد یہ پہلا ظہار تھا پس عائشہ

نے اس عورت سے کہا کہ حوصلہ کرو اور انتظار کرو۔ چنانچہ وحی نازل ہوئی۔ اور آپ نے اس عورت کے شوہر کو بلوایا۔ اور ان

آیات کی تلاوت فرمائی۔ پس آپ نے فرمایا کیا تم میں ایک غلام آزاد کرنے کی طاقت ہے تو اُس نے عرض کی حضور! آج کل

غلاموں کی قیمتیں بہت زیادہ ہیں۔ اور میرے پاس اس قدر مال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا پھر دو ماہ پے درپے روزے رکھ

لو۔ تو اُس نے عرض کی حضور! میری بیانی کڑوا ہے۔ اور میں دن میں جب تک تین مرتبہ روٹی نہ کھاؤں میری آنکھوں کے سامنے

اندھیرا سا آنے لگتا ہے۔ لہذا روزے رکھنا میرے بس سے باہر ہے تو آپ نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ تو

اُس نے عرض کی۔ اگر آپ اس بارے میں میری اعانت فرمادیں تو میرے لئے یہ مرحلہ آسان ہو جائے گا۔ پس آپ نے

فرمایا میں پندرہ صاع کھجے دیتا ہوں اور تجھے برکت کی دعا کرتا ہوں۔

يَعُوذُونَ بِمَا قَالُوا۔ اس کے معنی میں کئی وجہ بیان کئے گئے ہیں (۱) يَعُوذُونَ کا معنی يَنْذَرُونَ یعنی وہ پشیمان

ہوتے ہیں اور يَمَاقِلُوا کا معنی ہے عَمَّاقِلُوا یعنی اپنے کہے ہوئے جملے سے پشیمان ہیں (۲) اخش کے نزدیک

آیت میں قَلْب ہے یعنی تَحْوِيلُ رَقَبَةٍ بِمَا قَالُوا۔ اور معنی یہ ہوگا کہ پلٹتے ہیں طرف اپنی عورتوں کے (يَعُوذُونَ

إِلَى نِسَاءِهِمْ) تو اپنے کہے ہوئے جملے کا کفارہ غلام آزاد کریں۔

تُوعِظُونَ۔ یعنی یہ سخت سزا اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ تمہیں نصیحت حاصل ہو اور آئندہ اس قسم کی غلطی پھر نہ کرو۔

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۖ وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ

یہ اس لئے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک

اَلِيْمٌ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخَادُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ كَبَتُوْا كَمَا كَبَتِ

عذاب سے تحقیق جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی رسوا ہوں گے جس طرح رسوا ہوئے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۖ وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ

وہ لوگ جو ان سے پہلے گذرے اور ہم نے واضح آیات نازل کیں اور کافروں کے لئے رسوا کن عذاب

مُهِيْنٌ ۝۶ يَوْمَ يَجْعَلُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فِئْتَهُمْ بِمَا عَمِلُوْا

ہرگا جس دن ان سب کو اللہ اکٹھا کرے گا پس ان کو خبر دے گا اس کی جو انہوں نے کیا کہ

اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِِيْدٌ ۝۷

خدا کے پاس محفوظ تھا اور وہ بھول گئے تھے اور اللہ ہر شے پر گواہ ہے

شہدین متتابعین۔ پے درپے دو ماہ کے روزے اور فقہاء امامیہ کے نزدیک ایک ماہ پورے روزے رکھنے کے بعد دوسرے ماہ سے ایک روزہ بھی اگر رکھ لے تو متابع قائم ہو جائے گا۔ اب اگر کسی مجبوری کی بنا پر روزوں کا تسلسل ترک ہو جائے تو متابع برقرار رہے گا لیکن اکتیس روزے مکمل کرنے سے پہلے متابع کو ٹوڑے گا تو سابق رکھے ہوئے روزے کا عدم قرار دے جائیں گے اور پھر نئے سرے سے دواہ رکھنے ضروری ہوں گے۔

إِطْعَامُ سِتِّيْنِ۔ ساٹھ سکیٹوں کو کھانا کھلائے یا فی سکیٹ پانچ صاع طعام دے دے۔

مسئلہ۔ بربطہ کے لئے ضروری نہیں کہ اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دے بلکہ اگر اپنی بہن یا خالہ و پھوپھی سے تشبیہ دے تو بھی ظہار واقع ہو جائے گا۔ کیونکہ قرآن مجید میں الَّذِيْنَ يُطَيِّسُوْنَ ہے اس میں ماں بہن کی کوئی قید نہیں البتہ بعد میں یہ فرماتا کہ وہ ان کی مائیں نہیں بن جاتیں اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ عربوں میں مروج ظہار یہی تھا کہ عورت کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اود یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں صرف ایک مثال کو بیان کرنا مقصود ہو۔ پس جس طرح ماں کے ساتھ تشبیہ دینے کے بعد وہ عورت ماں نہیں بن جاتی۔ اسی طرح بہن کے ساتھ تشبیہ دینے سے وہ بہن بھی نہیں بن جائے گی۔

مسئلہ۔ بربطہ چونکہ ظہر سے مشق ہے اور اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اگر عورت کو ماں کی پشت سے تشبیہ دے تو ظہار واقع ہو گا لیکن اگر دوسرے اعضاء سے تشبیہ دے تو ظہار واقع نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ بربطہ کی صحت کے لئے وہی شرائط ہیں جو طلاق میں ہوا کرتی ہیں پس اگر غصہ کی حالت میں ظہار کرے تو اس

Supp.

Supp.

الْمَ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ

کیا تم نہیں دیکھتے تحقیق اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے نہیں ہوتی سرگوشی تین

نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَهُو رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدِنِي

آدیسوں کے درمیان مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کے درمیان مگر وہ چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے

مِنْ ذَالِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَهُو مَعَهُ آيُنَ مَا كَانُوا ثَمَّ يَنْبِئُهُمْ

کم نہ زیادہ مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہوا کرتا ہے جہاں بھی ہوں پھر ان کو اپنے کئے پر

بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۸ الْمَ تَرَ

اعمال کی خبر دینا قیامت کے دن تحقیق اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے کیا تم نہیں دیکھتے

إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لَهَا هُوَ عَنْهُمْ

ان لوگوں کو جن کو روکا گیا سرگوشی سے پھر پلٹ کر رہی کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا اور

يَتَنَاجَوْنَ بِاللَّتْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ

باہمی سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے ساتھ اور جب آپ کے پاس

آگاہی حکم نہیں ہوگا۔ نیز ظہار اس طہر میں واقع ہو جس میں عورت سے ہمبستری نہ کر چکا ہو۔ اور ظہار کے لئے بھی دو عادل

گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔

مسئلہ :- ظہار مدخلہ عورت سے صحیح ہے لیکن اگر غیر مدخلہ ہو تو ظہار کی صحت میں اشکال ہے۔

مسئلہ :- ظہار کا کفارہ غلام آزاد کرنا اگر اس سے عاجز ہو تو در ماہ پے در پے روزے رکھنا اور اگر عاجز ہو تو ساٹھ سائیں

کو کھانا دینا کافی سکیں نصف صاع سے کم نہ ہو۔ اور اگر عاجز ہو ایک مدنی سکیں بھی دے سکتا ہے۔ اتنی احکام بعد میں

بیان ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

نُهُوا عَنِ النَّجْوَى - یہود اور منافقین کا دستور تھا کہ آپس میں ٹولیاں بنا کر بیٹھ جاتے تھے اور مومنوں

کے متعلق باتیں کرتے تھے۔ اور جب اہل ایمان کا ان کے پاس سے گذر ہوتا تو آنکھوں کے اشاروں سے ان کے متعلق ایک دوسرے کو کچھ سمجھا لیتے جس سے مومنوں کو دکھ پہنچتا تھا جب انہوں نے رسول اللہ سے شکوہ کیا تو حضور نے

بقس نفیس ان کو منع فرمایا لیکن وہ پھر بھی باز نہ آئے۔

رُكُوع ۲

حَيُّوكَ بِمَا لَمْ يُحْيِكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا

آئیں تو تجھ پر سلام دیتے ہیں جو اللہ نے نہیں دیا اور دل میں کہتے ہیں کہ اللہ ہم کو کیوں عذاب نہیں کرتا؟ ساتھ

اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٩﴾ يَا أَيُّهَا

اس کے جوہم کہتے ہیں ان کو کافی ہے جہنم جس میں جلیں گے پس وہ بُرا ٹھکانا ہے اے

الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ

ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو نہ سرگوشی کرو گناہ سرکشی

الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿١٠﴾

ساتھ اور سرگوشی کرو نیکی اور تقویٰ کے ساتھ اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے

إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا

بجز اس کے نہیں کہ سرگوشی شیطان سے ہوتی ہے تاکہ غمزہ کرے مومنوں کو حالانکہ وہ ان کو کچھ بھی نقصان نہیں دے سکتا

وَإِذَا اجْتَأَوْهُ لَكَ - حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودی حضورؐ کے پاس آیا جب کہ عائشہ

بھی پاس موجود تھی۔ اُس نے کہا اَلَسَّامُ عَلَيْكُمْ آپ نے جواب میں کہا عَلَيكُمْ پھر دوسرا آیا اور اُس نے بھی اَلَسَّامُ عَلَيْكُمْ کہا۔ اور

آپ نے ویسا ہی جواب دیا۔ پھر تیسرا آیا اور اس نے اَلَسَّامُ عَلَيْكُمْ کہا اور حضورؐ نے ویسے ہی علیکم سے جواب دیا۔ اتنے میں عائشہ

نے غصہ سے ان کو ڈانٹ کر کہا عَلَيكُمْ اَلَسَّامُ اے گروہ یہودی یعنی تم پر موت اور غضب و لعنت خدا ہو۔ اے گروہ یہود۔ اے

سوروں اور بندروں کی اولاد! یہ سن کر حضورؐ نے عائشہ کو ٹوک دیا اور فرمایا بدکلامی اچھی نہیں بلکہ رواداری اور حسن خلق انسان

کا زیور ہے۔ عائشہ نے عرض کی حضورؐ آپ سنتے نہیں کہ وہ اَلَسَّامُ عَلَيْكُمْ کہتے ہیں (یعنی تم پر موت ہو) آپ نے فرمایا کہ میں نے

بھی ان کو ویسے ہی جواب دیا ہے یعنی عَلَيكُمْ کہ وہ موت تم پر واقع ہو۔ الخ

إِذَا تَنَاجَيْتُمْ - یعنی تمہاری پرائیویٹ مجلسیں سیوریوں اور منافقوں کی طرح بُری باتوں پر مشتمل نہ ہونی چاہئیں بلکہ تمہارا

فرض ہے کہ جب بھی آپس میں مل بیٹھو تو ایک دوسرے سے اچھی باتیں کرو۔ اور اچھی باتیں سنو۔ اور اُس خدا سے ہر وقت

ڈرتے رہو جس کے دربار میں تم نے پیش ہونا ہے۔

إِنَّمَا النَّجْوَىٰ - یعنی منافقوں اور یہودیوں کا باہمی مل بیٹھنا اور آپس میں سدگوشی کرنا شیطان کی فریب کاریوں

میں سے ایک فریب کاری ہے۔ وہ دراصل مومنوں کو غم و اندوہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ ان کو ذرہ بھر

بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

بھی

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

بغیر اذن اللہ کے اور اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے اے ایمان والو!

آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا لِفَتْحِ اللَّهِ لَكُمْ

جب تمہیں کہا جائے کہ مجالس میں جگہ کھل کر دو تو جگہ دے دیا کرو خدا تمہارے لئے وسعت پیدا کر دیگا

وَإِذَا قِيلَ اسْكُرُوا فَاسْكُرُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

اور جب کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو خدا ان لوگوں کو بلند کرتا ہے جو تم میں سے ایمان لائیں اور جن کو علم دیا

دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا

کیا بلندئی درجات اور اللہ آگاہ ہے جو تم کرتے ہو اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی

نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ

کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پیش کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ۔ آیت مجیدہ کے شان نزول کے متعلق تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ

کے قریب بیٹھنا پسند کیا کرتے تھے جب کسی اور آدمی کو آتا دیکھتے تھے تو اپنی اپنی جگہوں پر کھلے ہو کر بیٹھ جایا کرتے تھے

نہ کہ اور کوئی نہ گھس سکے۔ پس اس آیت مجیدہ میں اللہ نے آنے والوں کے لئے جگہ کو کھلا کرنے کی فہمائش کی۔ اور مروی ہے

کہ ایک دفعہ حضرت رسالت پناہ ایک برآمدہ میں تشریف فرما تھے اور جگہ تنگ تھی۔ اور دن بھی جمعہ کا تھا۔ اور حضور کا

وسٹر تھا کہ اہل بدر کی کافی تعظیم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے پاس چند لوگ اہل بدر میں سے آئے ان میں ایک ثابت

بن قیس بھی تھا وہ جمع کو چیر کر آگے بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ حضور کے سامنے پہنچ گئے۔ پس انہوں نے آپ پر سلام کیا۔ اور

حضور نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ پھر صحابہ کو سلام دیا اور انہوں نے بھی جواب سلام کیا۔ لیکن ان کو کسی نے بیٹھنے کی جگہ

نہ دی۔ پس وہ کھڑے ہو گئے حضور پر ان کا کھڑا رہنا شائق گذرنا تو آپ نے اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے مہاجرین و انصار

جو درمی نہ تھے ان کو حکم دیا۔ اے فلاں اے فلاں کھڑے ہو جاؤ اور ان کے لئے جگہ خالی کرو۔ پس آہستہ آہستہ آدمیوں

کے نام لئے۔ جس قدر کھڑے ہوئے لوگوں کی تعداد تھی پس ان کی جگہوں پر ان کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد منافقوں نے

کہنا شروع کیا یہ کونسا انصاف ہے کہ بیٹھے ہوئے لوگوں کو کھڑا کر کے دوسروں کو جگہ دی گئی۔ اور حضور خود بھی دیکھ رہے

تھے کہ جن کو کھڑا کیا گیا تھا وہ اپنی جگہیں خالی کرنے پر تیار نہ تھے اور انہیں بدلنا خواستہ کھڑا ہونا پس منافقوں کو

وَأَطِهرُفَانٍ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۳﴾ ؕ أَشَقُّنْتُمْ

اور پاکیزگی کا باعث ہے پس اگر نہ پاؤ تو اللہ غفور رحیم ہے کیا تم ڈر گئے

أَنْ تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْكُمْ صَدَقْتُمْ نِازًا لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ

کہ پیش کرو کہ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ پس جب تم نہیں کر سکتے اور اللہ نے تم سے معاف

عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

کر دیا پس قائم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ اور اللہ اور اس کے رسول

رَسُولُهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ ؕ

کی اطاعت کر اور اللہ گاہ ہے جو تم عمل کیا کرتے ہو

خوبصورت ملا اور انہوں نے حضور کے عدل و انصاف کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا پس یہ آیت اتری۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا:۔ دولت مند لوگوں کا دستور تھا کہ جب حضور کی خدمت میں آتے تھے

تو حضور کو الگ بٹھا کر دیر دیر تک باتیں کرتے رہتے تھے۔ اور دوسرے لوگوں کو باریابی کا موقع بہت

کم ملتا تھا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر حضور سے ملنے کی خواہش ہو تو پہلے صدقہ دو۔ چنانچہ ملاقاتیوں کا سلسلہ یک دم

منقطع ہو گیا۔ پس اس کے بعد آیت رخصت نازل ہوئی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فخر یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ

قرآن مجید میں ایک آیت ایسی ہے جس پر میرے علاوہ کسی نے عمل نہیں کیا اور وہ آیت بخوی ہے کہ جب یہ آیت

اتری تو لوگوں نے آنا بند کر دیا اور میرے پاس ایک دینار تھا جس کو تڑوا کر میں نے اس پر ہم لے لئے۔ پس جب بھی

حضور کی بارگاہ میں باریابی ہوتی۔ ایک درہم بطور صدقہ تقدیم کر دیتا۔ اس کے بعد اللہ نے اُس سے یہ حکم اٹھالیا۔ اور

میرے علاوہ کسی کو بھی اس آیت پر عمل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اور ابن عمرؓ کہتا تھا کہ حضرت علیؓ کی تین فضیلتیں ایسی

ہیں کہ اگر ان میں سے میرے لئے ایک بھی ثابت ہوتی تو مجھے سُرخ اونٹوں سے بھی محبوب تر ہوتی (۱) رسول کی داماری کا

شرف (۲) خیبر کے روزِ علم کا عطا ہونا۔ اور تیسری آیت بخوی اور یہ حدیث حدیث تواتر کو پہنچی ہوئی ہے کہ آیت بخوی پر

عمل کرنے میں حضرت علیؓ کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

تفسیر برہان میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی گئی تو ابوبکرؓ کے سامنے خندہ پیشانی کا اظہار کرتا تھا

لیکن حضرت علیؓ اس کے ساتھ خوش ہو کر بات کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے مقامِ خلافت میں حضرت علیؓ

علیہ السلام سے بات شروع کر دی کہ اے ابوالحسن میں نے خلافت کو اپنی مرضی سے قبول نہیں کیا اور نہ مجھے اس کا کوئی

ظہر

Presented by

خاص لایع تھا بلکہ میں اپنے اوپر وثوق نہیں رکھتا کہ اُمت کے امور کو خالص طور پر نبھا سکوں۔ میرے پاس مال ہے اور نہ قبیلہ اور نہ اس قدر طاقت ہے کہ اس کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھ پر ناراض ہیں حالانکہ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر تو خود اس کا طلب گار نہیں اور نہ تجھے اپنے اوپر وثوق ہے کہ اس کام کو نبھا سکے تو تو نے قبول کیوں کیا ہے تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا۔ میں نے حضرت بنی کیم سے ایک حدیث سنی تھی کہ میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ پس جب میں نے ان کا اجماع دیکھا۔ تو حدیث پیغمبر کے ماتحت میں نے امر خلافت کو قبول کر لیا۔ اور اسی کو میں نے راہ ہدایت سمجھا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ کچھ لوگ نہ مائیں گے تو میں سارے سے قبول ہی نہ کرتا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا یہ جو تو نے ذکر کیا ہے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی کیا تو مجھے اُمت پیغمبر میں نہیں سمجھتا؟ اُس نے کہا کہ سمجھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کیا سلمان۔ عمار۔ ابوذر۔ مقداد اور سعد بن عبادہ اور اس کی ہمراہی انصاری یہ سارے لوگ اُمت میں شامل نہیں ہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ سب بھی اُمت میں شامل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ان سب لوگوں کے اختلاف کے باوجود تو کیسے دعویٰ کرتا ہے کہ سب اُمت کا اجماع ہو گیا ہے۔ حالانکہ جن لوگوں کا میں نے نام لیا ہے نہ ان کے صحابی ہونے میں کوئی شک ہے اور نہ ان کی نیکی میں کوئی کلام ہے تو اُس نے جواب دیا کہ مجھے ان کا اختلاف معلوم نہ تھا بلکہ امر خلافت کے مستحکم ہونے کے بعد مجھے ان کے اختلاف کا علم ہوا۔ اور بعد میں مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ اگر اب استغناء دیتا ہوں تو لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ میری بہ نسبت اُمت کے زیادہ خیر خواہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ تو کیا سمجھتا ہے کہ کن صفات کا مالک امر خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے گویا معیار خلافت تمہارے نزدیک کوئی چیز ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ اُمت کا خیر خواہ ہونا باوجود منافق نہ ہونا خوش اخلاق ہونا عادل ہونا کتاب و سنت کا عالم ہونا قادر الکلام ہونا دنیا سے زائد ہونا اور طالب دنیا نہ ہونا اور ظالم سے مظلوم کا حق لینے میں جبری ہونا وغیرہ اور پھر خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا میں تم سے حلفیہ پوچھتا ہوں کہ یہ صفات بدرجہ اتم تم میں موجود ہیں یا مجھ میں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

فرمایا۔ حلفیہ بتاؤ۔ رسول اللہ کی آواز پر سب سے پہلے لبیک میں نے کہی یا تم نے؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ نے۔ فرمایا حلفیہ بیان کرو کہ موسم حج میں سورہ بقرہ کی تبلیغ کے لئے اذان میرا لقب ہے یا تمہارا؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ کا لقب ہے۔

فرمایا حلفیہ کہو کہ غار کی رات رسول اللہ کے بستر پر ان کا قائم مقام میں تھا یا تم؟ اُس نے کہا بے شک آپ تھے۔ فرمایا حلفیہ بتاؤ کہ خدا اور رسول کی ولایت کے بعد انگوٹھی کی زکوٰۃ دینے میں ولایت میرے لئے ہے یا تیرے لئے؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ کے لئے ہے۔

فرمایا حلفیہ جواب دو کہ غدیر خم کے موقعہ پر رسول اللہ نے ہر مسلم کا مولیٰ مجھے کہا تھا کہ تجھے؟ تو اُس نے جواب دیا آپ ہی کے متعلق حضور نے فرمایا تھا۔

فرمایا قسمیہ بتاؤ، یاروں کی طرح رسول اللہ کی وزارت میرے لئے یا تیرے لئے؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ آپ کے لئے ہے۔
فرمایا حلفیہ کہو، مباہلہ میں رسول اللہ کے ہمراہ بیوی بچوں کے ہمراہ میں گیا تھا یا تو؟ اُس نے کہا آپ ہی تشریف لے گئے تھے۔
فرمایا حلفیہ جواب دو، آیت تشریح میرے اور میرے خاندان کے لئے ہے یا تیرے اور تیرے خاندان کے لئے ہے؟ اُس نے کہا کہ آپ کے لئے ہے۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، کہ چادر ڈال کر رسول اللہ نے مجھے اور میری بیوی کو اپنی اہلبیت قرار دیا یا تم کو؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ کو۔
فرمایا حلفیہ بتاؤ، سورہ دہر میں یَوْفُونَ بِالَّذِينَ کے مصداق ہم ہیں یا تم؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ لوگ ہی اس کے مصداق ہیں۔

فرمایا حلفیہ کہو، لَا تَسْتَغْنٰی اِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَ لَا فَتٰی الْاَعْلٰی کی آسمانی آواز میرے لئے یا تیرے لئے؟ اُس نے کہا کہ آپ کے لئے ہے۔

فرمایا حلفیہ بیان کرو، نماز عصر کے لئے سورج میرے لئے پلٹا یا گیا یا تیرے لئے؟ اُس نے کہا آپ کے لئے۔
فرمایا حلفیہ کہو، خیر کے دن رسول اللہ نے علم مجھے دیا، یا تجھے؟ اُس نے کہا کہ آپ کو عطا کیا گیا تھا۔
فرمایا حلفیہ بتاؤ، خندق کے روز عمرو بن عبدود کو قتل کر کے رسول اللہ اور مسلمانوں کو سکون میں نے دیا تھا یا تم نے؟ اُس نے کہا کہ یہ آپ کا حصہ ہے۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، کہ قوم جن کی طرف رسول اللہ نے مجھے امین بنا کر بھیجا تھا یا تجھے۔ اُس نے جواب دیا کہ آپ کو۔
فرمایا حلفیہ کہو، رسول اللہ نے اپنے باپ سے لے کر حضرت آدم تک پاک نسب کی سند مجھے دی تھی یا تم کو؟ اُس نے کہا۔ یہ بھی آپ کا حصہ ہے۔

فرمایا حلفیہ کہو، رسول اللہ کا دامادی کا شرف مجھے حاصل ہے یا تجھے؟ کہنے لگا یہ آپ کا شرف ہے۔
فرمایا حلفیہ بیان کرو۔ جن کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا تھا هٰذَانِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا یعنی یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ اور ان کا باپ ان سے افضل ہے۔ ان کا باپ میں ہوں یا تم؟ اُس نے کہا یہ شرف آپ کا ہے۔

فرمایا حلفیہ کہو۔ تیرا بھائی دو پیروں کے ساتھ ملائکہ کے ہمراہ جنت میں پرواز کرتا ہے یا میرا بھائی؟ تو اُس نے کہا کہ آپ کا بھائی
فرمایا حلفیہ جواب دو، رسول اللہ کے قرضوں اور ان کے وعدوں کی ایفاء میرے ذمہ تھی یا تیرے ذمہ تھی؟ کہنے لگا آپ کے ذمہ تھی۔
فرمایا حلفیہ جواب دو، جس دن رسول اللہ کے پاس بھونا ہوا پرندہ آیا اور آپ نے دعا کی اے اللہ اپنا محبوب ترین بندہ بھیج

جو میرے ہمراہ کھائے۔ کیا وہ تو تھا یا میں؟ تو اُس نے جواب دیا کہ وہ آپ ہی تھے۔

فرمایا حلفیہ کہو جس کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ تو ناکشیں قاسطین اور مارقین سے تاویل قرآن پر جہاد کرو گے کیا یہ خوشخبری تیرے لئے ہے یا میرے لئے تو اُس نے جواب دیا کہ واقعی یہ فضیلت بھی آپ کے لئے ہے۔

فرمایا حلفیہ کہو کہ رسول اللہ کا غسل رکھنے تو نے کیا یا میں نے؟ تو اُس نے کہا کہ آپ نے۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، جس کو رسول اللہ نے بڑا قاضی قرار دیا وہ تم ہو یا میں؟ کہنے لگا وہ آپ ہیں۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، پیغمبر کے زمانہ میں جس کو امیر المومنین کے خطاب سے سلام کیا گیا وہ تم ہو یا میں؟ کہنے لگا وہ آپ ہیں۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، رسول اللہ کی قرابت میں سبقت تم کو حاصل ہے یا مجھے؟ کہنے لگا آپ کو حاصل ہے۔

فرمایا حلفیہ جلدو، کہ رسول اللہ کی تنگ وقت میں ضیافت تم نے کی تھی یا میں نے؟ کہنے لگا آپ نے کی تھی۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، وہ کون تھا جس کو کعبہ میں بت شکنی کے لئے رسول اللہ نے اپنے کندھوں پر سوار کیا اگر چاہتا تو آسمان کو چھو سکتا

تھا وہ تو تھا یا میں تھا؟ ابو بکر نے جواب دیا کہ وہ آپ ہی تھے۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، وہ کون ہے جس کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا کہ تو میرے جھنڈے کا مالک ہے دنیا و آخرت میں؟ کہنے

لگا وہ آپ ہی ہیں۔

فرمایا حلفیہ بیان کیجئے، وہ کون ہے کہ رسول اللہ نے مسجد کی طرف کھٹکنے والے سب دروازے بند کر دیے اور اُس کا دروازہ بند نہ

کیا وہ تو ہے یا میں؟ اُس نے جواب دیا وہ آپ ہی تھے۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، آیت بخرمی پر عمل کرنے والا میں ہوں یا تو؟ کہنے لگا وہ آپ ہیں۔

فرمایا حلفیہ بتاؤ، وہ کون ہے جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا کہ تمام لوگوں میں سے پہلا ایمان لانے والا ہے اور تمام

لوگوں کے اسلام سے اس کا اسلام وزنی ہے وہ تو ہے یا میں؟ ابو بکر نے جواب دیا کہ وہ آپ ہیں۔

اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے وہ تمام فضائل فرداً فرداً شمار کرتے جاتے تھے اور ابو بکر سے پوچھتے

جاتے تھے اور وہ اس کا آپ کے حق میں اقرار کرتا جاتا تھا۔ آخر میں اس نے اقرار کیا کہ ان فضائل و محامد کے لحاظ سے آپ

ہی اس امر کے زیادہ سزاوار ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم ان اوصاف سے خالی ہو تو تم نے اس اہم کام کا بڑا

کیوں اٹھایا ہے؟ پس وہ رونے لگا اور عرض کی کہ مجھے آج مہلت دیجئے تاکہ میں اس بارے میں غور و فکر کروں۔ چنانچہ واپس

آکر گھر میں علیحدہ سوچتا رہا اور رات تک کسی سے ملاقات تک نہ کی حتیٰ کہ حضرت عمر کو جب ان کی حضرت علی سے ملاقات

کا علم ہوا تو سارا دن تلاش کرتے رہے لیکن نہ مل سکے۔ جب رات کو حضرت ابو بکر سوئے تو عالم غراب میں رسول اللہ کی

زیارت کی۔ حضرت ابو بکر نے سلام کیا لیکن آپ نے منہ پھیر لیا تو ابو بکر نے عرض کی حضور کیا آپ نے مجھے کوئی حکم دیا ہے

جس کی میں نے تعمیل نہیں کی؟ آپ نے فرمایا میں کیسے تجھے سلام کا جواب دوں حالانکہ تو نے ایسے شخص سے دشمنی کی ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَآهُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ

کیا تم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہوں نے دوستی بنائی ہے ایسے لوگوں سے جن پر اللہ کا غضب ہے کہ نہ وہ تم سے ہیں اور نہ ان سے

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٥﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا

ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں خدا نے ان کے لئے عذاب

جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے لہذا حق کو صاحب حق کے حوالہ کر دو۔ ابوبکر نے دریافت کیا کہ کون صاحب حق ہے؟

آپ نے فرمایا جس نے تجھے سرزنش کی ہے اور وہ علی ہے۔ ابوبکر نے عرض کی کہ حضورؐ بے شک میں اس کو حق واپس کرتا

ہوں۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ زار و قطار رو رہے تھے۔ پس حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہاتھ

بڑھائیے اور مجھ سے بیعت لیجئے اور یہ کہ مسجد میں چلے تاکہ وہاں رات کے خواب کی حقیقت بھی لوگوں کے سامنے میں

بیان کروں گا۔ اور سارا معاملہ واضح کر کے اپنی گردن کو اس بار سے ہلکا کروں گا۔ چنانچہ ان جذبات کو لے کر وہ گھر سے نکلے

تو حضرت عمرؓ جو پہلے سے ان کی تلاش میں تھے راستے میں مل گئے۔ اس نے ابوبکرؓ کی دگرگوں حالت دیکھ کر پہلے ہی سوال کر دیا کہ

میں آپ کی حالت کو متغیر دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ تو ابوبکرؓ نے وہ ساری داستان دہرا دی۔ اور رات کے خواب کا

بھی تذکرہ کر دیا۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ ان باتوں میں نہ پھنسیے اور اپنی حکومت کو نہ چھوڑیے

پس کافی لے دے کے بعد حضرت عمرؓ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا جب

حضرت علیؓ علیہ السلام مسجد میں پہنچے تو مسجد کو خالی پایا اور واپس آ گئے۔ پس قبر پیغمبرؐ کی زیارت کی تو ادھر سے حضرت عمرؓ بھی واپس

آ رہے تھے کہنے لگے یا علی جو آپ چاہتے ہیں اُس تک پہنچنا آسان کام نہیں۔

ایک روایت میں ہے صحابہ کے بھرے مجمع میں حضرت علیؓ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ صحابہ میں جس کی بھی کوئی فضیلت

ہے میں اُس میں اُس کے ساتھ شریک ہوں لیکن میری شرفیلتیں ایسی ہیں جن میں میرا کوئی بھی شریک نہیں ہے پس آپ

نے ان کو شمار کرنا شروع کیا اور چوبیسویں فضیلت یہ بتائی کہ جب آیت بخوی اُتری تو میں ایک ہی ہوں جس کے پاس ایک

دینار تھا اُس کو ٹوڑ کر دس درہم لئے اور رسول اللہؐ کے ساتھ ایک ایک درہم صدقہ دینے کے بعد گفتگو کرتا رہا۔ اور جب باقی

لوگ رقم خرچ کرنے سے گھبرا گئے اور رسول اللہؐ کے پاس آنا چھوڑ دیا تو خداوند کریم نے دوسری آیت بھیجی۔ وَآشْفَقْتُمْ لِّ

مَنْ كَيْتُمْ وَرَكْتُمْ۔ الخ پس پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور آیت مذکورہ پر سوائے میرے اور کوئی بھی عمل نہ کر سکا۔ اور دوسری روایت

میں ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام نے اس دوران میں رسول اللہؐ سے دس ملاقاتیں کیں۔

الْمَقَرَّةُ یہ اُن منافقوں کی مذمت ہے جو یہودیوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے اور اُن سے برادرانہ

رُکوع عت تعلقات قائم کرتے تھے اور مومنوں کے خصوصی راز بھی ان کے سامنے ظاہر کرتے تھے پھر اگر پیغمبرؐ کا

١٢٠

إِلَّا أَنَّهُمَ الْكَذِبُونَ ①۹ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ

اچھا کام کرتے ہیں حالانکہ وہ اس خیال میں جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا پس ان کو اللہ کا

ذَكَرَ اللَّهُ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ إِلَّا إِنَّا حِزْبُ الشَّيْطَانِ

ذکر کیا دیا وہ لوگ شیطان کا ٹولہ ہیں آگاہ ہو تحقیق شیطانی ٹولہ ہی خارہ

هُمُ الْخَسِرُونَ ②۰ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ

پاسنے والا ہوگا تحقیق جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل

فِي الْأَذَلِّينَ ②۱ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ

لوگوں میں ہوں گے خدا نے یہ فیصلہ کر رکھا کہ حضور میں اور میرے رسول غالب ہونگے تحقیق اللہ قوت والا

عَزِيزٌ ②۲ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ

غالب ہے نہ پاؤ گے ایسی قوم جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے کے باوجود ایسے لوگوں سے محبت کرے

اچھے اس کردار میں کسی اچھی پوزیشن پر ہیں یعنی ہمیں یہ چاہیے کہ فائدہ مند رہے گی۔ حالانکہ وہ اس زعم فاسد میں جھوٹے ہیں کہ ان

کو اس عیار سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔

حِزْبُ الشَّيْطَانِ - سلیم بن قیس ہمدانی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ

نے فرمایا اس اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ ان میں سے بہتر دوزخی اور ایک جلتی ہوگا۔ تہتر میں سے

ساتھ فرقہ عامۃ المسلمین کے ہوں گے۔ اور تیرہ فرقے ان لوگوں کے ہوں گے جو ہماری محبت کا دم بھرتے ہوں گے۔ پس ان

میں سے فرقہ مومنہ ناجیہ وہ ہے جو ہمارے احکام کی پیروی کرے گا اور ہمارے دشمنوں سے بیزار ہوگا۔ ہمارے حق امامت

کا عارف ہوگا اور کتاب و سنت کے لحاظ سے ہماری اطاعت کو فرض سمجھے گا۔ اور ہمارے حقوق کی معرفت سے جو اس

کا دلی نورانی ہوگا۔ اس میں وہ کبھی شک نہ کرے گا۔ میں اور میرے اوصیاء جو قیامت تک ہونے والے ہیں وہ ہیں جن کو

خدا نے اپنی ذات کے ساتھ اور اپنے نبی کے ساتھ متعدد آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ ہمیں خدا لے طاہر و معصوم بنایا۔ اور

ہم اس کی خلق پر شہداء ہیں۔ اور اس کی زمین پر اس کی حجت ہیں۔ ہم قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ہمارے ساتھ ہے۔ کہ

ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ عرض کوثر پر رسول اللہ کے پاس پہنچیں گے پس یہ فرقہ بہتر فرقوں میں سے وہ ہوگا

جس کو جہنم سے نجات ملے گی۔ اور تمام فتنوں اور گمراہیوں سے اس کا واسن پاک ہوگا اور وہ سچ جلتی ہوں گے اور ان میں سے

ستر ہزار ایسے ہوں گے جو بلا حساب جنت میں جاویں گے اور جو باقی بہتر فرقہ ہوگا وہ ہیں جو حق کے دشمن ہوں گے

مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ

جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوں خواہ وہ اُن کے باپ دادا یا بیٹے یا بھائی یا قبیلہ کے لوگ ہی کیوں

أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ

نہ ہوں ایسے لوگوں کے دلوں میں خدا نے ایمان کو پختہ کیا اور ان کی اپنے روح سے تائید

مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

کی اور ان کو داخل کرے گا ایسے بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی کہ وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ

ہوئے خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے ایسے لوگ اللہ کا گروہ ہیں آگاہ ہو اللہ کا گروہ

حِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۲۳﴾ ع

ہی کامیابی حاصل کرنے والا ہوگا

وین شیطان کے مددگار ہوں گے۔ خدا و رسول اور مومنوں کے دشمن ہوں گے۔ پس وہ بلا حساب جہنم میں جائیں گے وہ قیامت کے دن قسمیں کھائیں گے کہ ہم ایمان پر تھے لیکن ان کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا - خداوند کریم نے اس آیت مجیدہ میں مومنوں کی یہ وصف بیان فرمائی ہے کہ وہ خدا و رسول کے دشمن سے ہرگز دوستی قائم نہ کریں گے خواہ وہ اُن کے باپ دادا یا بھائی یا بیٹے یا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں یعنی وہ خدا و رسول کی محبت پر کسی محبت کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ ایسے لوگوں کی خدا روح سے تائید کرتا ہے۔ کہتے ہیں عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبید اللہ پکا مومن تھا۔ ایک دفعہ وہ حضور کی بارگاہ میں موجود تھا تو آپ نے پانی پیا۔ اُس نے عرض کی حضور تھوڑا سا پانی بچا کر مجھے عنایت فرماتا تاکہ آپ کا پس خوردہ میں اپنے باپ کو پلاؤں شاید اس کی برکت سے اس کا دل صاف ہو جائے چنانچہ وہ حضور کا پس خوردہ لایا تو باپ نے پوچھا کیا چیز ہے تو بیٹے نے کہا کہ یہ رسول اللہ کا پس خوردہ ہے۔ اُس منافق نے جواب دیا اس سے تو بہتر تھا کہ تو اپنی ماں کا پیشاب لاتا۔ اس سے عبید اللہ کو سخت غصہ آیا اور واپس آکر رسول اللہ سے اجازت طلب کی کہ آپ حکم دیں تو میں اپنے باپ کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا ماں باپ سے نرمی کرنا بہتر ہے۔

بِرُوحٍ مِنْهُ - اس جگہ روح سے مراد نورِ ایمان یا قرآن یا دلیل و برہان یا روح الامین جبریل باخلاف اقوال لئے گئے ہیں۔

سُورَةُ الْحَشْرِ

یہ سورہ مدنیہ ہے۔ سورہ بنیہ کے بعد نازل ہوا۔
آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر پچیس بنتی ہے۔

۱) ابن بابویہ سے منقول ہے جو شخص اس سورہ مجیدہ کی تلاوت کرے گا جنت۔ نار۔ عرش کرسی حجاب ہائے قدرت ساتوں آسمان ساتوں زمینیں ہوا۔ درخت۔ پرندے۔ پہاڑ۔ سورج۔ چاند۔ فرشتے سب اس پر درود پڑھیں گے۔ اور اس کے لئے بخشش کی دعا کریں گے اور اگر اس دن یا اس رات میں مرے گا تو شہید مرے گا (برہان)

۲) مروی ہے جو شخص شام کو سورہ رحمن و سورہ حشر کی تلاوت کرے صبح تک ایک فرشتہ تلواریں علم کرے اس کی حفاظت کرتا ہے (مجھے)

۳) خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص شب جمعہ اس کی تلاوت کرے صبح تک ہر مصیبت سے امن میں رہے گا۔
۴) جو شخص چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ حشر پڑھے تو جس کام کے لئے جائیگا کامیابی نصیب ہوگی بشرطیکہ معصیت کا کام نہ ہو۔

۵) جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے جس کام کے لئے جائے گا فتح ہوگی بشرطیکہ گناہ کا کام نہ ہو (نبوتی)۔
۶) جو شخص اس کو پاکیزہ پانی سے لکھ کر پیئے گا اس کو ذہن و ذکا و عطا ہوگا اور نسیان کم ہو جائیگا (صادقی)۔
(بہتر ہے کہ شیشے کے برتن پر لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر پیا جائے) (برہان)

۷) مشکل سے مشکل کام کے لئے اگر چالیس روز تک متواتر اس سورہ کو پڑھا جائے تو وہ مشکل آسان ہوگی۔
انشاء اللہ اور وہ مستجاب الدعویٰ ہوگا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب

الْحَكِيمُ ② هُوَ الَّذِي اَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

وہ ہے جس نے نکال دیا ان کو جو کافر تھے اہل کتاب میں سے

مِنْ دِيَارِهِمْ لَا وَّلَ الْحَشْرِ ط مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْا

اپنے گھروں سے پہلے بار تمہارا خیال بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے ان کا خیال تھا کہ

لَا وَّلَ الْحَشْرِ ط حشر کا معنی ہوتا ہے جمع کرنا۔ اور عشر کو عشر بھی اس لئے کہا جاتا ہے کہ تمام لوگوں کو اس دن جمع کیا جائے گا۔ اس جگہ مقصد یہ ہے کہ شام کی

طرف ان کو جلا وطن کیا گیا تھا۔ کیونکہ مردی ہے کہ قیامت کے دن بھی حشر کی جگہ زمین شام ہوگی۔ پس یہودیوں کا شام کی طرف جمع ہونا پہلا حشر ہوا۔ اور قیامت کے دن تمام مخلوق کا جمع ہونا دوسرا حشر ہوگا۔ یہ تفسیر ابن عباس سے منقول ہے یہودیوں کے قلعے مضبوط تھے اور ان کی عسکری طاقت بھی کسی حد تک ناقابل تسخیر تھی اور مسلمانوں کو وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ وہ اس طرح اپنے آباد گھروں کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اور ان کا واقعہ یہ ہے کہ جب ہجرت کر کے حضرت نبی کریم مدینہ میں پہنچے تو یہودیوں کے قبیلہ نصیر کے ساتھ یہ معاہدہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی باہمی جنگ نہ ہوگی جب مسلمانوں نے کم تعداد میں جنگ بدر کو فتح کر لیا تو یہودیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ بخدا یہ وہی پیغمبر ہے۔ جس کی تعریف حضرت موسیٰ نے کی تھی کہ اس کے جھنڈے نہ موڑا جاسکے گا لیکن جب اگلے سال جنگ احد میں مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی تو یہودیوں کو شک لاحق ہوا۔ اور انہوں نے کئے ہوئے عہد کو توڑ دیا۔ چنانچہ کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودیوں کا وفد لے کر مکہ پہنچا۔ اور مشرکین مکہ کے ساتھ باہمی تعاون کا معاہدہ کر لیا۔ چنانچہ استار کعبہ کے سایہ میں اس معاہدہ کو رسمی طور پر پختہ کیا گیا۔ ادھر جبریل کے ذریعہ سے حضور کو اطلاع پہنچ گئی کہ یہودیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑ کر کفار مکہ سے گھٹے جوڑ کر لیا ہے۔

ادھر اس کی عملی صورت یہ ہوئی کہ ایک صحابی عمرو بن امیہ ضمری نے قبیلہ بنی عامر کے دو آدمیوں کو اچانک قتل کر دیا تھا اور بنفس نفیس حضور کعب بن اشرف یہودی کے پاس قرض لینے کے لئے گئے تاکہ مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے

أَنَّهُمْ مَا نِعْتُهُمْ حُصُونَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ

پس ان پر اللہ کا عذاب ایسے راستے

تحقیق ان کو اپنے قلعے اللہ سے بچالیں گے

کعب بن اشرف نے ظاہرِ حضورؐ کی بڑی عزت کی۔ اور گھر کی طرف روانہ ہوا تاکہ معلوم ہو کہ وہ کھانے کا انتظام کرنے جا رہا ہے لیکن وہ حضورؐ کے قتل کی سازش کے لئے روانہ ہوا تھا۔ حضورؐ اُس وقت ایک دیوار کے ساتھ سہارا لے کر بیٹھے تھے۔ اور یہودیوں نے تجویز کر لی کہ یہ موقع غنیمت ہے۔ اور پھر اس قسم کا موقع شاید دستیاب نہ ہو۔ اوپر کے مکان والے یہودی سے کہا جائے کہ ایک پتھر اوپر سے لٹھکا دے تاکہ حضورؐ کا کام تمام ہو جائے۔ اُس وقت چند صحابہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ پس جبریل نے اس سازش کی اطلاع دے دی تو آپ واپس مدینہ میں آگئے۔ اور صحابہ کو یہودیوں کی بد عہدی کی خبر دی۔ آپ نے محمد بن مسلم انصاری کو جو کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی تھا۔ یہودیوں کی طرف روانہ کیا کہ تمہاری بد عہدی کی بذریعہ وحی ہمیں اطلاع ہو گئی ہے۔ لہذا یا تو ہمارا علاقہ چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ یا اعلانِ جنگ قبول کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ علاقہ چھوڑ دیں گے لیکن عبد اللہ بن ابی منافق نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے وطن کو نہ چھوڑو۔ بلکہ اعلانِ جنگ کو قبول کرو۔ ہم بھی تمہاری مدد کریں گے۔ پھر اگر نکلنا پڑا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اور لڑنے کی صورت میں بھی ہماری مدد دیاں تمہارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے قلعوں کی مرمت شروع کر دی اور لڑائی کے لئے تیار ہو گئے اور حضورؐ کی طرف اطلاع بھیج دی کہ ہمیں اعلانِ جنگ منظور ہے۔ پس مسلمانوں کی فوج پیش قدمی کے لئے تیار ہو گئی۔ تو حضورؐ نے علمِ فوج حضرت علی علیہ السلام کے حوالہ فرمایا۔ پس آپ اسلامی لشکر کی کمان کرتے ہوئے یہودی آبادی کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضورؐ بھی بنفس نفیس پہنچ گئے۔ اور یہودی قلعوں کا سختی سے محاصرہ کر لیا گیا۔ ادھر عبد اللہ بن ابی نے یہودیوں کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کی پرواہ تک نہ کی۔ یہودیوں نے جب اہل اسلام کی یلغار دیکھی تو انہوں نے اپنے بیرونی مکانات کو اپنے ہاتھوں خراب کرنا شروع کر دیا جو مسلمانوں کی محاصرہ کی زد میں تھے اور خود اندرونی مکانات میں قلعہ بند ہو گئے۔ پس جس یہودی کے دو مکان تھے وہ بیرونی مکان کو خود گرا کر خراب کر دیتا تھا۔ اور خود اندر والے مکان میں منتقل ہو جاتا تھا جس کی قرآن مجید نے حکایت کی ہے کہ اپنے ہاتھوں اپنے مکانات کو خراب کرتے تھے۔ ادھر حضورؐ نے حکم دیا کہ ان کی کھجوروں کے باغات کو کاٹ دیا جائے تو یہودی پریشان ہو گئے اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ ہمارے باغات کو خراب نہ کریں۔ اگر آپ کو غلبہ ہوگا تو آپ کے کام آئیں گے ورنہ ہمارے لئے رہنے دیں۔ جب مسلمانوں کا محاصرہ سخت ہوا اور یہودیوں پر اہل اسلام کا رعب فاری ہوا تو انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ اور حضورؐ سے درخواست کی کہ ہم اپنے گھروں اور زمینوں کو چھوڑ کر چلے جانے پر رضامند ہیں آپ ہمیں قابلِ نقل و انتقال احوال کے ساتھ لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ البتہ اگر صرف اپنے کپڑوں میں جانا چاہو تو تمہیں اجازت دی جاسکتی ہے لیکن اگر کسی کو مال ساتھ لے جاتے دیکھا گیا تو اس کا خون ہمارے لئے مباح ہوگا۔ چنانچہ یہودیوں نے یہ شرط بھی منظور کر لی۔ پس فک مادی قریٰ اور شام کی طرف چلے گئے

لَمْ يَجْتَسِبُوا وَقَدْ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ

سے آیا جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو خراب

بَايِدُ يُهْمَدُ وَأَيَّدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۝۳

کر رہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں سے پس عبرت حاصل کرو اے صاحبان بصیرت

مجمع البیان میں ہے کہ یہودیوں پر فوج کشی کرنے سے پہلے حضورؐ نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کی سازش کا انکشاف ہوا تو آپؐ نے محمد بن مسلم کو حکم دیا کہ کسی طرح کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگا دو۔ پس محمد بن مسلم آیا اور اس نے کعب بن اشرف کی کوٹھی کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کو آواز دی اور اپنے ساتھیوں کو ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا کر دیا۔ کعب سویا ہوا تھا وہ اس کی آواز سے بیدار ہوا۔ اور اس نے دریافت کیا کہ کون ہو؟ تو اس نے جواب دیا میں محمد بن مسلم ہوں۔ تم سے قرضہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا میں رہن کے بغیر قرضہ نہ دوں گا تو محمد بن مسلم نے کہا میں رہن رکھنے کے لئے تیار ہوں۔ اتفاق سے کعب بن اشرف نے ابھی نئی شادی کی تھی اور یہ اس کی پہلی رات تھی اس کی نوبت یہی بیوی یہ آوازیں سن رہی تھی جب کعب بسترے سے کھڑا ہونے لگا تو بیوی نے روک کر کہا کہ باہر نہ جاؤ یہ کوئی سازش ہے کیونکہ مجھے اس بیرونی آواز سے خون کی بو آرہی ہے لیکن کعب نے اس کی بات کو ٹھکرا دیا اور باہر چلا آیا۔ محمد بن مسلم اور وہ ایک دوسرے کو گلے لگا کر ملے اور باتوں باتوں میں محمد بن مسلم اس کو اپنے محل سے دور لے گیا۔ جہاں اس کے ساتھی کین گاہ میں بیٹھے تھے تو انہوں نے اچانک حملہ کر دیا۔ کعب بن اشرف نے آواز بلند کی اور اس کی عورت نے بھی واہل کیا لیکن جب یہودی وہاں پہنچے تو کعب بن اشرف اپنے خون میں لت پت تھا۔ اور مسلمان اس کو قتل کر کے واپس جا چکے تھے جب صبح سویرے کعب کے قتل کی خبر عام ہوئی تو مسلمانوں میں غوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور اس کے بعد اعلان جنگ ہوا۔ بہر کیف مسلمانوں نے جب یہودیوں کو محاصرہ کے ذریعے سخت گرفت میں لے لیا تو وہ اپنی شکست ماننے پر تیار ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ تم جزیرہ عرب سے نکل جاؤ اور شام کی طرف چلے جاؤ۔ پس مصالحت کی شرط یہ تھی کہ یہودیوں کی جانیں محفوظ اور اموال ضبط صرف ان میں سے تین تین آدمیوں کے لئے ایک اونٹ اور ایک مشکیزہ پانی لے جانے کی اجازت تھی۔ پس اکثر شام اور اریحا کی طرف چلے گئے لیکن ابو الحقیق اور حنی بن الخطب کے دو قبیلے خیبر میں جا آباد ہوئے اور کچھ حیرہ کی طرف گئے۔ یہ یاد رہے کہ بنو نضیر کی جلا وطنی جنگ احد کے بعد ہوئی اور بنو قریظہ کی فتح جنگ خندق کے بعد ہوئی اور درمیان میں دو سال کا فاصلہ تھا۔

بَايِدُ يُهْمَدُ۔ یہودی لوگ اپنے عمدہ گھروں کو اس لئے خراب کرتے تھے کہ مسلمانوں کے کام نہ آئیں۔ اور مسلمان ان کے گھروں کو اس لئے گراتے تھے کہ وہ جلدی سے شکست تسلیم کر لیں۔ اور چونکہ اس کے موجب یہودی خود تھے اسلئے اس خزیب

وَلَوْ لَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ

اور اگر اللہ نے ان کے جہاد میں مقدر کی ہوتی تو ان کو دنیا میں بھی عذاب کرتا اور آخرت میں۔

فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۝

ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے

یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی

وَمَنْ يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ

اور جو بھی اللہ کی مخالفت کرے گا تو تحقیق اللہ سخت عذاب والا ہے جو کاٹ دے تم نے کجھو کے

لَيْسَ أَرْتَرَكَ مَوَهَا قَائِمَةً عَلَى أَصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ

درست، لیکن کو چیڑ دیا اپنے جڑوں پہ یہ اللہ کے اذن و مشیت سے ہے تاکہ ذلیل کرے

الْفَاسِقِينَ ﴿٦﴾ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَرْجَفْتُمْ

اور جو کھنے کا اللہ نے اپنے رسول پر ان (پیر) کی طرف سے تو تم نے اُس پر

عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ لَدَرَكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۖ

گھوڑے اور اونٹ نہیں دے گئے لیکن اللہ مستط کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے

کی نسبت ان کی طرف دی گئی۔

اس کا معنی کجگور کا درخت ہے اور اس کی جمع لیاں ہوا کرتی ہے حضور نے حکم دیا تھا کہ ان کے کجگوروں کے درخت کاٹ دو۔ اور ان میں آگ لگا دو۔ چنانچہ یہودیوں نے عرض کی کہ حضور! آپ تو لوگوں کو ایسے کاموں سے منع فرماتے ہیں۔ لہذا آپ کی شان سے بعید ہے کہ ایسے کام کا حکم دیں چنانچہ آپ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے حکم امتناعی جاری فرما دیا۔ اُس کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ جو درخت تم نے کاٹ دئے یا جو پھل کئے سب اللہ کے اذن سے ہی تھا اور یہ اس لئے تاکہ فاسق لوگ ذلیل و رسوا ہوں۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ - اس سے مراد وہ اموال ہیں جو بنو قریظہ و بنو نضیر کی فتح کے بعد اہل اسلام کے ہاتھ آئے اور یہ دونو قبیلے مدینہ میں آباد تھے۔ اسی طرح فدک کی بستی جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھی۔ اور خیبر۔ عرنہ اور یثرب یہ بھی یہودی کی آبادیاں تھیں۔ ان تمام کا مال غنیمت خدا نے رسول اللہ کو عطا فرمایا۔ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ پہلی آیت صرف بنو نضیر کے اموال کے متعلق ہے۔ اور دوسری آیت تمام ان اموال کے متعلق ہے جو لڑائی کے بغیر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑤ مَا آفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ

اور اللہ ہر شے پر قدرت والا ہے جو کچھ فی کیا اللہ نے اپنے رسول پر اہل دیہات (یسودیوں)

أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ

کی طرف سے تو وہ اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور اس کے قریبیوں اور یتیموں مسکینوں

وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ

اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ دولت نہ طبقہ میں دست بدست نہ جاتی رہے تم میں سے اور جو کچھ تم کو رسول

الرَّسُولُ فَاخْذُوهُ وَمَا نَهَضَكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ

دے دے لے لو اور جس سے تم کو روکے رک جائے اور اللہ سے ڈرو

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ - یعنی مال نے کا مالک صرف اللہ ہے اور اللہ کا رسول ہے کہ اللہ نے ان کو اختیار دے دیا۔ اور ان کے بعد رسول اللہ کے قرابت داروں کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ قرنی۔ یتیمی اور مساکین پر الف و لام عوض مصاف ایہ کے ہے یعنی جو آل رسول میں سے یتیم و مساکین و مسافروں ان کو دیا گیا اگرچہ عامہ کے نزدیک اس سے ساری اُمت کے یتیم و مسکین و مسافر مراد ہیں لیکن احادیث اہل بیت میں تو اتر سے منقول ہے کہ یہ صرف بنو ہاشم کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ خاص ہمارے لئے ہے کیونکہ خدا نے ہم پر صدقہ حرام قرار دیا ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل ہے۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سے مراد ہمارے قریبی ہمارے یتیم، ہمارے مسکین اور ہمارے مسافر ہیں۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا، میرے والد بزرگوار فرمایا کہ تھے کہ ہم رسول اللہ اور ہم ذی القربی ہمارے لئے مخصوص ہے۔ اور باقی حصوں میں بھی ہم شریک ہیں۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہماری اطاعت فرض ہے اور انفال صرف ہمارے لئے ہے الحدیث۔ دُولۃ - اس سے مراد ہر وہ شے ہے جس کی ملکیت بدلتی رہے۔ اور نوبت بہ نوبت اس پر قبضے منتقل ہوتے رہیں۔ یعنی خداوند کریم نے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے مال فی کو مختص کر کے ایک متوقع بداعتدالی اور بدعنوانی کا سد باب کر دیا۔ اور وہ یہ کہ ایسا نہ ہو کہ مال نے پر صرف اغنیاء اور مالدار لوگوں کی اجارہ داری قائم ہو جائے۔ اور وہ یکے بعد دیگرے اس پر قابض ہوتے چلے جائیں۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ - ظاہر یہ آیت اگرچہ اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ عقیقت کے مال سے جو کچھ تم کو رسول دیدے لے گا۔ اور جس سے روک دے رک جائے لیکن محدود کے لحاظ سے عام ہے۔ اور اس میں رسول اللہ کو خداوند کریم نے اُمید شرعیہ میں

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا

تحقیق اللہ سخت عذاب والا ہے ان فقراء مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور

مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَتَصَرُّونَ

ماور سے نکال دئے گئے جو چاہتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی اور اللہ اور اس کے رسول

اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ

دکے دین کی مدد کرتے ہیں وہ لوگ سچے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ٹھکانا کیا گھر میں

وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ مُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ

اور قبول کیا ایمان کو ان سے بھی پہلے اور دوست رکھتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں

فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ

کڑھیں آپس سے جو ان (مہاجرین) کو دیا گیا اور ترجیح دیتے ہیں (دوسروں کو) اپنے اوپر اگرچہ ان کی اپنی

كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۝ وَمَنْ يُوقِ شَيْخَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

حالت بھی نازکی ہو اور جو محفوظ ہو اپنے نفس کے بخل سے پس وہ فلاح پانے والے ہیں

اختیار دیا ہے۔ اور اُمت کو ان کی اطاعت مطلقہ کی فرمائش کی ہے کہ جس چیز کو آپ واجب قرار دیں وہ واجب ہے اور جس کو

حرام قرار دیں وہ حرام ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جن امور کی تفویض رسول اللہ کو کی گئی ان

کے بعد ہمیں وہ تفویض کی گئی۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ۔ یہ ان مساکین کا بیان ہے جن کو مال نے میں سے حصہ دیا جانے کی فہمائش کی گئی ہے اور یہ اس

امر کو ظاہر کرتی ہے کہ مساکین و یتامی و مسافرین سے عامۃ المسلمین مراد لئے جائیں۔ اور ممکن ہے اس سے یہ مراد ہو کہ امام

وقت اپنی صوابدید سے اپنے تصرف کے ماتحت ایسے لوگوں کو اپنے اختیار خصوصی سے حصہ دیکار کیونکہ ان میں دوسروں

کی بہ نسبت دینی فوقیت پائی جاتی ہے۔

تَبَوَّءُوا الدَّارَ۔ اس کا عطف سابق الذین پر ہے۔ یعنی مال نے کی تقسیم میں ایسے لوگ حقدار ہوتے ہیں۔ اور اس صورت

میں یحییٰ بن سالم واقع ہے۔ اور یہ آیت انصار میں سے مستحقین کی وضاحت کرتی ہے۔ تَبَوَّءُوا الدَّارَ کا معنی ہے جنہوں نے

گھروں میں سکونت رکھی ہوئی ہے یعنی جو گھروں سے نکالے نہیں گئے۔ اور وہ انصار تھے اور ایمان کا دار پر عطف لفظی ہے

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا

اور جو لوگ ان کے بعد آئے جو کہتے ہیں اے پروردگار بخش ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے

الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا

پہلے ایمان لائے اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ انہی حق میں جو ایمان

رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ۝۱۱ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا

لائے اے پروردگار تو مہربان رحم والا ہے ۱۱ کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جو منافق ہیں

يَقُولُونَ لَاخْوَانُهُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

کہتے ہیں اپنے ان بھائیوں کو جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں

۱۱ کہ معنوی۔ اور تقدیر یہ ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا یعنی جنہوں نے ایمان کو پسند کیا اور مِنْ قَبْلِهِمْ جار و مجرور کا تعلق تَبَوَّءُوا سے ہے یعنی وہ گھروں کے مالک مہاجرین سے پہلے تھے اور ایمان بھی انہوں نے اختیار کیا۔ اور ممکن ہے ان سے وہ انصار مراد ہوں جنہوں نے بیعت عقبہ میں شمولیت کی تھی وہ ستر انصار تھے۔ اور یہ لوگ بہت سے مہاجرین سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ اور ان انصار کی یہ صفت بھی اللہ کو پسند ہے کہ مہاجرین کو جو کچھ عطا کیا جائے ان کے دلوں میں گھٹن اور کڑھن پیدا نہیں ہوتی۔ اور اس آیت کی دوسری نحوی ترکیب یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وَالَّذِينَ آمَنُوا میں وادعا طغہ اور الَّذِينَ كَفَرُوا کے متناقض قرار دیا جائے اور محبتوں کو اس کی خبر مانا جائے اور اس صورت میں مستحقین نے کا بیان نہ ہو گا بلکہ انصار کی مدح و ثناء قرار دی جائے گی۔ تاویل کے لحاظ سے تمام ان لوگوں کی شناخت جو اپنے اندر اشیاء کی صفت رکھتے ہوں۔

يُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ ۖ رِوَايَتٌ فِيهِمْ کہ جس دن بنو نضیر نے سمقیار ڈال دئے۔ اور اپنے تمام اموال رسول اللہ کے حوالے کر کے جلا وطنی پر آمادہ ہوئے تو حضور نے انصار کو بلا کر فرمایا کہ

تم گھروں کے مالک ہو۔ اور مہاجر لوگ اجر کر آئے ہیں اگر تم یہ قربانی کرو کہ اپنے گھروں اور اموال میں سے مہاجرین کو بھی حصہ دے دو تو اس مال غنیمت کی تقسیم سے تم سب اپنا اپنا حصہ ان کے برابر لے لو۔ اور اگر اپنے گھروں اور مالوں سے ان کو کچھ دینا پسند نہ کرو تو اس مال غنیمت کی تقسیم صرف مہاجرین کے لئے رہنے دو۔ تو انصار نے عرض کی کہ حضور ہم اپنے

گھروں اور مالوں میں سے بھی ان کو پورا حصہ دیں گے۔ اور موجودہ مالی غنیمت بھی آپ ان لوگوں میں تقسیم فرمادیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور صحابہ کرام میں ایشاک کا یہ شوق تاقیامت امت اسلامیہ کے لئے باعث رشک ہے کہتے ہیں ایک دفعہ بھونا ہوا گوشت ایک صحابی کو بطور ہدیہ کے بھیجا گیا اور وہ بھوکا تھا تو اس نے خود نہ کھایا بلکہ ایک اور صحابی کی طرف

لَئِنْ أَخْرَجْتُمْ لَنُخْرِجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نَطِيعُ فِیْكُمْ أَحَدًا أَبَدًا ۝

کہ اگر تم کو نکال دیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر

إِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ لَیْشَهِدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۶﴾

تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمہاری ضرورت میں مدد کریں گے اور خدا گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

بھجوا دیا یہ کہہ کر وہ مجھ سے زیادہ مستی ہے اور اُس نے پھر ایک اور کی طرف بھجوا دیا یہ کہہ کر کہ وہ زیادہ حقدار ہے حتیٰ کہ نو آدمیوں تک یکے بعد دیگرے وہی بدیر گشت کرتا رہا۔ اور اُس نویں نے پھر پہلے کی طرف بھجوا دیا کہ ہم سے وہ زیادہ حقدار ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جنگ احد میں پانی دستیاب نہ ہو سکا۔ اور سات آدمی پیاسے تھے۔ جب ایک کو پانی دیا گیا تو اُس نے دوسرے کو دیا۔ اور ساتویں تک اسی طرح پہنچا کہ پہلے پیاسے شدت پیاس سے مر گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ اور اُس نے عرض کی کہ حضور میں سخت بھوکا ہوں۔ چونکہ حضور کے اپنے گھر میں کھانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ہے جو اس بھوکے کو کھانا کھلائے تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس کو اپنے دولت سرا پر لے آئے۔ مختصرہ طاہرہ نے اپنے بچوں کے لئے جو کچھ بچا کے رکھا ہوا تھا۔ وہ اس مہمان کے پیش کیا۔ اور بھوکے بچوں کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اور چراغ کو خاموش کر دیا گیا۔ تاکہ مہمان بچوں کی اور گھروالوں کی بھوک سے مطلع نہ ہو سکے۔ اور مہمان یہ سمجھتا رہا کہ گھر والے بھی میرے ہمراہ کھا رہے ہیں۔ پس مہمان نے شکم سیر ہو کر کھالیا اور رات گزر گئی۔ جب صبح سویرے حضرت رسالت پناہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور مسکرائے اور یہ آیت مجیدہ تلاوت فرمائی (برہان) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہیں جو سخی ہیں اور بدتر وہ ہیں جو بخیل ہیں۔ اور اس شخص کا ایمان خالص ہے جو مومن بھائیوں سے نیکی کرے اور ان کی حاجات میں کوشش کرے۔ بیشک جو شخص مومن بھائیوں سے حُسن سلوک کرتا ہے وہ اللہ کا پیارا ہوتا ہے۔ اس میں شیطان کی شکست ہے۔ اور یہی چیز جہنم سے دُوری کا سبب اور جنت میں داخل کی موجب ہے۔ آپ نے جلیل بن وراج راوی حدیث سے فرمایا کہ بے شک میری یہ حدیث میرے اچھے اصحاب تک پہنچا دینا۔ راوی نے پوچھا اچھے اصحاب سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا وہ وہی ہے جو خوش حالی اور تنگدستی کی دونوں حالتوں میں اپنے بھائیوں کی خبر گیری کرتے رہیں۔ پھر فرمایا کہ اہل دولت پر تو یہ بات آسان ہے لیکن خدا نے قرآن مجید میں ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جن کے پاس گنجائش نہیں ہوتی۔ اور اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر دوسروں کی خبر گیری کرتے ہیں اور اشارے سے کام لیتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے گھر میں فاقہ تھا۔ پس رسول اکرم ص نے ایک دینار عطا فرمایا کہ جا کر خرچ کرو یا بھی راستہ میں ہی تھے کہ مقدار سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے مقدار کی حالت پر ترس کھاتے ہوئے وہی دینار اس کو دے دیا۔

لَنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ

دیکھو! اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی کی گئی تو ان کی مدد بھی نہ کریں گے

اور خود مسجد میں جا کر سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد جناب نبی اکرمؐ مسجد میں گئے تو حضرت علیؓ کو دیاں سوئے ہوئے پایا۔ پس آپ نے جگا کر پوچھا تو حضرت علیؓ علیہ السلام نے ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے جبریلؑ نے ابھی اطلاع دی ہے اور اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اس قسم کی روایات کتب سیر میں بہت زیادہ منقول ہیں۔

ایک دفعہ حضرت رسالت مآبؐ کے پاس کچھ مال آیا تو آپؐ نے موجودہ لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد مہاجرین میں سے ایک شخص حاضر ہوا جو تقسیم کے وقت موجود نہ تھا لیکن بہت مسکین تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو اس کو اپنا حصہ دے دے۔ پس حضرت علیؓ علیہ السلام نے اس کو اپنا حصہ دے دیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؓ ہر نیکی کی طرف سب سے پہلے قدم بڑھانا تیرا کام ہے تو یعسوب المؤمنین ہے۔ اور مال ظالموں کا یعسوب ہوا کرتا ہے۔ اور ظالم وہ لوگ ہیں جو تیرے اوپر حسد کریں گے اور تیرے خلاف علم بغاوت بلند کر کے تجھے اپنے حق سے پیچھے ہٹا دیں گے (برہان) اور حدیث میں ہے بغل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے (مجمع)

وَالَّذِينَ جَاءُوا - یہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے حق میں ہے جو اس صفت کو اپنے اندر رکھتے ہوں جس کا بیان کیا گیا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ انقطاع ہجرت کے بعد اور انصار کے ایمان لانے کے بعد جو لوگ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے ان کے حق میں یہ آیت اُتری ہے۔

رَكْعَتِ الْاَمْرِ - یہ عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کے حق میں اُتری کہ جب بنو نضیر کو عہد شکنی کے بعد حضورؐ نے جلا وطنی کی دھمکی دی تو ان منافقوں نے ان کو پیغام بھیجا تھا کہ تم ہرگز نہ گھبراؤ۔ کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اگر لڑنا پڑا تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور اگر وطن چھوڑنا پڑا۔ تب بھی ہم تم سے جدا نہ ہوں گے۔ لیکن جب بنو نضیر پر مسلمانوں نے محاصرہ کر کے دائرہ حیات تنگ کر دیا اور ان کو وطن چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تو یہ منافق ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے رہے اور ان کی امداد کو نہ پہنچے۔ پس ان کی اس منافقانہ روش کو قرآن مجید بیان کر رہا ہے۔ اور یہودیوں کو ان کا بھائی اس لئے قرار دیا گیا کہ اسلام دشمنی میں انہوں نے یہودیوں کے ہم خیال تھے اور دونوں کا مشن ایک تھا۔ ان کا کام صرف یہ تھا کہ کفر و مسلمانوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتے تھے۔ اور ان کے راز حاصل کر کے یہودیوں سے بیان کرتے تھے اور ہر وقت اہل اسلام کے خلاف زہر افگنا ان کی عادت تھی لیکن ان میں یہ جرات نہ تھی کہ اعلانیہ طور پر اسلام کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اسی لئے اسلام نے ان کی جان و مال کو محفوظ قرار دیا۔ یہی توجہ ہے کہ جب ان کی کسی سازش کا انکشاف ہوتا تھا تو حضورؐ کے سامنے تمہیں کھا کر اپنی صفائی پیش کرتے تھے۔

وَلَنْ نَّصْرُوهُمْ لِيُوَلِّنَ الْأَذْبَارُ ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ ﴿۱۳﴾ لَا أَنْتُمْ

اور اگر یہ ان کی مدد کریں بھی تو پشت دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی یقیناً ان کے دلوں

أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا

میں تمہارا ڈر خدا سے بھی زیادہ ہے یہ اس لئے کہ وہ ایسی قوم ہیں کہ سوچتے

يَفْقَهُونَ ﴿۱۴﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قَرَىٰ مُحَصَّنَةٍ

نہیں تم سے نہ لڑیں گے اکٹھے ہو کر مگر قلعہ بند بستیوں کے اندر یا دیواروں

أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا

کے پیچھے کھڑے ہو کر ان کی آپس میں دشمنی سخت ہے تم ان کو اکٹھا سمجھتے ہو

وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۵﴾ كَمْثَلٍ

حالانکہ ان کے دلوں میں پھوٹ ہے یہ اس لئے کہ وہ عقل نہیں رکھتے جس طرح کہ وہ

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

لوگ جو ان سے پہلے تھے قریب زمانے میں انہوں نے چکھا اپنے معاملے کا وبال اور ان کے لئے دردناک

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ۔ یعنی ان منافقوں میں اتنی جرات نہیں کہ تم سے اعلانیہ لڑ سکیں یا یہ کہ یہودیوں میں بھی اب ہمت نہ ہوگی کہ تم سے جنگ کریں۔ البتہ اپنے گھروں میں قلعہ بند ہو کر یا دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر اندر سے پتھر پھینکتے رہیں گے۔ سامنے آکر میدان میں تم سے مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اور یہ آیت بنو نضیر کی جلا وطنی سے پہلے کی ہے۔ اور پیشین گوئی ہے۔ جو حوت بحوث سچی ثابت ہوئی۔

بِأَسْهَد۔ یعنی اندرونی طور پر یہودیوں کی بھی آپس میں پھوٹ ہے کہ ان کے جسم اکٹھے ہیں۔ اور دل ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں یا یہ کہ منافق اور یہودی آپس میں ایک دوسرے کے دل سے خیر خواہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں بھی صرف ظاہری دوستی ہے ورنہ اندرونی طور پر وہ بھی ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

مِنْ قَبْلِهِمْ۔ یعنی بنو نضیر سے پہلے بنو قینقاع بھی ان منافقوں کی چکنی چٹری باتوں کا مزہ چکچکے ہیں کہ انہوں نے جنگ بدر کی والسی پر مسلمانوں سے کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا۔ پس ان کو جلا وطن ہونا پڑا تھا۔ اس وقت بھی عبداللہ بن ابی منافق نے ان کو پیغام بھیجا تھا کہ ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے یہ بعینہ شیطانی چال ہے کہ

اَلَيْمٌ ۱۹ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اٰكْفِرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّى

عذاب ہے جس طرح کہ شیطان جب انسان کو کہتا ہے کہ کفر کر پس جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو کہتا ہے

بَرِّئْتُ مِنْكَ اِنِّى اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۲۰ فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا

کہ میں تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو عالین کا پروردگار ہے پس دونو کا انجام یہ ہوگا کہ دونو

اَنْهَمَا فِى النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ۲۱ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الظّٰلِمِیْنَ ۲۲

جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ سزا ہے ظالم لوگوں کی

شیطان کا بھی یہی دستور ہے کہ گناہ پر آمادہ کرتا ہے اور جب کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو شیطان اس سے بری ہو جاتا ہے۔ پس گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے دونو کا آخرت میں انجام ایک ہوگا کہ وہ ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ شیطان اگرچہ بالعموم ہر انسان کو گناہ کی دعوت دیتا ہے۔ اور انسان کے گناہ

حکایت عابد! کرنے کے بعد وہ خود اس سے بری بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مقام پر ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ

ہے۔ اور وہ یہ کہ بنی اسرائیل میں ایک راجہ عبادت گزار تھا جس کا نام برصیصا تھا۔ وہ ایک مدت مدیدہ تک اللہ کی

عبادت میں مشغول رہا یہاں تک کہ وہ متحاب الدعویٰ سمجھا جاتا تھا اگر دیوانگی کے مریض اس کے پاس لائے جاتے تو اس کے

توہید و دعا سے وہ تندرست ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک حسین و جمیل نوجوان عورت کو دیوانگی کا مرض لاحق ہوا

تو شہرت کی بنا پر اُس کو اپنے بھائی اس عابد کے پاس لے گئے اور علاج کے لئے وہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ شیطان نے تمام

علوت میں اس عابد کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اُس نے اس عورت سے زنا کا ارتکاب کیا۔ اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ جب

اس کا حمل ظاہر ہو گیا تو بنامی کے ڈر سے اُس نے اس عورت کو قتل کر کے دفن کر دیا۔ شیطان نے انسانی شکل اختیار کر کے اس

مقتولہ عورت کے بھائیوں میں سے ایک ایک کو عابد کا وہ کثرت بتانا شروع کر دیا۔ چنانچہ وہ بھائی جب ایک دوسرے

سے ملتے تو یہ آپس میں تذکرہ کرتے تھے کہ ایک اجنبی قسم کے انسان نے ایسی خبر کا انکشاف کیا ہے جو ماننے کے قابل ہی نہیں

اور یہ خبر پھیلتے پھیلتے بادشاہ وقت تک پہنچ گئی۔ چنانچہ شاہی حکم سے جب تعقیب شروع ہوئی تو عابد نے اپنے جرم کا اقرار کر

لیا۔ پس اُس کے لئے بادشاہ نے سزائے موت کا آرڈر دے دیا اور سولی پر لٹکانے کا حکم صادر کر دیا۔ اسی اثنا میں پھر شیطان

ایک انسانی شکل میں اُس کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تجھے اس مصیبت میں گرفتار کیا ہے اگر اب تو میرا حکم مان لے تو

میں تجھے اس مصیبت سے چھڑا سکتا ہوں۔ عابد نے کہا میں اطاعت کے لئے تیار ہوں تو شیطان نے کہا میرا سجدہ کر لو۔ عابد

نے کہا اب تو میں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں۔ کیسے سجدہ کروں۔ پس شیطان نے کہا کہ اشارے سے سجدہ کر لینا ہی کافی ہے

پس اُس بد نصیب نے سولی پر لٹکتے ہوئے شیطان کا سجدہ کر لیا اور کفر کی موت مر گیا۔ پس اس حکایت کی طرف اشارہ کر کے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا

اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کل (قیامت) کے لئے کیا بھیج رہا ہے اور

اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اللہ سے ڈرو تحقیق اللہ تمہارے عمل سے آگاہ ہے اور نہ ہو مثل ان لوگوں کے جنہوں نے اللہ

نَسُوا اللَّهَ فَاَتَسْمِعُهُمْ طَائِفَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۲۰﴾ لَا يَسْتَوِي

کو بھلا دیا پس اس نے ان کو اپنے نفس بھلا دئے ایسے لوگ ہی فاسق ہوتے ہیں نہیں برابر

اللہ فرماتا ہے کہ یہودیوں کا عبد اللہ بن ابی منافق کے مشورہ پر عمل کرنا بعینہ اسی طرح ہے جس طرح عابد نے شیطان کے شرے پر عمل کیا تھا۔ اور بعض مفسرین نے اس کو مشرکین مکہ کی مثال قرار دیا ہے کہ جنگ بدر پر شیطان نے ان کو اکسایا۔ لیکن جب مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کی افواج کو دیکھا تو بھاگ نکلا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ پس ایسے لوگوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب اور رسوائی دائمی کے وہ مستحق ہوا کرتے ہیں۔

﴿۱۹﴾ اتَّقُوا اللَّهَ - پہلی دفعہ اتَّقُوا اللَّهَ سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اور گزشتہ گناہوں سے توبہ کر لو۔ اور دوسری دفعہ سے مراد یہ ہے کہ خدا سے ڈرو اور آئندہ گناہوں کے قریب نہ جاؤ۔ اور دنیا میں زیادہ انہماک کے بجائے اپنے اعمال کا جائزہ لو اور یہ معلوم کرو کہ ہم نے قیامت کے لئے کون کونسے اعمال کئے ہیں کیا وہ ہمیں جنت میں لے جائیں گے یا جہنم کے موجب بنیں گے۔

نَسُوا اللَّهَ - یعنی جن لوگوں نے اللہ کے ذکر کو دنیا میں فراموش کر دیا۔ ان کو قیامت کے روز خدا ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ ان کو اپنے نفس بھول جائیں گے۔ یعنی وہ ایک دوسرے کو بھول جائیں گے کسی کو کسی کی خبر تک نہ ہوگی۔

لَا يَسْتَوِي - عطیہ بن سعد عوفی بیان کرتا ہے کہ مجھے مخدوج بن

یزید دُصلی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم چند آدمیوں نے حضورؐ سے

حضرت علیؑ اور ان کے شیعیہ فائزون میں

اس آیت مجیدہ کا معنی دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا اصحاب المجتہد وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری اطاعت کی اور علیؑ کا ماتہ

پکڑ کر فرمایا کہ میرے بعد حضرت علیؑ کی اطاعت کی۔ پس فرمایا عَلَيَّ مِثِّي وَآتَا مِنْهُ فَمَنْ حَادَّ فَقَدْ

حَادَّ نِي وَمَنْ حَادَّ نِي فَقَدْ اسْخَا اللَّهُ - یعنی علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں جو اس سے روگردانی کرے

گو یا اُس نے مجھ سے روگردانی کی۔ اور جس نے مجھ سے روگردانی کی اُس نے اللہ کو ناراض کیا۔ اس کے لئے فرمایا۔ يَا عَلِيُّ

حَوِّبَكَ حَبْرَنِي وَسَلِّمْكَ سَلَمِي وَآنتَ الْعَلَمَةُ بَيْنِي وَبَيْنَ امَّتِي - یعنی اے علیؑ تیری لڑائی میری

أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الَّذِينَ يُزَوَّنُونَ ﴿۲۱﴾

روزخ والے اور جنت والے (صحابہ الجنۃ) جنت والے، ہی کامیاب ہیں

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مَّتَصَدِّعًا مِّنْ

اگر ہم اتارتے اس قرآن کو پہاڑ پر تو تو دیکھتا کہ اللہ کے ڈر سے خشوع کرتے ہوئے

خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۲﴾

پھٹ جاتا اور لوگوں کے لئے یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں تاکہ فکر کریں

لطائف، اور تیری صلح میری صلح ہے۔ اور میرے اور میری امت کے درمیان نشان ہے۔ راوی حدیث عطیہ کہتا ہے کہ اس کے بعد میں زید بن ارقم کے گھر گیا۔ اور میں نے بیان کیا کہ مخدوج بن زید سے میں یہ حدیث سنی ہے تو زید بن ارقم کہنے لگا کہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ حضور کی یہ حدیث سُننے والے میرے علاوہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی لیکن رسول اللہ کے بعض صحابہ نے یہ حدیث سُن کر بھی حضرت علیؑ سے روگردانی اختیار کر لی تھی۔

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نے مجھے یہ آیت پڑھائی تو میں نے دریافت کیا اصحابِ نار کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا علیؑ اور اولادِ علیؑ کے ساتھ بعض رکھنے والے اور ان کی توہین کرنے والے۔ پھر میں نے عرض کی حضور! فائزون کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا حضرت علیؑ علیہ السلام کے شیعہ ہیں۔

جابر سے مروی ہے کہ بیت اللہ کے پاس ایک دفعہ ہم رسول اللہ کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ بھی آگئے آپ نے فرمایا کہ میرا بھائی علیؑ آگیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ کعبہ کی طرف بڑھایا اور فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ ہی کامیاب ہوں گے۔ اور دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی موجود ہے کہ یہ ایمان کے لحاظ سے سب سے اول اللہ کے عہد کو پورا کرنے والا اللہ کے احکام کو قائم کرنے والا۔ رعایا میں عدل کرنے والا بابر کی تقسیم کرنے والا اور اللہ کے نزدیک عظیم المرتبت شخصیت کا مالک ہے اور پیغمبر کی یہ حدیث صرف شیعہ کتب میں نہیں بلکہ اہل سنت کی کتب میں بھی بکثرت منقول ہے۔ یہاں تک کہ ابن حجر کی جیسے متعصب قسم مصنف نے بھی اپنی کتاب صواعقِ محرقہ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا۔ اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ ہی بروزِ محشر چٹکارا پائیں گے۔ اور حضرت علیؑ علیہ السلام کا قیم الجنۃ والنار ہونا بھی اسی سے صاف طور پر واضح ہے کہ جو لوگ حضرت علیؑ علیہ السلام کے اطاعت گزار ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے۔ اور جو لوگ آپ کی مخالفت کریں گے اور ان سے عداوت رکھیں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ

وہ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں غیب اور شہادت کے جاننے والا ہے وہ رحمان و

الرَّحِيمُ ۲۳ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَمْلِكُ الْقُدُّوسُ

رحیم ہے وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ملک قدوس

السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِمِّنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ

سلام مومن مہمین عزیز جبار متکبر ہے پاک ہے اللہ

عَمَّا يَشْرِكُونَ ۲۴ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ

اُس سے جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ اللہ خالق خالق باری مصور ہے جس کے اچھے

الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۲۵

نام ہیں اس کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے

نو سورتوں۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن میں ایقان و عرفان پر مشتمل جس قدر حقائق بیان کئے گئے اور ناقابل تردید برہین سے جس طرح دعوت حقہ کو قابل قبول انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ نیز حسن اسلوب کے ساتھ اسلامی تعلیمات کی عمدگی اور مشرک کافر رسوم کے غلط نتائج کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اگر اس کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ اپنے عظیم اور سخت جسم کے باوجود اس کی تاب برداشت نہ لاتے ہوئے پھٹ جاتا۔ یعنی اس کی مخالفت پر ہرگز ہرگز کمر بستہ نہ ہوتا۔ لیکن ان کافرو مشرک لوگوں کے دل اس قدر سخت ہیں کہ باوجود حقائق قرآنیہ سننے اور سمجھنے کے اپنی ہٹ دھرمی اور عناد سے باز نہیں آتے۔ اور بعضوں نے بیان کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر صدق بیانی اور معجز بیانی نیز فصاحت و بلاغت پر مشتمل کلام سے پہاڑ پھٹ جانے کی صلاحیت رکھتے ہوتے تو یقیناً پھٹ جاتے لیکن کفار و مشرکین کے دل پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہیں کہ ان کو حقائق قرآنیہ کا زور بھر بھی اثر نہیں ہوتا۔

جناب نبی کریم سے اسم اعظم کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا آخر سورہ حشر کی تلاوت کیا کرو۔ اور منقول ہے کہ جو شخص آخر سورہ حشر کو دن یا رات میں پڑھے اور مر جائے تو اس پر جنت واجب ہے ایک روایت میں ہے کہ جو شخص کو آؤنونا سے لے کر آخر تک پڑھے اور مر جائے تو وہ شہید مرنے والا ہے۔ ایک شخص نے حضور سے اپنے ہرے پن کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ کان پر ہاتھ رکھ کر سورہ حشر کی آخری آیتیں پڑھا کر۔

یا
مشرک

v.
b.
p.

اور جابر بن یزید جی کہتا ہے کہ مجھے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر روز پر سورہ حشر کی آخری آیتیں پڑھ کر تھوک دو اور تین بار ایسا کرو وہ ساکن ہو جائے گا یا ذی اللہ دار المکارم الاخلاق سے منقول ہے کہ ایک ٹکڑا ٹکڑا کاٹنے کے چھوڑ کر اوپر تین دفعہ سورہ حشر کی آخری آیتیں پڑھے اور اس کو تنور میں ڈال کر جلدی دالیں آجائے تو باذن پروردگار مسے دوسرے ہو جائیں گے۔ اور منقول ہے کہ سورہ حشر کی آخری آیتوں کو حنات کی اذیت دکر کرنے کے لئے پڑھا جائے تو فائدہ مند ہے (فوائد القرآن) **الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى**۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالت نے فرمایا اسمائے پروردگار اللہ کے نانورے نام ہیں جو ان کو شمار کرے جنت میں جائے گا۔ اور وہ یہ ہیں۔

اللَّهُ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الْقَهْدُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْقَدِيرُ الْقَاهِرُ
الْعَلِيُّ الْوَعْلِيُّ الْبَاقِي الْبَدِيعُ الْبَارِئُ الْكَرِيمُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْحَيُّ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ الْحَلِيمُ
الْحَفِظُ الْحَقُّ الْحَسِبُ الْحَمِيدُ الْحَقُّ الرَّبُّ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْذَارِعُ الرَّازِقُ الرَّقِيبُ
الرَّؤُوفُ الرَّائِي النَّبَاتُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمُ الْعَزِيزُ الْحَيَّاتُ الْمُتَكَبِّرُ السَّيِّدُ السَّبُّوحُ
الشَّهِيدُ الصَّادِقُ الصَّانِعُ الظَّاهِرُ الْعَدْلُ الْعَفْوُ الْغَفُورُ الْغَنِيُّ الْغِيَاثُ الْفَاطِرُ الْفَرْدُ
الْفَتَّاحُ الْغَالِقُ الْقَدِيمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْقَوِيُّ الْقَرِيبُ الْقَيُّومُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ قَاضِي الْحَاجَاتِ
الْمُجِيبُ الْمَوْلَى الْمَنَّانُ الْمُحِيطُ الْمُبِينُ الْمُقِيتُ الْمُصَوِّرُ الْكَرِيمُ الْبَكِيرُ الْكَافِي كَاشِفُ الضُّرِّ
الْوَهَّابُ الْوَهَّابُ الْوَاسِعُ الْوَدُودُ الْهَادِي الْوَفِيُّ الْوَكَيلُ الْوَاسِعُ الْوَاسِعُ الْوَاسِعُ
الْجَلِيلُ الْجَوَادُ الْخَبِيرُ الْخَالِقُ خَيْرُ النَّاصِرِينَ الْقَيُّومُ الشُّكُورُ الْعَظِيمُ اللَّطِيفُ الشَّافِعُ
دوسری روایت میں ہے حضور نے فرمایا اللہ کے نانورے نام ہیں جو ان کو شمار کرے گا جنت میں جائے گا اور اہل علم کے نزدیک ان کے شروع کرنے کا طریقہ یہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَبِيدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهْدُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ
الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ
الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ الْبَارِئُ الْمُتَعَالِي
الْجَلِيلُ الْحَمِيدُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْقَادِرُ الْقَاهِرُ الْحَكِيمُ الْقَرِيبُ الْمُجِيبُ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ
الْوَدُودُ الشُّكُورُ الْمَسْجِدُ الْأَحَدُ الْوَلِيُّ الْمُرْشِدُ الْعَفْوُ الْكَرِيمُ الْحَلِيمُ الشَّوَابُ
الرَّحْمَتُ الْمَجِيدُ الْحَبِيدُ الْوَفِيُّ الشَّهِيدُ الْمُبِينُ الْبُرْهَانُ الرَّؤُوفُ الْمُبْدِي الْمُعِينُ
الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِيُّ الشَّهِيدُ الصَّانِعُ الْمُنَافِعُ الْوَافِي الْخَافِظُ الرَّافِعُ الْفَتَّاحُ

الْبَاسِطُ الْمُعِزُّ الْمُدِلُّ الرَّازِقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ الْقَائِمُ الْوَكِيلُ الْجَامِعُ الْعَادِلُ
الْمُعْطِي الْمُنِي الْمُمِيتُ الْكَافِي الْفَادِي الذَّبُّ الصَّادِقُ الشُّورُ الْقَدِيمُ الْحَقُّ الْفَرْدُ الْوَسْرُ
الْوَاسِعُ الْمُحْصِي الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُوَخَّرُ الْمُتَنَقِّمُ الْبَدِيعُ -
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ :- اس کے مفسرین نے چارسانی بیان کئے ہیں -

(۱) غیب سے مراد وہ امور جو بندوں کے ادراک سے باہر ہیں اور شہادت سے مراد وہ چیزیں جن کو بندے مشاہدہ کر سکتے ہیں -

(۲) غیب سے مراد وہ امور اور وہ مطالبات جو اس سے ادراک کرنے کے قابل نہ ہوں - اور شہادت سے مراد وہ مطالبات جن کو اس کے ذریعے سے ادراک کیا جائے (۳) غیب سے مراد راز کی باتیں اور شہادت سے مراد اعلانیہ امور (۴) امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے غیب سے مراد وہ حقائق و امور جو ابھی تک زیور وجود سے آراستہ نہ ہو چکے ہوں - اور شہادت سے مراد وہ حقائق جو وجود میں آچکے ہوں - اور تمام تعبیریں کا مقصد ایک ہے اور وہ یہ کہ کائنات کے تمام معلومات کا وہ عالم ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے -

رَحْمَانٌ :- تمام مخلوق خواہ مومن ہوں یا کافر سب پر رحم کرنے والا -

رَحِيمٌ :- بالخصوص مومنوں پر رحم کرنے والا کیونکہ دنیا میں وہ رحمان ہے اور آخرت میں رحیم ہے -

الْقُدُّوسُ :- یعنی ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے - نیز شریک و اولاد سے مبرا اور صفات مخلوق سے بالاتر ہے السلام :- ہر عیب سے سالم و محفوظ ہے یا یہ کہ اس کے بندے اس کے ظلم سے محفوظ ہیں کیونکہ وہ ظالم نہیں ہے المومن :- اس دینے والا ہے یا یہ کہ وہ خود اپنی توحید پر ایمان و یقین رکھنے والا ہے -

المہمین :- وہ امین جو کسی کی امانت کو ضائع نہیں کرتا - نیز اس کا معنی شاہد اور مومن بھی کیا گیا ہے - اور اس کا معنی رقیب یعنی نگہبان بھی دار ہے - هَيْمَنْ يَهَيِّنُ فَهُوَ مَهْيَيْنٌ - اور کہتے ہیں اَمَنْ يَوْمِيْنَ سے بنا ہے -

الْعَزِيزُ :- وہ قادر جو کبھی مغلوب نہ ہو -

الْجَبَّارُ :- عظیم الشان بادشاہ کو کہا جاتا ہے - اور علی الاطلاق - یہ نام صرف اللہ کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ یہ نام اس پر اطلاق ہوتا ہے کہ سب اس کے نیچے ہوں - اور اس کے مقابلہ کی تاب کسی میں نہ ہو - اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ جبر سے ہے جس کا معنی اصلاح ہے پس جب بار کا معنی اصلاح کرنے والا -

الْمُتَكَبِّرُ :- وہ ذات جو صفات عظمت کی مستحق ہے - اور ہر بڑی صفت سے بلند و بالا ہے -

الخالق - یعنی اجسام و اغراض سب کو کرم عدم سے خلعت و وجود بخشنے والا ہے -

الباری :- یعنی سب کا ایجاد کرنے والا ہے۔ اور بغیر کسی مادہ کے ان کو پیدا کرنے والا ہے۔
 المصود :- یعنی تمام موجودات کو اپنی مخصوص صورتیں اور شکلیں عطا کرنے والا ہے۔
 ابن عباس سے منقول ہے حضورؐ نے فرمایا اللہ کا اسم اعظم سورہ حشر کی آخری چھ آیتوں میں ہے۔

سورہ الممتحنہ

یہ سورہ مدنیہ ہے اور اس کی آیات کی کل تعداد بسم اللہ سمیت چودہ ہے۔

اس سورہ مجیدہ کا نام سورہ مودت بھی ہے۔

تفسیر مجید البیان میں ہے کہ جو شخص اس سورہ کی تلاوت کر لیا تمام مومن مرد و عورتیں بروز محشر اس کی شفاعت کریں گے۔
 امام علی زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے فرائض و نوافل میں اس سورہ کو پڑھے تو اس کا دل ایساں کی
 کسوٹی پر پورا اترے گا اس کی آنکھ میں نور بڑھ جائے گا اور اس کو فکر لاحق نہ ہوگا اور نہ اس کے بدن یا اس کی اولاد میں
 جنوں ہوگا۔

تفسیر برہان میں ہے جناب رسالتؐ آپؐ نے فرمایا جو شخص اس سورہ کو پڑھے اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اس کے
 لئے استغفار کرتے ہیں اور اگر کسی دن یا رات میں مرجھا ترشید مرجھا اور تمام مومن بروز قیامت اس کے شفیق ہوں گے۔
 جو شخص اس کو لکھ کر تین دن متواتر پڑھے تو تکی کی تکلیف سے نبات پائیکانہ اُس میں زیادتی ہوگی نہ درر رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ① یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شرع کرتا ہوں) اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو

وَعَدُوْكُمْ اَوْ لَیِّاۡءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمُودَةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاءَكُمْ

دوست کہ ان کی طرف محبت کے پیغامات بھیجتے رہو حالانکہ انہوں نے حق کا انکار کیا

لَا تَتَّخِذُوْا ۱۔ یہ آیت شانِ نزول کے لحاظ سے حاطب بن ابی بلتعہ کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ اسکی تادیل عام ہے اور باطن رکوع کے لحاظ سے ہر اس آدمی پر صادق آسکتی ہے جس میں اس جیسی غلطی پائی جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ میں آچکا تھا اور اس کا باقی خاندان سارے کا سارا مکہ میں تھا اور قریش کو ہر وقت یہ خوف دانیگر رہتا تھا کہ حضرت رسول کریمؐ ان پر کہیں اچانک حملہ نہ کریں چنانچہ انہوں نے حاطب کے قریبی رشتہ داروں سے خواہش کی کہ حاطب سے خط لکھ کر دریافت کیا جائے کہ کیا رسول کریمؐ کا مکہ والوں سے لڑنے کا کوئی ارادہ ہے یا نہیں؟ چنانچہ انہوں نے اسی مضمون کا خط حاطب کو لکھا۔ اور صر جنگِ بدر کے ۲ سال بعد ایک عورت سارہ نامی یا صفیہ نامی مدینہ میں سنبھلی حضورؐ نے پوچھا کیا تو بہا ج رہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کیا تو مسلمان ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تیرے یہاں آئیگی عرض کیا ہے۔ اُس نے کہا آپ لوگ بلند خاندان کے افراد ہیں اور میرے خاندان والے سردار ختم ہو گئے ہیں۔ مصیبت کی ماری ہوئی آپؐ سے خیرات لینے آئی ہوں۔ چونکہ یہ عورت مکہ میں گانے میں شہرت رکھتی تھی۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ مکہ کے نوجوان کہاں گئے جو تم سے گانا سننے تو کہنے لگی جنگِ بدر کے بعد کسی نے مجھ سے گانا سننے کی خواہش نہیں کی پس آپؐ نے حضرت عبدالطلب کی اولاد کو حکم دیا کہ اس کی امداد کی جائے چنانچہ اس کے لئے کافی چندہ جمع ہو گیا۔ اور ان دنوں میں حضورؐ مکہ پر چڑھائی کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ جب وہ عورت واپس مکہ کی طرف جانے لگی تو حاطب کو موقع مل گیا اور اس نے خط لکھ کر اسی عورت کے حوالے کیا اور دس دینار یا دس درہم اس کو امداد کے طور پر بھی دئے اور مکہ والوں کو صاف لکھا کہ حضرت نبی کریمؐ تم پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں لہذا تم ہوشیار رہو۔ چنانچہ وہ عورت خط لیکر روانہ ہوئی تو اصر جبریلؑ نے حضورؐ کو اطلاع دیدی پس آپؐ نے سات آدمیوں کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا جن کے نام یہ ہیں۔ حضرت علیؑ۔ عمارؑ۔ عمرؑ۔ زبیرؑ۔ طلحہؑ۔ مقدادؑ اور ابو مرثدؑ اور یہ سب شہسوار تھے۔ حضورؐ نے ان کو ہدایت کی کہ جلدی سے چلے جاؤ۔ روضہِ خلاص میں تم اس عورت کو پاؤ گے جس کے پاس حاطب کا خط ہے اُس سے خط چھین لینا اور واپس آجانا چنانچہ اسی مقام پر انہوں نے اس عورت کو جالیا اور کفایت کی لیکن وہ خط دستیاب نہ ہوا۔ اور عورت نے بھی اللہ کی قسم کھائی کہ میرے پاس خط نہیں ہے انہوں نے ااکام واپس آئیگا ارادہ کر لیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا جس نے ہمیں خبر دی ہے اس کی خبر میں جھوٹ ہو ہی نہیں سکتا اس کے بعد تمہارا پیام سے نکال کر محبت کو دھکی دیکر فرمایا کہ خط نکالو اور نہ تمہارا سر قلم کر دینگا۔ تب اُس نے خط کا اقرار کیا اور اپنے سر کے بالوں سے اسے نکال کر آپؐ کے حوالے کیا پس وہ خط حضرت رسول کریمؐ کے پیش کیا گیا۔ حضورؐ نے حاطب کو بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپؐ نے وہ خط پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم اس خط کو پہچانتے ہو۔ اُس نے عرض کی جی ہاں، تو آپؐ نے فرمایا اس کا جواب دو کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ اس نے

مَنْ الْحَقُّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

جو تمہارے پاس پہنچا انہوں نے رسول کو اور تم کو اس لئے نکال دیا کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان رکھتے تھے اگر تم بائیں دیا کہ حضور! میں جب سے مسلمان ہوا ہوں نہ کبھی کفر کیا اور نہ آپ سے دھوکا کیا ہے۔ نہ منافق تہوں اور نہ میں نے دین تبدیل کیا ہے۔ پھر اس نے کلمہ شہادتین کو زبان پر جاری کیا اور کہنے لگا کہ باقی مہاجرین جس قدر موجود ہیں مکہ میں ان کے قبیلہ کے آدمی موجود ہیں جو ان کے مکہ میں پس ماندگان کی نگہداشت کر سکتے ہیں لیکن میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ مکہ میں میرا کوئی قبیلہ نہیں جو میرے افراد خانہ کی محافظت کر سکے لہذا وہ صرف قریش مکہ کے رحم و کرم پر وہاں زندگی کے دن گزار رہے ہیں۔ اور مجھے گھروالوں نے بذریعہ خط اطلاع دی ہے کہ اہل مکہ ہمارے ساتھ حین سلوک سے پیش آرہے ہیں۔ پس میں نے یہ خط صرف اس لئے لکھا ہے تاکہ میرا ان پر احسان قائم ہو جائے۔ اور یا رسول اللہ میں جانتا ہوں کہ اللہ کا عذاب ان کے سروں سے ٹل نہیں سکتا۔ اور میرا خط ان کو اللہ کی گرفت سے بچا نہیں سکتا لہذا میں نے یہ جرات کر لی ہے۔ پس حضور نے حاطب کی بات کو قبول کرتے ہوئے اسکی غلطی کو معاف کر دیا یہ سن کر حضرت عمر کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کی حضور! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کافر قلم کر دوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے عمر یہ اہل بد سے ہے۔ شاید اللہ نے اسکا گناہ معاف کر دیا ہو۔ اس کے تحت میں شیخ ابوالحسن محبتی مجمع البیان تحریر فرماتے ہیں کہ بدی ہونیکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر بعد میں اللہ کی ناراضگی پر کربتہ ہو جائے۔ تب بھی اس کو عذاب نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اہل سنت کے مشہور و معروف مؤرخ محقق کا قول نقل کیا کہ اہل بد ہونیکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ کافر ہو جائے تب بھی جہنم کا مستحق نہ ہو۔ البتہ جس کے متعلق یہ یقین ہو کہ اس سے تو بے سزد ہوگی تو اللہ اس کے قتل کا حکم نہیں دیا کرتا اور شاید یہ حاطب انہی لوگوں میں سے ہو جن کی توبہ کا اللہ کو علم تھا لہذا اصحاب میں سے وہ گروہ جنہوں نے جنگ بدی میں شرکت کی تھی لیکن پیغمبر اسلام کے بعد پیغمبر کی وصیت پر ثابت قدم نہ رہے اور آل رسول کی ایذا کے روپے ہوئے اور آخر عمر تک اس پر ڈٹے رہے وہ یقیناً ان رعایات کے مستحق نہیں ہیں البتہ جن کے متعلق ثابت ہو جائے کہ انہوں نے غلطی کے بعد توبہ کر لی تھی تو انکی بخشش کی امید کی جاسکتی ہے

إِنْ تُؤْمِنُوا۔ اس کا معنی محذوف ہے یعنی كَوَاهِلَ أَنْ تُؤْمِنُوا اور يُخْرِجُونَ کا مفعول نہ ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ۔ اس کی جڑا محذوف ہے یعنی اگر تم لوگ خوشنودی خدا کے لئے نکالے گئے ہو تو اس نیک ارادے پر قائم رہو۔

بِالْمَوَدَّةِ۔ اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ تم خفیہ طور پر ان کو اپنی دوستی کی یقین دہانی کراتے ہو اور اگر بِالْمَوَدَّةِ کی بناء کو تعلیل قرار دیا جائے تو دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم ان کو راز کی باتیں بتاتے ہو اس لئے کہ اندرونی طور پر تمہاری اور ان کی دوستی قائم رہے۔

وَمَنْ أَعْمَلَهُ مِثْلًا۔ یعنی گزشتہ گناہ تو معاف کر دیا گیا آئندہ جو بھی ایسی حرکت کریگا اسکو معافی نہ دی جائیگی اور یہ تنبیہ ہے۔

إِنْ يَتَّقُوا اللَّهَ۔ یعنی تمہاری رواداری کی حالت یہ ہے کہ ان کو خاص خبریں بھیجے ہو لیکن ان کے کفر کا یہ عالم ہے کہ اگر خدا غواستہ انکو تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ تمہاری گالی گلوچ اور قتل و غارت سے ہرگز باز نہ آئیں گے۔

يَفْعَلُ بَيْنَكُمْ۔ یعنی وہ اولاد اور رشتہ دار جن کی خاطر تم کفار سے تعلقات و البتہ کرتے ہو قیامت کے دن وہ تمہارے کام نہ

خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُودَةِ وَأَنَا

جہاد کے لئے ہی نکلے ہو میرے راستے میں اور میری رضا کی چاست میں (تو ڈٹ جاؤ تم پوشیدہ طور پر ان اپنی دوستی کا ہر کرتے ہو حالانکہ میں جانتا

أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ

ہوں جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آئندہ) جو تم میں سے ایسا کریگا تو سیدھے راہ سے گمراہ قرار دیا

السَّبِيلِ ۝۲ إِنْ يَتَّقَوْكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءُ وَيَسْطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيهِمْ

جائے گا اگر وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں جبرائی کی

وَالسُّنْتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝۳ لَنْ تَنْفَعَكُمُ أَرْحَامُكُمْ وَلَا

سنت سے بٹھائیں گے اسوہ چاہتے ہیں کہ تم رپٹ کر، کافر ہو جاؤ ہرگز تمہیں اپنی رشتہ داریاں اور اولادیں قیامت کے دن

أُولَٰئِكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۴ قَدْ

فائدہ نہ دیں گی خاتم میں جدائی ڈال دے گا اور اللہ اس سے مطلع ہے جو تم کرتے ہو تمہارے

كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا الْقَوْمِ هُمُ النَّا

لئے اچھا نمونہ ہے حضرت ابراہیمؑ اور وہ لوگ جو ان کے ہمراہ تھے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے شکایت کیا تھا کہ ہم تم

بُرَّوْا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

سے اور ان سے جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو بری ہیں ہم تمہارے مذہب کا انکار کرتے ہیں اور تمہارے اور ہمارے درمیان

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ۙ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ

دشمنی اور بغض ہمیشہ کے لئے قائم ہو چکا ہے یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ مگر ابراہیمؑ کا اپنے

آپس کے کیونکہ اس دن بہشتی بہشت میں ہوگا اور رشتہ دار کافر و زنج میں ہوگا اور ان دونوں کے درمیان مکمل جدائی ڈال دی جائے گی۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا الْقَوْمِ هُمُ النَّا

رشتہ داروں کی پر وہ نہ کرتے ہوئے صاف اعلان فرمادیا تھا کہ تم سے بالکل الگ تھلگ ہیں پس مسلمان نہ بنو بھی ایسی ہی جرأت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ ۖ لِعِثْنِ بَاقِي ہر بات میں حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی سیرت حسنہ پر چلو لیکن یہ کہ اپنے کافر رشتہ داروں کے لئے بخشش

کی دعا مانگنے میں ان کے پیچھے نہ چلو کیونکہ انہوں نے آذر کے لئے حملے مغفرت اس وعدہ کے ماتحت کی تھی جو پہلے کر چکے تھے اور

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا تُسْتَغْفَرُ لَكَ وَلَا مَأْمَلُكَ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ عَمَّا رَبَّنَا عَلَيْكَ

باب رچھا کے لئے یہ کہنا کہ میں تیری بخشش کی دعا کروں گا اور میں نہیں مانگ تیرے لئے اللہ سے کسی شے کا اسے ہمارے رب تجھ پر ہماری

توکلنا وَإِلَيْكَ أُنَبِّئُكَ الْمَصِيرُ ⑤ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ

توکل ہے اور تیری طرف باز گشت ہے اور تیری طرف پہنچنا ہے اے ہمارے رب ہمیں نہ بنا آزمائش ان کے لئے جو کافریں

كُفَرُوا وَاعْفُ رَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑥ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

اور ہمیں بخش دے اے رب تحقیق تو غالب حکمت والا ہے تحقیق تمہارے لئے ان

فِيهِمْ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَفَزَحَّوْا

لوگوں میں اچھا نمونہ تھا ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہوں اور جو منہ پھیر لے تو

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ⑦ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ

تحقیق اللہ بے نیاز قابلِ حمد ہے شاید اللہ کر دے تمہارے درمیان اور ان کے درمیان جو ان میں سے

کہتے ہیں کہ آؤں گا روئے منافقانہ تھا۔ ظاہر میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایماندار تھا اور باطن میں وہ کافر تھا اور اسی

بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے لئے بخشش کی دعا کی تھی لیکن جب آؤں کے کفر کا مکمل انکشاف ہو گیا تو حضرت ابراہیم

اس سے بالکل بری ہو گئے اور صاف کہہ دیا کہ میں تیرے لئے اللہ کی جانب سے کسی شے کی ضمانت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ لَا يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَفَزَحَّوْا ⑧ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ لَا يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَفَزَحَّوْا ⑧

نہ قرار دے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر تو ہمیں اپنی جانب سے کوئی مصیبت یا فقر و فاقہ دیگا تو کفار کو کہنے کا موقع مل جائیگا کہ اگر وہ حق پر

ہوتے تو گرفتار ہلاکیوں ہوتے۔ لہذا تو ان کو یہ بات کہنے کا موقع نہ دے یا یہ کہ ان کو ہمارے اوپر غلبہ دیکر مسلط نہ کر یا یہ کہ تو ہر بانی

فرما کہ اگر وہ ہم پر ظلم و تشدد کریں تو ہم صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے تیرے دین کی تبلیغ میں مستی نہ کریں۔

لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَفَزَحَّوْا ⑨ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ لَا يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَفَزَحَّوْا ⑨

یہ بدل ہے لکھ سے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت ان لوگوں کے لئے اُسوۂ حسنہ ہے جو تم میں سے

اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہوں۔

عَسَى اللَّهُ ۖ مَقْصِدُ يَهْ كَمْ لَوْ كَانَتْ لَكَ مِنْ شَيْءٍ عَمَّا رَبَّنَا عَلَيْكَ

ان کو اپنے کفر کی تائید ملتی ہے بلکہ تمہارا فرض ہے کہ اپنے اسلامی منشور پر ڈٹ کر رہو اور ان سے بائیکاٹ کو

قائم رکھو۔ اور اللہ سے امید رکھو کہ ان کو ایمان کی دولت نصیب کرے تاکہ تمہاری اور ان کی دشمنی صحیح معنوں میں دوستی تبدیل جائے

اور اللہ کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے۔ اور ایسی صورت میں خدا انکی سابق لغزشیں معاف کر دیا کیونکہ وہ بخشے والا مہربان ہے۔

لے آؤں حضرت ابراہیم کا چچا تھا کہ باب اور اس کی مزید وضاحت تفسیر کی جلد ۱۷ پر دیجئے۔ دوسرا ایڈیشن

عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً وَاللَّهُ قَدِيرٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ⑤ لَا يَنْهٰكُمُ

تمہارے دشمن ہیں دوستی اور اللہ قادر ہے اور اللہ غفور رحیم ہے نہیں منع کرتا

اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّن دِيَارِكُمْ

اللہ تم کو ان لوگوں سے جو دین کے معاملہ میں تم سے نہیں لڑتے اور نہ تم کو انہوں نے گھروں سے نکالا

أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ⑥ إِنَّمَا

یہ کہ ان سے نیکی کرو اور ان سے عادلانہ رویہ اختیار کرو تحقیق اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے تمہیں قوموں

يَنْهٰكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ

اللہ ایسے لوگوں سے روکتا ہے جو دین کی وجہ سے تم سے لڑے اور تمہیں اپنے گھروں سے نکال دیا

وظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَاُولَٰئِكَ هُم

اور تمہارے نکالنے میں ان کی مدد مہتی یہ کہ ان سے دوستی رکھو اور جو بھی ان سے دوستی رکھے گا پس وہ

الظَّالِمُونَ ⑦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مَهْجُرَاتٍ

ظالم ہوں گے اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں

لَا يَنْهٰكُمُ - یعنی جن کافروں نے دین کے معاملہ میں تم سے کوئی چھیڑ بھاڑ نہیں کی اور اپنے صلح کے عہد پر قائم ہیں اور

تمہاری جلا وطنی میں بھی ان کا عمل دخل نہیں ہے تو خدا ان کے ساتھ احسان کرنے سے تم کو نہیں روکتا بے شک ان کے

ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے رہو۔ البتہ وہ لوگ جو دین کے معاملہ میں تم سے لڑتے جھگڑتے رہے اور تمہاری جلا وطنی کا

باعث بنے یا اس میں ان کا ہاتھ تھا تو ایسے لوگوں کی دوستی سے خدا تم کو روکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ - صلح حدیبیہ کے موقع پر جو شرائط لکھی گئی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر کوئی کافر مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں

کے پاس آئیگا تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ کفار کے طلب کرنے پر اس کو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر اہل مکہ

سے جا ملے گا تو وہ اس کو واپس نہ کریں گے اور یہ معاہدہ صرف مردوں کے متعلق تھا اس میں عورتوں کی واپسی کی کوئی شق موجود نہ تھی

چنانچہ ابھی عہد نامہ پر دستخط ہو ہی چکے تھے کہ ایک عورت سبیہ بنت حارث اسلمیہ مکہ سے بھاگ کر حضور کی پناہ میں آگئی اور اس کے

پیچھے پیچھے اس کا شوہر بھی آ پیچھا۔ اور اس نے اپنی بیوی کا مطالبہ کیا پس یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اس کے ایمان کا امتحان

لیا اور وہ اس طرح کہ اس سے قسم لی گئی کہ وہ شوہر سے ناراض ہو کر یہاں سیر کرنے کے لئے یا دنیا کے کسی فائدہ کی خاطر یا کسی مسلمان

فَامْتَحِنُوهُنَّ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِإِيمَانِهِنَّ ۚ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا

توان کو آزمایا کرو اللہ ان کے ایمان کو جانتا ہے پس اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ مومن ہیں تو ان کو کفار

تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ

کی طرف واپس نہ پٹناؤ کیونکہ نہ یہ ان پر حلال ہیں اور نہ وہ ان پر حلال ہیں

وَأَتُوهُنَّ مِمَّا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ

اور دے دو ان کے مردوں کو وہ جو ان پر خرچ کر چکے ہیں (حق یہ ہے) اور تم کو کوئی گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جبکہ ان کا حق یہ

أَجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ

ادارہ کرو اور نہ باقی رکھو کافر عورتوں کے نکاح کو اور مانگ لو جو تم ان پر خرچ کر چکے ہو اور وہ بھی مانگ لیں

مِمَّا أَنْفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ فِيكُمْ وَلِلَّهِ عَلَيْهِ حَكِيمٌ ۝

جو خرچ کر چکے ہوں یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ تمہارے درمیان حکم کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

مرد کے عشق میں مبتلا ہو کر نہیں آئی بلکہ صرف خوشنودی خدا کے لئے اور اسلام کی حقانیت کے پیش نظر ہجرت کر کے آئی ہے چنانچہ اس عورت نے اپنا حلفیہ بیان دیا پس آپ نے اس کو واپس کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے شوہر نے اس کو جس قدر حق پہنچا دیا تھا حضورؐ نے وہ اپنی جیب سے ادا کر دیا اس کے بعد عمر بن خطابؓ نے اس سے نکاح کر لیا۔

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ عورتوں کے واپس نہ کر نیک حکم اس لئے جاری ہوا کہ عورت کے مسلمان ہو جانے کے بعد نکاح تو اس کا باقی نہ رہا۔ اب عورت و مرد جب ایک دوسرے پر حلال ہی نہیں تو واپس کرنا زنا کا پیش خیمہ تھا۔ اس لئے عورت کی واپسی منع کر دی گئی۔ اور جب کفار نے مسلمانوں کی شرط کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شرط صرف مردوں کے لئے ہے اس میں عورت کا کوئی ذکر نہیں ہے

بِعِصْمِ الْكَوَافِرِ ۖ عِصْمٌ جمع ہے عصمت کی اور اس سے مراد نکاح ہے اور کوافر جمع ہے کافرہ کی یعنی جس مسلمان کے نکاح میں کافر عورت ہے وہ اگر اسلام کو قبول نہ کرے تو نکاح کی عصمت ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے مسلمان شوہر پر حرام ہو جاتی ہے چنانچہ عمرؓ کے نکاح میں دو کافر عورتیں تھیں اس آیت کے نزول کے بعد اس نے ان دونوں کو گھر سے نکال دیا ان میں سے ایک نے معاویہ سے نکاح کر لیا

اور دوسری جو عبد اللہ بن عمرؓ کی ماں تھی اس نے ایک دوسرے کافر سے نکاح کر لیا جو اس کی قوم میں سے تھا۔

وَإِنْ فَانَكُمُ ضَرْبٌ ۖ حُكْمُ خُداوندی کے بعد مسلمان اس امر کے پابند ہو گئے کہ کفار کی طرف سے جو عورت ہجرت کر کے آئی تھی تو ان کے سابق شوہروں کے مطالبہ پر ان کو وہ حق پہنچا دیا جاتا تھا جو انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کیا ہوا تھا لیکن مسلمانوں کی طرف سے جو عورت مرتد ہو کر کافروں کے پاس جاتی تھی تو وہ اس حکم کے پابند نہ تھے کہ مسلمانوں کے مطالبے کے بعد وہ

وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ

اور اگر تم سے بھاگ جائے کوئی عورت کافروں کی طرف پھرتی ہو تو غلبہ ہو کافروں پر ! تو دے دو ان کو جن کی

ذَهَبَتْ أَرْوَاجُهُمْ مِثْلُ مَا أَنْفَقُوا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ

عورتیں چلی گئیں (مال غنیمت سے)، اتنا جتنا کہ وہ خرچ کر چکے تھے اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان

مُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُكَ عَلَىٰ

اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں کہ نیری بیعت کریں اس شرط پر رکھتے ہو

ان کی عورتوں کا حق مہر واپس کر دیں جو مسلمانوں نے ان کو دیا ہوتا تھا پس اس کے متعلق ارشاد خداوندی کہ اگر تمہاری عورتیں کفار کی طرف مرتد ہو کر چلی جائیں تو تم کو کہیں، جہاد کرنا نصیب ہو تو جو مال غنیمت تم کو حاصل ہو اس میں سے ان لوگوں کو دو جتنا امنہو ان عورتوں کو حق مہر کے طور پر دیا تھا تا کہ وہ لوگ نبی صری جبکہ شادی کرنے کے قابل ہو سکیں۔

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا معنی اس طرح منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر کفار کی طرف چلی جائے اور وہ مسلمان اسی کے عقب میں یعنی اس کے پیچھے کسی عورت سے شادی کرے تو جس قدر اس کو دوسری شادی پر حق نہرا دکر ناپڑے اس کو دیا جائے۔ یعنی امام وقت کو چاہیے کہ اس کو خرچہ دے۔ سائل نے سوال کیا کہ اس کی عورت کافروں کے پاس چلی گئی اور اس میں مسلمانوں کا ہاتھ نہ تھا پھر مسلمانوں کے بیت المال سے اس کا خرچہ کس لئے ادا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا ایسے مواقع پر امام ہی کو خرچہ ادا کرنا چاہیے خواہ کہیں سے عنیت ملے یا نہ ملے اور کہیں سے رقم مل جائے تو عامۃ المسلمین میں تقسیم سے پہلے اس قسم کی ضروریات پر خرچ کرے اور جو کچھ باقی بچے وہ دوسرے متحقین میں تقسیم کرے گویا عاقبتہم کا معنی ہے کہ پہلی عورت کے عقب میں دوسری سے شادی کرے۔

مسئلہ۔ اگر عورت اور مرد میں ایک مرتد ہو جائے تو ان کا باہمی نکاح ٹوٹ جاتا ہے اگر ارتداد پہلی ہو تو عدت کے اندر اگر توبہ کر لیں تو اسی نکاح کو برقرار رکھا جاسکتا ہے لیکن اگر ارتداد فطری ہو تو مرد کی توبہ کے قبول ہونے شیعہ فقہاء میں اختلاف ہے لیکن اگر عورت مرتد ہو جائے تو عدت کے اندر اس کی توبہ کی صورت میں وہ اپنے سابق مرد کو مل جائے گی۔ اسی طرح اس کے برعکس کافر مرد و عورت دونوں مسلمان ہو جائیں تو سابق نکاح برقرار رہے گا۔ اور اگر عورت مسلمان ہو جائے تو نکاح ٹوٹ جائیگا اور اس کو کسی مسلمان سے نکاح کرنے کا حق حاصل ہوگا لیکن اگر مرد مسلمان ہو جائے تو عورت کے لئے عدت تک انتظار کی جائیگی۔ اگر وہ عدت کے اندر مسلمان ہو جائے تو نکاح برقرار رہے گا۔ ختم سکھا جائیگا البتہ اگر عورت مشرکہ نہ ہو بلکہ کتابیہ ہو تو نکاح برقرار رہے گا۔

مِثْبَا يَعْنُكَ :- فتح مکہ کے روز حضرت رسالتؐ نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مردوں سے بیعت لی اس کے بعد جب عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں تو یہ حکم نازل ہوا۔ اور آپؐ نے عورتوں سے بیعت ان شرائط پر لی جو آیت میں مذکور ہیں اور آپؐ نے فرمایا میں عورتوں کے

أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ

کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں چوری نہ کریں زنا نہ کریں اپنی اولاد کو قتل نہ کریں

وَلَا يَأْتِيَنَّ بِمُتَّانٍ يَفْتَرِيَنَّهُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلِهِمْ وَلَا

جھوٹا بہتان نہ باندھیں (ایسے بچے کے متعلق) جو ان کے ہاتھوں پاؤں کے سامنے ہے (جو انہوں نے جانا ہے)

يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ

اور نیکی میں تیری نافرمانی نہ کریں تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے بخشش کی دعا کرو اللہ سے تحقیق اللہ

ہاتھ سے ہاتھ لگانا پسند نہیں کرتا۔ پس پانی کا پیالہ منگوا لیا۔ جس میں پہلے اپنا ہاتھ مبارک ڈبویا اور نکال لیا۔ پھر بیعت کرنے والی عورت کو حکم دیتے کہ اس پانی میں ہاتھ ڈالو۔ اور یہی بیعت ہے۔ چنانچہ جب ہند بنت عتبہ بیعت کے لئے حاضر ہوئی تو اُس نے منہ پر نقاب ڈالا ہوا تھا اور عورتوں کے زمرے میں اوپری شکل کے ساتھ آئی تاکہ حضورؐ پہچان نہ سکیں۔ اُس وقت حضرت عمرؓ کے قریب کچھ نیچے کھڑے ہوئے تھے۔ آپؐ نے عورتوں سے خطاب کر کے شرائط بیعت کو دہرایا سب سے پہلی شرط کو بیان کیا کہ شرک نہ کرنا تو ہند بولی کہ آپؐ نے مردوں سے یہ شرطیں نہیں منوائیں جو ہم سے منوارہے ہیں۔ آپؐ خاموش رہے۔ پس اُس نے وہ شرط قبول کی۔ اس کے بعد دوسری شرط آپؐ نے بیان کی کہ چوری نہ کرنا تو ہند نے کہا میرا شوہر بخیل ہے میں نے اس کے مال سے چوری کر کے اپنے اخراجات پورے کئے ہیں کیا وہ میرے لئے حلال ہیں۔ یہ بات ابوسفیانؓ سن رہا تھا کہنے لگا آج سے پہلے جو کچھ کرتی رہی میں نے معاف کر دیا ہے۔ حضورؐ ہنس پڑے اور فرمایا تو ہند ہے؟ کہنے لگی جی ہاں حضورؐ۔ پس گزری باتیں معاف فرمائیے۔ اس کے بعد آپؐ نے تیسری شرط بیان کی کہ زنا نہ کرنا تو کہنے لگی کیا شریف عورت بھی زنا کر سکتی؟ حضرت عمرؓ بن خطاب اس کا یہ کلمہ سن کر خوب ہنسنے لگے کیونکہ زمان جاہلیت میں ان کے درمیان اس قسم کا واقعہ گذرا تھا یہ ہند حضرت معاذؓ کی والدہ صاحبہ ہے۔

اس کے بعد آپؐ نے چوتھی شرط بیان کی کہ اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں تو وہ کہنے لگی ہم نے اولادوں کو قتل نہیں کیا۔ انہے بچوں کو پالا جب وہ جوان ہوئے تو آپؐ نے قتل کر ڈالا کیونکہ ہند کا بیٹا خطلہ بن ابوسفیان جنگ بدر میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ سن کر پھر عمرؓ دوبارہ ہنسا اور حضورؐ بھی مسکرا دئے۔ اس کے بعد آپؐ نے پانچویں شرط بیان کی کہ جھوٹے بہتان کے ذریعے کسی دوسرے کے بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب نہ کرنا کیونکہ بچہ پیدا ہوتا ہے ماں کے پاؤں اور ہاتھوں کے درمیان ہوتا ہے اسی لئے کہا کہ جو تہہ ہاتھوں اور قدموں کے درمیان ہے اس کے متعلق جھوٹا بہتان نہ باندھنا۔ یعنی

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ

بخشنے والا نہ رہا ہے اے ایمان والو نہ دوستی رکھو ان قوموں سے جن پر اللہ غضب ہے (یہودی لوگ)

عَلَيْهِمْ قَدْ يَسُوءُ مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبِئْسَ الْكُفَّارُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿۱۴﴾

جو آخرت سے مایوس ہیں جس طرح کہ کافر لوگ اصحاب قبر سے مایوس ہیں

اپنے شوہر کی طرف منسوب نہ کرنا اور مقصد یہ ہے کہ حرامی نسل کو فروغ نہ دینا، تو ہند کچنے لگی خدا کی قسم واقعی بتیان بری چیز ہے اور آپ نے ہمیں اچھے اخلاق کا درس دیا ہے۔ آخری چھٹی شرط آپ نے بیان فرمائی کہ نیکی کے کاموں میں میری نافرمانی نہ کرنا تو کچنے لگی جب ہم یہاں بیٹھے ہیں تو دل میں آپ کے متعلق کسی نافرمانی کا شائبہ تک نہیں ہے۔ نفع مکہ کا مفصل بیان اسی جلد ص ۸۲ پر مذکور ہو چکا ہے۔

لَا تَتَوَلَّوْا - یعنی یہودیوں کے ساتھ محبت قائم نہ رکھو وہ دیدہ و دانستہ اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور آخرت کے ثواب سے وہ یقیناً مایوس ہیں جس طرح کہ مشرکین مکہ اصحاب قبر کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہیں یا اصحاب قبر کی فریاد رسی سے مایوس ہیں۔

تفسیر کی تیرھویں جلد سورہ ممتحنہ کی تفسیر پر ختم ہوئی اور چودھویں آخری جلد انشاء اللہ سورہ صافات شروع ہوگی۔ والحمد للہ رب العلمین

۳۳۰۰ پہلی سہ ماہی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ مطابق ۸ اگست ۱۹۸۰ء بکری بردر شکل دار، بچے صبح فارغ ہوا ہوں اور اس جلد کی کتابت کا ثواب اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کے روح کو بخشا ہوں اور مومنین سے گزارش ہے کہ ایک سورہ فاتحہ پڑھ کر مرحومہ کے روح کو بخش دیں جبکہ انتقال ۹ جولائی ۱۴۰۰ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۸۰ء شب جمعہ ہوئے ہوا۔ غفرھا اللہ۔

وما توفیقی الا باللہ